اِزالۃ الشکوک

ردِّ عیسائیت میں سب سے زیادہ مفصّل اور مُدلّل کتاب

جلد سوم

تصنیف

حضرت علّامہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی مُہاجر مکیؒ
بانیٔ مدرسہ صولتیہ - مکّہ مکرّمہ

تحقیق و تسہیل

مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی
اُستاذِ حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

مکتبۂ معہد الشریعہ، لکھنؤ

اِزالۃُ الشکوک

ردِ عیسائیت میں ایک مفصل اور مدلل کتاب

سوم

حضرت علامہ مولانا شیخ رحمتُ اللہ کیرانوی مہاجر مکی

بانی مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ

تحقیق وتسہیل

مفتی مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی

نام کتاب   اِزالۃُ الشکوک سوم

مصنف: حضرت علامہ مولانا شیخ رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی

تحقیق وتسہیل   مفتی مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

ازالۃ الشکوک کی جلد سوم پیش خدمت ہے، اس جلد میں عیسائی پادریوں کے درج ذیل سوالات کے جوابات ہیں، سوالات کے الفاظ میں کوئی تبدیلی نہیں کی جارہی ہے بلکہ انہیں کے الفاظ میں سوالات نقل کئے جارہے ہیں۔

(مفتی) عتیق احمد صاحب بستوی

سوال (۱۳) جامع قرآن فقط حضرت عثمان ہیں؟ یا ان سے سابق حضرت ابوبکر بھی جامع ہوئے؟

سوال (۱۴) قرآن میں منسوخ آیتیں کیوں ہیں؟

سوال (۱۵) نسخ کا وعدہ کون سی آیت میں پایا جاتا ہے؟

سوال (۱۶) قرآن اگلی کتب سماوی کے مخالف کیوں ہے؟

سوال (۱۷) توریت اور انجیل کی تحریف کی دلیل کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازالۃ الشکوک جلد سوم کی فہرست

تیرہواں سوال

دوسری قسم کی مثالیں

اس قسم کی سترہ (۱۷) مثالیں

تیرہواں سوال

جامع قرآن فقط حضرت عثمان ہیں یا ان سے سابق حضرت ابوبکر بھی جامع ہوئے ہیں، جیسا کہ اہل تشیع کا مذہب ہے کہ حضرت عثمان جامع ثانی ہیں؟

جواب

اصل حقیقت کے اعتبار سے نہ حضرت ابوبکر جامع ہیں، اور نہ حضرت عثمان، بلکہ اصل جمع تو حضرت کے زمانے میں ہوئی تھی، پتھروں کے ٹکڑوں وغیرہ پر تھی، اور کئی اجزاء میں ترتیب وار یا ایک مصحف میں جمع نہ تھا، اور ظاہر کے اعتبار سے تین مرتبے جمع ہوا، اول حضرت ﷺ کے عہد میں جیسا اوپر گذرا۔

دوسرے حضرت ابوبکر کی خلافت میں اس طور پر کہ زید بن ثابتؓ نے ان کے حکم کے موافق ان پتھروں کے ٹکڑوں وغیرہ کو اور قرآن کے حافظوں کو جمع کر کے صحابہ کے اتفاق سے کئی اجزاء میں لکھا، اور نہایت احتیاط کی کہ نہ اپنی یاد پر کسی آیت کو لکھتے تھے، اور نہ فقط لکھے ہوئے کو دیکھ کے، بلکہ اسی لکھے پر جب اچھے اچھے ثقہ لوگوں کی اس بات کی گواہی گذر جاتی تھی کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اس کو سنا ہے تب لکھتے تھے، سو اس طور پر کئی اجزا میں جمع کیا گیا، اور یہ اجزاء حضرت ابوبکرؓ کی زندگی تک ان کے پاس تھے، پھر حضرت عمرؓ کی خلافت میں ان کی زندگی تک ان کے پاس رہے، پھر حضرت حفصہؓ کے، جو حضرت ﷺ کی بی بی اور حضرت عمرؓ کی بیٹی تھیں پاس

رہے، اور جناب شیخین کے عہد خلافت میں کثرت مشاغل کے سبب یہ نہ ہونے پایا تھا کہ اس ترتیب سے جواب ہے ایک مصحف میں جمع ہو جائے، تیسرے حضرت عثمان کی خلافت میں اس طور پر کہ انہوں نے صحابہ کے مشورے اور پچاس ہزار لوگوں کے اتفاق سے چاہا کہ سب قرآن کو ان اجزاء سے نقل کرا کے ایک مصحف میں جمع اور مرتب کر دیں، سو اس کے موافق حضرت حفصہؓ سے ان اجزاء کو منگوا بھیجا، اور عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن حارث بن ہشام اور سعید بن عاص کو قریش میں سے حکم کیا کہ ان اجزاء سے نقل کریں، انہوں نے کئی نسخے نقل کئے، اور یہ بات ہجرت کے پچیسویں سال رسول اللہ ﷺ کے انتقال سے پندرہ برس کے بعد ظہور میں آئی، سو اس ظاہر کے اعتبار سے حضرت ابوبکرؓ جامع ثانی ہیں، اور حضرت عثمانؓ جامع ثالث اور حقیقت کے اعتبار سے دونوں جامع نہیں ہے

اور چونکہ قرآن اول میں قریش کے لغت کے موافق نازل ہوا تھا، اور جب اس لغت میں سب عرب کو اس سبب سے کہ بعضے الفاظ ان کی لغت سے مخالف تھے پڑھنا کچھ مشکل معلوم ہوتا تھا، تو حضرت ﷺ نے خدا کے حکم کے موافق اجازت دی تھی کہ ان الفاظ کو جو تمہاری لغت کے مخالف ہیں اپنی لغت میں پڑھ لیا کرو، اس اجازت کے بعد حضرت عمرؓ کے عہد خلافت تک یہی حال رہا، پر اب ان الفاظ کی بابت جھگڑا پڑنے لگا کہ بعض کہتا تھا کہ یہ لفظ اس لغت میں پڑھنا اچھا ہے، نہ اس لغت میں، اور بعض اس کے مخالف کہتا تھا، سو اس نزاع کے دفع کرنے کو حضرت عثمانؓ نے نقل کرانے کے وقت حکم دیا کہ ایسے الفاظ میں قریش کے لغت کے موافق جس طرح قرآن کا نزول اول ہے نقل کرو، اور سب کے سب اصل نزول کے موافق پڑھتے رہیں، اور وہ الفاظ ایسے تھے کہ جس سے کسی طرح کا معنی میں اختلاف نہ تھا، مثلاً

تابوت کا لفظ کہ قریش کے لغت کے موافق ت کے ساتھ پڑھا جاتا تھا، اور زید بن ثابتؓ اپنی لغت کے موافق ہائے ہوز کے ساتھ پڑھتے تھے، اور اب نقل کے وقت اول کے موافق لکھا گیا، اور اسی طرح اور جگہ قیاس کرلو۔

اور آیات میں اب جو ترتیب ہے، اسی ترتیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پڑھا جاتا تھا، اور وہی ترتیب حضرت کی تعلیم سے بہت سے صحابیوں کو یاد تھی، اور حضرت جبرئیل ہر سال رمضان کے مہینے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اسی ترتیب پر ایک بار ایسا دور کر جاتے تھے، جیسے دو حافظ آپس میں اب بھی کرتے ہیں، اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سال رحلت میں دوبار دور کیا تھا، سو حضرت عثمان نے کسی طرح کا تصرف آیات کی ترتیب میں بھی نہیں کیا، بہر حال قرآن میں کسی طرح کا غلط تصرف نہیں ہوا، اور قرآن کا حال ہرگز ایسا نہیں جیسا اہل کتاب کے مقدس کتابوں کا حال ہے کہ عہد عتیق کی کسی کسی کتاب کا تو اب تک پوری طرح سے مصنف بھی معلوم نہیں، اور ان میں الحاق یقینی ہے، تو اس الحاق کے کرنے والے کا پتا نہیں کہ کس نے کیا، اور عہد جدید میں سے متی کی انجیل کی جو اول الاناجیل ہے، اصل گم ہے، اور اس کا ایک ترجمہ بے سند موجود ہے جس کے مترجم کا نام بھی معلوم نہیں کہ کون ہے، اور نہ اس کے قابل اعتبار ہونے کا حال معلوم ہے، بلکہ بعض دلائل سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص ایسا بے سند ہے، جسے ہرگز ہرگز صحیح اور غلط کی تمیز کا طریقہ نہیں، اور مشاہدات (جو عہد جدید کا آخر ہے) کا حال نہایت ہی ابتر ہے، غرض اس آخر کا حال اول کے حال سے بھی بہت ہی بدتر ہے، اور نہ قرآن کی تصحیح کا وہ حال ہے، جو اہل کتاب کے مقدس کتابوں کا حال ہے کہ اٹھارہ سو برس کے بعد جب بدعتی اور دیندار لوگ خوب دل کھول کے اپنی خواہش کے مطابق خاک اڑا چکے اور پیٹ بھر کے اصلاح اور ترمیم کر چکے، تب دو تین

شخصوں نے نسخوں کا مقابلہ کر کے بعض عبارت کا اپنے گمان کے موافق درست بتلایا، اور بعض کو غلط، اوران شاء اللہ اکثر ان چیزوں کی تشریح سترہویں سوال کے جواب میں آتی ہے، اور اس جگہ پادری لوگ مغالطہ دینے کو بعض اہل تشیع کا قول نقل کر دیتے ہیں، اور چونکہ اس قول کو خود اہل تشیع کے جمہور علماء اور محققین رد کرتے ہیں تو وہ قول ہرگز اس قابل نہیں کہ اس سے ہم پر استدلال دیا جاوے، اور خود عیسائی لوگ بھی اپنے علماء معتبرین کے قول کو جمہور علماء کے مقابل اعتبار نہیں کرتے۔

پادری فنڈر صاحب اپنے خط محررہ (۱۴ راگست ۱۸۵۴ء) میں ڈاکٹر وزیر خاں صاحب کو یوں لکھے تھے:

"وہ علماء جن کو آپ نے انجیل کے غیر الہامی ہونے کے لئے اپنی دلیل بنایا تو ان کے قول بالفرض آپ نے خلاف نہیں سمجھے، اور راست بھی نقل کئے ہوں، یہ ہمارے معتقد علیہ نہیں، اور نہ یہ جمہور مسیحی علماء کے قول کے مطابق ہے، اگر بعض نے الہام ووحی کے حق میں خلاف واقع بیان کیا ہے تو کیا اس سے ثابت ہوگا کہ انجیل الہام سے نہیں لکھی گئی؟"

(یہاں تک عبارت اس خط کی تھی)، سو وہ قول اب اس کے قابل نہیں کہ اس پر التفات کیا جائے، اور جب پادریوں کا اپنے مذہب میں یہ حال ہو تو اب اس بات میں کہ ہمارے مخالف فرقے کے بعض علماء کے قول کو جس کو خود اسی فرقے کے جمہور علماء اور محققین رد کرتے ہوں ہم پر دلیل لاویں، کیا بے انصافی نہیں؟

اب اولاً اس فرقے کے علماء محققین کے اقوال کو نقل کر کے پھر پادریوں کے اس شبہ کو جواب الزامی اور تحقیقی سے اٹھاؤں گا، تا کہ اچھی طرح سے اس مغالطہ کی جڑ اکھڑ جائے۔

۱- شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بابویہ جو اس فرقے کا بڑا عالم ہے "رسالہ

اعتقادات'' میں لکھتا ہے کہ:

"اعتقادنا في القرآن الذي أنزل الله تعالى على نبيه وهو مابين الدفتين وهو ما في أيدي الناس ليس بأكثر من ذلك، ومبلغ سوره عند الناس مائة وأربعة عشر سورة وعندنا والضحى وألم نشرح سورة واحدة، ولإيلاف وألم تر كيف سورة واحدة ومن نسب إلينا أنا نقول أنه أكثر من ذلك فهو كاذب"

یعنی ہمارا اعتقاد قرآن کے حق میں یہ ہے کہ وہ قرآن جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا تھا، وہی ہے جو دو پٹھوں میں پایا جاتا ہے، اور وہی ہے جو لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہے، اس سے زیادہ نہیں، اور اس کی سورتیں لوگوں کے نزدیک ایک سو چودہ ہیں، اور ہمارے نزدیک والضحیٰ اور الم نشرح ایک سورۃ ہے، اور ألم تر کیف ولإیلاف ایک سورۃ ہے، اور جو شخص ہمارے طرف نسبت کرتا ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ قرآن اس سے زائد تھا سو وہ جھوٹا ہے۔

دیکھو کہ ابن بابویہ صاف صاف کہتا ہے کہ:

''قرآن اتنا ہی تھا اس سے زیادہ نہیں، اور جو ہماری طرف نسبت کرتا ہے کہ قرآن اس سے زائد تھا سو وہ جھوٹا ہے۔

۲۔ تفسیر مجمع البیان میں جو اہل تشیع کی معتبر تفسیر ہے یوں ہے:

"ذكر السيد الأجل المرتضى عام الهدى ذو المجد أبو القاسم على بن حسين الموسوى أن القرآن كان على عهد رسول الله ﷺ مجموعاً مؤلفاً على ما هو الآن، واستدل على ذلك بأن القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه في ذلك الزمان حتى عين على جماعة من الصحابة في حفظهم وإنه

كان يعرض على النبي ﷺ ويتلى عليه وإن جماعة من الصحابة كعبد الله بن مسعود وأبي بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبي عدة ختمات، وكل ذلك بأدنى تأمل يدل على أنه كان مجموعاً مرتباً غير منشور ولا مبثوث، و ذكر أن من خالف من الإمامية والحشوية لا يعتد بخلافهم فإن الخلاف مضاف إلى قوم من أصحاب الحديث نقلوا أخباراً ضعيفة ظنوا صحتها لا يرجع بمثلها على المعلوم المقطوع على صحته۔

یعنی ذکر کیا علی بن حسین موسوی نے کہ قرآن تھا حضرت پیغمبر کے وقت میں جمع اور مرتب، اسی طور پر جیسا اب ہے، اور دلیل لایا اس پر اس طرح سے کہ حضرت کے زمانے میں قرآن پڑھا جاتا تھا اور یاد کیا جاتا تمام وکمال، اور ایک جماعت صحابیوں کی اس کی یاد کرنے پر معین تھے، اور حضرتؐ کے سامنے پڑھا جاتا تھا، اور ایک جماعت صحابہ نے مثل ابن مسعود اور ابن کعب وغیرہما کے کئی ختم روبرو حضرت ﷺ کے کئے تھے۔

اور ادنی تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب باتیں دلالت کرتے ہیں کہ قرآن مرتب تھا، پراگندہ نہ تھا، اور اس نے ذکر کیا کہ جس نے امامیہ اور حشویہ میں سے اس قرآن کے حق میں خلاف کیا ہے اس کا اعتبار نہیں، اس لئے کہ وہ خلاف ان لوگوں کا ہے جنہوں نے ضعیف ضعیف روایات کو نقل کر کے ان کو صحیح سمجھا ہے، سو ایسے اخبار ضعیفہ سے معلوم یقینی کو چھوڑا نہیں جاتا۔

۳- یہ بھی سید مرتضی کہتا ہے:

"العلم بصحة القرآن كالعلم بالبلدان والحوادث الكبار والوقائع العظام المشهورة وأشعار العرب المسطورة فإن العناية اشتدت والدواعي توفرت على نقله وبلغت إلى

حد لم تبلغ إليه فيما ذكرناه، لأن القرآن معجز النبوة ومأخذ العلوم الشرعية والأحكام المدنية، وعلماء المسلمين قد بلغوا في حفظه وعنايته الغاية حتى عرفوا كل شئ فيه من إعرابه وقرإته وحروفه وآياته فكيف يجوز أن يكون مغيراً أو منقوصاًمع العناية الصادقة والضبط الشديد"۔

یعنی البتہ قرآن کی صحت کا علم ایسا ہے جیسا شہروں اور بڑے بڑے حادثوں اور واقعوں مشہورہ اور عرب کے لکھے ہوئے شعروں کا علم ہے، اس لئے کہ قرآن کے نقل کرنے میں بڑی کوشش ہوئی ہے، اور بہت سے سبب مجتمع ہوئے تھے، اور وہ اسباب قرآن کے بارے میں اس حد تک پہنچے تھے، جس حد تک اشیاء مذکورہ میں نہیں پہنچے، اس لئے کہ قرآن نبوت کا ایک معجزہ اور شرعی اور دینی حکموں کا ماخذ ہے، اور اسلام کے عالم اس کی محافظت اور نگہداشت میں نہایت کے درجے کو پہنچے یہاں تک کہ جو کچھ قرآن میں ہے حرکات اور قرأت اور حروف اور آیات سے سب کو انہوں نے معلوم کر رکھا ہے، سو ایسے سچی محافظت اور نگہداشت میں کیوں کر ہوسکتا ہے کہ اس میں کچھ تبدیل یا نقصان ہوگیا ہو۔

۴- قاضی نور اللہ شوستری کہ وہ بھی فرقۂ امامیہ کا ایک بڑا عالم ہے اپنی کتاب ''مصائب النواصب'' میں لکھتا ہے:-

"ما نسب إلى الشيعة الإمامية بوقوع التغير في القرآن ليس مما قال به جمهور الإمامية، إنما قال به شرذمة قليلة منهم لا اعتداد بهم فيما بينهم"

یعنی جو گروہ امامیہ کی طرف قرآن میں تغیر واقع ہونے کا اعتقاد نسبت کیا گیا ہے اس قسم سے نہیں کہ جس کے جمہور امامیہ قائل ہوں، بلکہ صرف ایسے

تھوڑے سے لوگ قائل ہیں جن کا فرقہ امامیہ میں کچھ اعتبار نہیں۔

۵- ملا صادق کلینی کی شرح میں لکھتا ہے:

"یظهر القرآن بهذا الترتیب عند ظهور الإمام الثاني عشر ویشهر به"

یعنی یہی قرآن اسی ترتیب سے بارہویں امام (یعنی امام مہدیؒ) کے ظہور کے وقت ظاہر ہوگا، اور مشہور رہے گا۔

اور اس قول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض شیعہ کا یہ قول کہ "اس وقت میں اور قرآن اصل ظاہر ہوگا" محض بے اصل ہے۔

۶- محمد بن الحسن حر عاملی جو فرقہ امامیہ میں بڑا محدث گذرا ہے اپنے ایک رسالے میں جو اپنے بعض ہم عصر کے رد میں لکھا ہے یوں لکھتا ہے:

"ہر کسی کہ تتبع اخبار و تفحص تواریخ و آثار نمودہ بعلم یقینی میداند کہ قرآن درغایت و اعلیٰ درجہ تواتر بودہ و آلاف صحابہ حفظ و نقل میکر دند آن را در عہد رسول خدا مجموع و مؤلف بود"۔

(یہاں تک کلام محمد بن الحسن کا تھا، جو خلاصہ کے طور پر نقل ہوا)۔

یعنی جس نے حدیثوں اور تاریخوں کو خوب دیکھا ہے، وہ اس بات کو یقینی جانتا ہے کہ قرآن تواتر کے نہایت اور اعلیٰ درجہ پر رہا ہے، اور ہزاروں صحابی اس کو حفظ اور نقل کرتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جمع اور مؤلف ہو چکا تھا، اور اسی طرح اور علماء کی تصریح ہے۔

سوان قولوں سے معلوم ہوا کہ جمہور امامیہ کے یہی مذہب رکھتے ہیں کہ یہی قرآن رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تھا، اور اتنا ہی تھا ہرگز اس میں سے کچھ ناقص نہیں ہوا، اور تھوڑے سے غیر معتبر لوگوں نے جو اس فرقے سے ایسا اعتقاد کیا ہے سو وہ

اعتقاد مردود ہے، اور جن روایتوں سے انہوں نے تمسک پکڑا ہے وہ روایتیں ضعیف واجب الرد ہیں۔

اور جاننا چاہئے کہ جو روایت آحاد دلیل قطعی کے مخالف ہو وہ مأول ہوتی ہے یا واجب الرد (۱)، اور یہ علماء امامیہ کے اصول مقررہ میں سے ہے، جیسا کہ مجمع البیان کی عبارت سے معلوم ہوا۔

اور مولوی دلدار علی مجتہد لکھنوی اپنی کتاب صوارم میں بارہویں عقیدے کے ذیل میں لکھتا ہے:

"ومانمی گوئیم کہ ہر یک از احادیث کافی گورواۃ آن ضعیف ومجروح باشند قطعی الصدور اند چنانچہ ادعائے آن میکنید وایضا بر تقدیر قطعی بودن ہرگاہ آیات قرآنی منسوخ باشند و ماول چرا بعض احادیث کافی ماول نباشند بنابر مخالف بودن آن از اجماع والاحادیث المستفیضہ"۔

اور کتاب ذوالفقار میں آٹھویں مقدمے کے ذیل میں لکھتا ہے:

"بالاتفاق میاں علماء اہل اسلام قاعدہ مقرر است کہ انچہ از آیات واحادیث کہ برخلاف قطعیات دلالت داشتہ باشد می اندازند، اگر قابلیت داشتہ باشد والا ماول میسازند"۔

سوان کے موافق بعض روایتیں آحاد جو ادلۂ قطعیہ کے مخالف ان کے مذہب میں پائے جاویں گے ان کا کچھ اعتبار نہیں، اور جب کافی کی روایتوں کا یہ حال ہو، جیسا مجتہد لکھنو نے لکھا، تو عین الحیات کی ایک دو روایتیں کس شمار میں ہیں؟ اور اس بعض کے قول کو تمام اماموں کے افعال اور احوال بلکہ خود اسی بعض کا عمل اور اعتقاد باطل ٹھہراتے ہیں، اس لئے ائمہ کے احوال وافعال کا حال تو عنقریب جواب تحقیقی میں

(۱) ﴿اور ابن مظہر علی اپنی کتاب مبادی الوصول الی علم الاصول میں لکھتا ہے "إن خبر الواحد إذا اقتضى علما و لم يوجد في الأدلة القاطعة ما يدل عليه وجب رده. ۱۲ منه﴾

معلوم ہو جائے گا۔

رہے یہ بعض تو ان کا حال بھی یہ ہے کہ وہ نماز میں اسی قرآن کو پڑھتے ہیں، اور تلاوت بھی اسی قرآن کی کرتے ہیں، اور اپنے مردوں کو ثواب بھی اسی قرآن کا بخشتے ہیں اور مسائل شرعیہ کا استنباط بھی اسی قرآن سے کرتے ہیں، گو جہل یا نفسانیت سے ایسا کچھ بھی بکتے ہیں، اور جب اس بعض کے قول کا حال معلوم ہو چکا تو اب تو جواب الزامی اور تحقیقی سنئے۔

جواب الزامی

موشیم اپنی تاریخ کی پہلی جلد میں یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۳۲ء صفحہ ۷۰):

"فرقہ ابیونیہ جو پہلی صدی میں تھا یہ عقیدہ رکھتا تھا، کہ حضرت عیسی صرف ایک آدمی تھے، اور حضرت مریم اور یوسف نجار سے اور آدمیوں کی طرح پیدا ہوئے، اور موسوی شریعت کی اطاعت صرف یہودیوں ہی پر نہیں بلکہ اور لوگوں پر بھی واجب ہے، اور اس کے احکام پر عمل کرنا نجات کے لئے ضرور (ضروری) ہے، اور جو پولوس اس پر عمل کرنے کو ضروری نہیں کہتا تھا، اور بڑے زور سے ان کا مقابلہ کرتا تھا تو اس کو بہت برا کہتے تھے، اور اس کی تحریروں کی نسبت بڑی بے ادبی سے پیش آتے تھے"۔

(یہاں تک موشیم کلام تھا)، اور لارڈنر اپنی کتاب الاسناد کی چھٹی جلد میں ارجن کا قول یوں نقل کرتا ہے (نسخہ ۱۸۲۷ء صفحہ ۳۸۳):

"فرقہ ابیونیہ کے دونوں گروہ کے لوگ پولوس کے نامجات کو رد کرتے تھے، اور پولوس کو دانا اور نیک آدمی نہیں جانتے تھے"۔

پھر اسی صفحہ میں یوسی بیس کا قول یوں نقل کرتا ہے کہ:

"یہ فرقہ پولوس کے نامجات کو رد کرتا تھا، اور اس کو مرتد بتلاتا تھا"۔

اور بیل صاحب اپنی کتاب میں اس فرقے کے بیان میں یوں لکھتا ہے کہ:

''یہ فرقہ عہد عتیق کی سارے مقدس کتابوں میں سے صرف توریت ہی کو مانتا تھا، اور داؤد اور سلیمان اور یرمیا اور خرقیل علیہم السلام کے نام سے نفرت رکھتا تھا، اور عہد جدید سے ان کے پاس صرف متی کی انجیل تھی، اور اس میں بھی بہت جا (جگہ) انہوں نے خرابی کی تھی، اور اول کے دونوں باب نکال ڈالے تھے''۔

پھر بیل صاحب مارسیونی فرقے کے بیان میں لکھتا ہے کہ:

''یہ فرقہ عقیدہ رکھتا تھا کہ دو خدا ہیں، ایک خالق خیر کا، اور دوسرا خالق شر کا، اور کہتا تھا کہ توریت اور عہد عتیق کی سب کتابیں دوسرے خدا کی عطا کی ہوئی ہیں، اور سب عہد جدید کے مخالف ہیں''۔

پھر لکھتا ہے کہ:

''یہ فرقہ عقیدہ رکھتا تھا کہ عیسیٰ مرنے کے بعد جہنم میں اترے، اور وہاں سے قابیل اور سدوم کے لوگوں کی ارواح کو نجات دی، کیوں کہ وہ عیسیٰ کے سامنے حاضر ہوئے، اور انہوں نے اپنی زندگی میں خدا خالق شر کی اطاعت نہ کی تھی، اور ہابیل اور نوح اور ابراہیم اور اور قدماء نیکوں کی ارواح کو دوزخ میں رہنے دیا، کیوں کہ انہوں نے پہلی گروہ کا خلاف کیا تھا، اور یہ فرقہ عقیدہ رکھتا تھا کہ جہاں کا خالق وہی خدا نہیں جس نے حضرت عیسیٰ کو بھیجا ہے، اسی لئے عہد عتیق کی کتابوں کو الہامی نہ مانتا تھا، اور عہد جدید میں لوقا کی انجیل کو مانتا تھا، اور اس میں سے بھی اول کے دونوں باب کو نہیں مانتا تھا، اور پولوس کے نامجات سے دس نامے کو مانتا تھا، پر ان میں بھی جو اس کے خیال کے مخالف تھا اس کو رد کرتا تھا''۔

اور لارڈنر اپنی کتاب ''الاسناد'' کے آٹھویں جلد میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۷ء

صفحہ ۴۸۴:

"مارسیوں نے عہد عتیق کی کتابوں کو بالکل الگ کر دیا تھا، اور کہتا تھا کہ یہ کتابیں اس کے پیچھے ہوئے ہیں، جو سارے گناہوں اور برائیوں کا خالق ہے، اور اس کے پیرو کہتے تھے کہ توریت اور انجیل ایک شخص کی بھیجی ہوئی نہیں، اس لئے کہ بہت سی چیزیں اول میں دوسرے کے مخالف ہیں، اور کہتے تھے کہ اول میں بیان ہے کہ جہاں کا خالق جاہل ہے، کیوں کہ آدم کو پکارا کہ تو کہاں ہے، اور اسی طرح متلون ہے کہ مختلف حکم دیتا ہے، اور جہان کے پیدا کرنے اور ساؤل کے بادشاہ کرنے سے پچھتایا"۔

پھر اسی جلد کے صفحہ ۴۸۶ میں اسی فرقہ کے حال میں لکھتا ہے کہ:

"یہ فرقہ عہد عتیق سے اس قدر نفرت رکھتا تھا کہ عہد جدید کی ان کتابوں سے جس کو وہ مانتا تھا، ان سب درسوں کو جن میں توریت یا اور پیغمبروں کا ذکر تھا، یا ان میں ان کتابوں سے حوالہ لیا گیا تھا، یا ان میں حضرت عیسیٰ کے آنے کی پیشین گوئی تھی یا ان میں باپ کو دنیا کا خالق کہا تھا، نکال کے بہت سے فقرے اپنی طرف سے لگا دئے تھے، اور کہتے تھے کہ یہودیوں کا خدا اور ہے، اور عیسیٰ کا باپ اور، عیسیٰ تو آئین کے مٹانے کو آیا تھا، کیوں کہ وہ انجیل کے مخالف تھا"۔

پھر ان کا حال اسی جلد میں بڑی تفصیل سے مرقوم ہے، اور کچھ تھوڑا سا خلاصہ کے طور پر اس جگہ نقل کیا جاتا ہے کہ مارسیون عہد جدید میں سے کل گیارہ کتابیں مانتا تھا، اور ان کتابوں کو بھی ناقص اور تبدیل کی ہوئی، اور ان کو دو قسم کہتا تھا، انجیل اور نامے، اور انجیل سے صرف لوقا کی انجیل کو مانتا تھا، اور ناموں سے پولوس کے نام جات کو، اور ان دونوں قسموں میں سے بھی بہت کچھ نکال ڈالا تھا، اور بہت جگہ الحاق کیا تھا، اور بعض مقامات نکالے ہوئے ہیں۔

۱- اول کے دونوں باب تمام وکمال۔

۲- تیسرے باب سے مسیح کے اصطباغ کا حال اور نسب نامہ

۳- چوتھے باب سے شیطان کے امتحان کرنے اور مسیح کے ہیکل میں جانے اور اشعیا کی کتاب پڑھنے کا حال

۴- گیارہویں باب سے تمام درس ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۴۹، ۵۰، ۵۱ اور یہ لفظ سوا یونہ نبی کے نشان کے۔

۵- بارہویں باب سے درس ۶ و ۲۸

۶- تیرہویں باب سے ۶ درس ۱ سے ۶ تک

۷- پندرہویں باب سے بائیس درس ۱۱ سے ۳۲ تک

۸- اٹھارویں باب سے ۳ درس ۳۱، ۳۲، ۳۳،

۹- انیسویں باب سے ۱۹ درس، ۲۸ سے ۴۶ تک

۱۰- بیسویں باب سے ۱۱ درس ۹ سے ۱۸ تک،

۱۱- اکیسویں باب سے ۳ درس ۱۸ و ۲۱، ۲۲،

۱۲- بائیسویں باب سے چھ درس ۱۶ و ۳۵ و ۳۹ و ۳۷ و ۵۰ و ۵۱،

۱۳- تیئسویں باب سے تینتالیسویں درس

۱۴- چوبیسویں باب سے ۲۶ و ۲۷ درس اور ان سب خرابیوں کا حال اتے ٹافنیس نے لکھا ہے، اور ڈاکٹر مل (Mill) کہتا ہے کہ:

''چوتھے باب سے ۳۸ و ۳۹ درس کو بھی نکال ڈالا تھا''۔

اور لارڈنر تیسری جلد میں فرقے مانی کنیر کے حال میں لکھتا ہے کہ:

''اگستاین کہتا ہے کہ یہ فرقہ کہتا ہے کہ وہ خدا جس نے موسیٰ کو توریت دی، اور عبرانی پیغمبروں سے بولا سچا خدا نہیں، وہ تو شیطانوں میں سے ایک شیطان ہے، اور عہد جدید کے مقدس کتابوں کو مانتا ہے، پر الحاق کا ان میں قائل

ہے، اور جو اس کے پسند آتا ہے لے لیتا ہے، اور باقی کو ترک کرتا ہے، اور بعض جھوٹی کتابوں کو ان پر ترجیح دے کے کہتا ہے کہ یہ کتابیں بالکل سچ ہیں"۔

پھر لکھتا ہے کہ:

"سب مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ تمام فرقہ مانی کنیر کا ہر وقت میں عہد عتیق کے مقدس کتابوں کو نہ مانتا تھا، اور اعمال ارکلاس میں اس کا یہ عقیدہ لکھا ہوا ہے کہ شیطان نے یہود کے پیغمبروں کو فریب دیا ہے، اور شیطان ہی موسیٰ اور یہودیوں کے پیغمبروں سے بولا ہے۔

اور یوحنا کے ۱۰ باب ۸ درس کو سند لاتے تھے کہ مسیح نے ان سب کو چور اور ڈکیت کہا ہے، اور اعمال حواریین کو نکال ڈالا تھا۔

اور فاسٹس کہتا تھا کہ اگر تم انجیل کو مانتے ہو تو تم کو چاہئے کہ سب ان چیزوں کو مانو جو اس میں لکھے ہیں، اور تم جو عہد عتیق کو مانتے ہو تو کیا ان سب چیزوں کو جو اس میں لکھی ہیں یقین کرتے ہو؟ بلکہ ان پیشن گوئیوں کے سوا جو اس بادشاہ یہود کے حق میں تھیں جس کو تم مسیح کہتے ہو، اور سوا بعض اخلاقی نصیحتوں کے تم اس کی کچھ زیادہ قدر نہیں کرتے، پولوس کی نسبت جو اس کو گندگی خیال کرتا ہے، سو میں کیوں عہد جدید کے ساتھ ایسا ہی نہ کروں کہ جو میری نجات کے لئے ممد اور درست ہے، اسے ہی مانوں، اور ان چیزوں سے انکار کروں جن کو تمہارے باپ دادوں نے اس میں الحاق کر دئے ہیں، اور اس کی خوبصورتی اور بہتری کو بدشکل اور خراب کر دیا ہے، کیوں کہ یہ تحقیق ہے کہ اس عہد جدید کو نہ حضرت عیسیٰ نے لکھا ہے، اور نہ ان کے حواریوں نے، بلکہ ایک مدت کے بعد کسی گمنام شخص نے لکھا ہے، اور اس نے اس لحاظ سے کہ مبادا اس کو ان حالات سے جو لکھتا ہے غیر واقف سمجھ کر اعتبار نہ کریں، حواریوں اور حواریوں کے رفیقوں کے نام لگا دئے ہیں، اور اس نے عیسیٰ کے مریدوں کو بڑی تکلیف دی ہے کہ ان کے نام سے ان کتابوں کو جن میں بہت سی غلطیاں اور تضاد ہیں بنایا،

کیا یہ حضرت عیسیٰ کے مریدوں کے ساتھ جو باہم متفق اور ایک دل تھے برائی کرنی نہیں ہے؟ اور ہم نے یہ دیکھ کر یہ طور درست کرلیا ہے کہ ہر چیز کو موافق قاعدے عقل اور ادراک کی دریافت کر کے ان چیزوں کو جو ایمان میں مفید اور ان کے باپ خدائے بزرگ کی عزت کے قابل ہیں قبول کریں، اور ان چیزوں کو جو مفید اور قابل نہیں، رد کریں، اور جیسے حضرت عیسیٰ نے عہد عتیق میں بعضے چیزوں کو سکھایا، اور اوروں کو رد کیا، اسی طرح سے روح القدس جس کی بابت عیسیٰ نے انجیل میں وعدہ کیا تھا ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم کیا مانیں، اور کیا رد کریں، اور کس لئے ہم روح القدس کے وسیلے سے عہد جدید میں وہی نہ کریں جو تم نے مسیح کے وسیلے سے عہد عتیق میں کیا، خصوصاً اس حال میں جیسا کہ بیشتر کہا گیا ہے کہ اس سے نہ عیسیٰ نے لکھا اور نہ حواریوں نے۔

حاصل کلام کا یہ ہے کہ جیسا تم عہد عتیق سے صرف پیشینگوئیاں اور اخلاق کی باتیں لیتے ہو، اور ختنہ اور قربانی اور یوم السبت وغیرہا کے احکام کو رد کرتے ہو تو پھر اس میں کیا قباحت ہے کہ ہم بھی عہد جدید سے صرف وہی چیزیں مانیں جو اس کی عزت کے قابل ہیں، اور ان کو اس نے یا اس کے حواریوں نے کہا ہے، اور خارج کریں ان کو جو حواریوں نے جہالت سے کہیں یا جھوٹ اور بے حیائی سے ان کی طرف منسوب ہوئیں؟"۔

(یہاں تک لارڈنر کا کلام تھا،) اور یہ تینوں فرقے جن کا عدد تثلیث کے عدد کے موافق ہے مسیحی تھے، اور پروٹسٹنٹوں کی طرح سچے مسیحی ہونے کا دم بھرتے تھے، تو اب وہ پادری لوگ جو بعض شیعوں کا قول الزاماً ہم پر نقل کر کے لاتے ہیں بتلاویں کہ کیا ان باتوں کو مانتے ہیں؟

(۱) حضرت عیسیٰ خدا نہیں، بلکہ صرف ایک آدمی تھے۔

(۲) شریعت موسوی کے احکام کی اطاعت سب پر واجب ہے۔

(۳) عیاذاً باللہ توریت والا خدا شیطان اور جاہل اور متلون ہے۔

(۴) موسیٰ اور سب عبری پیغمبر جن کا مرتبہ اہل اسلام کے نزدیک بھی ابوبکر اور عثمانؓ سے یقیناً بہت بڑا ہے، شیطان کے پیغمبر ہیں۔

(۵) عہد عتیق کی سب کتابیں شیطان کی طرف سے ہیں، اور واجب الرد ہیں۔

(۶) قابیل اور لوط کی قوم کی ارواح جنت میں ہیں، اور نوح اور ابراہیم اور اور نیکوں کی ارواح جہنم میں۔

(۷) عہد جدید سے بہت کچھ واجب الرد ہے، نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ ان فرقوں کا قول ہم پر سند نہیں، ان تینوں فرقوں کا قول تو ایسا تھا جو پروٹسٹنٹوں اور رومن کیتھولکوں کے مقابلے میں کہہ سکتے ہیں، اور پروٹسٹنٹوں کے مقابلے میں جن سے اصلاً ہمارا کلام ہے، یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ رومن کیتھولک کا فرقہ جو باتفاق علماء پروٹسٹنٹ کے ۸۵۳ء میں زور شور سے جہان میں پھیل گیا تھا، اور اب بھی پروٹسٹنٹ کے سارے فرقوں سے چھ گونہ زائد ہے، اسی مجموعہ بائبل میں نو دس کتابیں اور الہامی ٹھہرا کے داخل کرتا ہے، اور عشاء ربانی میں حضرت عیسیٰ کے حضوری کا قائل ہے، اور اس کو سجدہ کرنا فرض جانتا ہے، تو کیا پروٹسٹنٹوں کے پادری ان کے قول کو سند مان لیں گے اور ان کے قول سے ان پر الزام آجائے گا؟

جواب تحقیقی

قرآن میں کمی بیشی کا ہونا عقل اور نقل کے رو سے باطل ہے۔

عقلاً تو اس لئے کہ حضرت کے زمانے میں جو ایمان لاتا تھا، اولاً اس کو قرآن سکھا تا جاتا تھا، اور وہ سیکھنے کے بعد اوروں کو سکھاتا تھا، اور ہزار ہا آدمیوں نے قرآن کو

سیکھ لیا تھا، چنانچہ بعضے بعضے جہادوں میں ستر ستر قاری شہید ہوئے ہیں، اور خود امامیہ کے علمائے فحول کا اقرار ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت اس کے حفظ پر مقرر تھی، اور ہزاروں صحابی اس کو حفظ اور نقل کرتے تھے، اور ایک جماعت نے حفظ کر کے کئی ختم رسول اللہ کے سامنے بھی کئے تھے، اور شروع سے اس کی محافظت اور نگہداشت آخری درجے کی ہوئی ہے، یہاں تک کہ اس کے حرکات اور قرأت اور حروف اور آیات کو بھی اول ہی سے معلوم کر رکھا ہے، جیسا کہ اوپر گذرا، اور حضرت کے زمانے کے بعد سے اب تک یہ حال ہے کہ ہر زمانے میں پشت در پشت جس اقلیم میں اسلام پھیلا وہاں کے شہروں، قصبوں اور گاؤں میں اس کی تلاوت کو بڑی عبادت سمجھتے ہیں، اور رات دن میں نماز اور غیر نماز میں اس کو پڑھتے ہیں، اور مسلمان کا لڑکا جب ہوشیار ہوتا ہے، اور مکتب میں بٹھلایا جاتا ہے تو اول اس کو ضرور تمام قرآن یا بعض قرآن سکھایا جاتا ہے، تو اب عقلاً کس طرح متصور ہو کہ باوجود ان امور کے کسی وقت میں کسی کی شرارت سے کمی بیشی چل جائے۔

اور نقلاً اس لئے کہ خود خدائے تعالی اس کی حمایت اور حفاظت کا وعدہ فرماتا ہے، سورۂ حجر کی نویں آیت میں ہے:

"إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون"

یعنی تحقیق ہم نے آپ اتارا اس قرآن کو اور تحقیق ہم اس کے البتہ نگہبان ہیں (یعنی ہر وقت میں زیادت اور نقصان اور تحریف اور تبدیل سے)

اور تفسیر صراط المستقیم میں جو شیعوں کی معتبر تفسیر ہے یوں ہے:

"أي إنا لحافظون من التحريف والتبديل والزيادة والنقصان"

اور سورۂ حم سجدے میں ہے:

"لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه"

یعنی اس پر (یعنی قرآن پر) باطل (یعنی تحریف) اور تناقص کا دخل نہیں آگے سے نہ پیچھے سے (یعنی کسی وجہ سے)

اور ملا فتح اللہ شیرازی اپنی تفسیر میں دوسری آیت کے ذیل میں ایسا لکھتا ہے جیسا صاحب صراط المستقیم نے اول آیت کے ذیل میں لکھا ہے، اور تفسیر مدارک میں ہے:

"لا یأتیه الباطل التبدیل والتناقص من بین یدیه ولا من خلفه بوجه من الوجوه"

اور سورہ انعام میں ہے:

"لا مبدل لکلماته وهو السمیع العلیم"

صاحب خلاصة المنهج اپنی تفسیر میں اس قول کا ترجمہ یوں لکھتا ہے:

"ہیچ کس نیست کہ تبدیل دہندہ باشد مر اخبار و احکام او را چنانچہ تبدیل دادند توریت را زیرا کہ حق تعالی محافظت او فرمودہ است"

اور "نهج البلاغة" میں جو شیعوں کے نزدیک متواتر ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول یوں منقول ہے:

"ثم أنزل علیه الکتاب نوراً لا یطفأ مصابیحه وسراجاً لا یخبو توقده وبحراً لا یدرك قعره ومنهاجاً لا یضل نامجه وشعاعاً لا یظلم ضوءه وفرقاناً لایخمد برهانه وبنیاناً لا یهدم أرکانه إلی أن قال فهو بحر لا یسترقه المسترقون وعیون لاینضبها المالحون ومناهل لا یغضبها الواردون"

اور کسی شیعہ کو انکار کی مجال نہیں کہ تمام اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی قرآن کی تلاوت کرتے تھے، اور نماز میں اسی کو پڑھتے تھے، اور اسی سے احکام کا

استنباط کرتے تھے، اور اپنے بچوں اور خادموں اور اپنے کنبے کے لوگوں کو اسی قرآن کی تعلیم کرتے تھے، اور اسی کے نماز میں پڑھنے کے واسطے حکم کرتے تھے، اور جس بعض علماء شیعہ نے نقل اور عقل اور اپنے جمہور علماء اور محققین کے خلاف بے ٹھکانے بات کہی ہے اس کو بھی ان امور کو تسلیم کرنا پڑتا ہے، چنانچہ ان کے بعض فتوے میں ہے کہ:

''یہ قرآن مروج بلاشبہ منزل من اللہ اور واجب العمل ہے، اور اس میں ایسا نقصان نہیں جو مانع اور منافی عمل کا اس پر ہو، اسی لئے حضرات اہل بیت علیہم السلام کا بھی عمل اسی قرآن مروج پر تھا، اور حکم عمل کرنے کا اس پر ہم کو بھی ہے، اور بعض قدماء علماء نے ہمارے بالمرۃ انکار نقصان قرآن کا بھی کیا ہے''۔

یہ اس فتوے کی عبارت تھی جو خلاصہ کے طور بقدر حاجت مرقوم ہوئی، مگر اس کی یہ بات کہ ''بعض قدماء علماء نے الخ'' مخدوش ہے، کیوں کہ بعض نہیں بلکہ جمہور امامیہ کا یہی مذہب ہے، جیسا قاضی نور اللہ کے کلام سے معلوم ہوا، مگر یوں کہو کہ کل کے لفظ کے مقابل میں یہ بعض کا لفظ ہے، اور اس سے مراد جمہور ہیں۔

قرآن اور نسخ

چودہواں سوال

قرآن میں منسوخ آیتیں کس لئے ہیں، آیا وقت نزول کے وہ آیت منسوخ ہوگئی یا خدا نے وعدہ کیا تھا کہ فلانی آیت منسوخ ہوجائے گی؟

جواب

چونکہ پادری لوگ یا تو اس سبب سے کہ ان کو اب تک نسخ کے وہ معنی جو اہل اسلام کی مصطلح ہیں، اور اس کو قرآن کی بعضے آیتوں کی نسبت مانتے ہیں معلوم ہی نہیں یا اس وجہ (۱) سے کہ جان بوجھ کر عوام کو مغالطہ دیتے ہیں، اپنے رسالوں میں نسخ کی بابت بہت شور وغل مچاتے ہیں، اور اس کی بابت طرح طرح کی بے فائدہ تقریریں کرتے ہیں، تو بفضل اللہ اس جواب کو تفصیل کے ساتھ لکھوں گا، اور اس جواب کو چھ مباحث پر تقسیم کروں گا۔

پہلے مبحث میں بتلاؤں گا کہ نسخ کس محل میں آتا ہے۔

دوسرے مبحث میں نسخ کے معنی کی توضیح کروں گا۔

تیسرے مبحث میں بتلاؤں گا کہ یہ نسخ عقلاً ممکن ہے، اور عقل کے رو سے اس میں کوئی استحالہ نہیں۔

چوتھے مبحث میں مدلل کروں گا کہ یہ نسخ اگلی شرائع میں بکثرت واقع ہوا ہے، اور اس کی یہ دونوں قسمیں کہ پچھلے نبی کی شریعت میں اگلی شریعت کے بعض احکام کا نسخ

---

(۱) ﴿اور یہی احتمال قوی ہے اس لئے کہ بہت بعید ہے کہ پادری لوگ ہمارے یہاں کے اور اکثر باتوں سے مطلع ہوں اور نسخ کے معنی سے اطلاع نہ رکھتے ہوں اور اس احتمال کی قوت پادریوں کے حال کے ملاحظہ سے بخوبی ہوجاتی ہے اور انشاء اللہ چھٹے مبحث میں اس کے مناسب میزان الحق کے مؤلف کا حال آتا ہے ۱۲ منہ﴾

ہو جائے ایک ہی نبی کے وقت یا اس کی شریعت میں پہلا حکم پچھلے حکم سے منسوخ ہو جائے، اہل کتاب کی مقدس کتابوں کے مطابق یقیناً واقع ہیں۔

پانچویں مبحث میں سائل کے اقوال کی طرف متوجہ ہوں گا۔

چھٹے مبحث میں پادری لوگوں کے بعض بعض قول نقل کر کے رد کروں گا۔ باللہ التوفیق۔

پہلا مبحث

ہمارے نزدیک نسخ صرف اوامر اور نواہی میں آتا ہے، جیسا کہ تفسیر ''معالم التنزیل'' میں لکھا ہے کہ:

"النسخ إنما يعترض على الأوامر والنواهي دون الأخبار"

سو ہم لوگ اس کے موافق قصوں میں ہرگز نسخ کے قائل نہیں، اور نہ امور عقلیہ قطعیہ میں، جیسا یہ کہ خدا موجود ہے، اور نہ امور حسیہ میں مثلاً دن کی روشنی اور رات کی تاریکی۔

اور اوامر اور نواہی میں بھی تفصیل ہے کیوں کہ اولاً یہ بات ضروری ہے کہ وہ امر اور نہی ایسے حکم عملی سے متعلق ہو جو وجود اور عدم کا احتمال رکھتا ہو، اس لئے کہ اگر واجب ہوگا جیسا اللہ پر ایمان لانا اور شرک اور کفر سے بچنا تو اس میں بھی ہم نسخ کے قائل نہیں۔

اور ثانیاً اس حکم عملی محتمل الوجود والعدم کی بھی دو قسمیں ہیں:

ایک دائمی اور مؤبد (۱) جیسا خدا تعالی کا قول ہے (۲): "ولا تقبلوا لهم شهادة أبدا"

سو اس قسم میں بھی ہم نسخ کے قائل نہیں۔

دوسری غیر دائمی اور یہ بھی دو قسم ہے، ایک موقت (۳) جیسا اللہ تعالی نے

(۱) ﴿دائمی اور مؤبد اس کو کہتے ہیں کہ جس کے بیان میں تصریح ہو کہ یہ حکم ہمیشہ کو جب تک دار تکلیف سے آئے گا یا یہ بات کسی دلیل قطعی خارجی سے سمجھی جا رہے ۱۲ منہ﴾

(۲) ﴿یعنی اور نہ مانو ان کی گواہی کبھی ۱۲ منہ﴾

(۳) ﴿موقت اس کو کہتے ہیں کہ اس کے بیان سے سمجھا جائے کہ یہ حکم فلانے وقت تک رہے گا ۱۲ منہ﴾

فرمایا ہے:

"فاعفوا واصفحوا حتي يأتي الله بأمره"

اور اس قسم میں بھی وقت معین سے پہلے ہم نسخ روا نہیں رکھتے۔

دوسری غیر موقت یعنی مطلق، سو اس قسم میں نسخ کو البتہ ہم ممکن جانتے ہیں۔

دوسرا مبحث

نسخ عبارت ہے اس سے کہ پچھلی دلیل شرعی اگلی دلیل شرعی کے حکم مطلق کی اس مدت کو جو اللہ تعالی کے علم میں مقرر تھی بیان کردے، اور یہ اس طور پر ہے کہ علم الہی میں مقرر تھا کہ فلانا حکم اس شکل پر فلانے وقت تک باقی رہے گا، اور اس وقت کے بعد یا تو کچھ اضافہ کرکے اس کو کامل کیا جائے گا، یا اس میں سے کچھ گھٹایا جائے گا، یا بالکل موقوف کیا جائے گا، یا اس کو دوسرے حکم سے بدلا جائے گا، لیکن اس حکم کے بیان میں اس وقت کا بیان نہ ہوا تھا، سو جب وہ وقت آپہنچا تو خدا کے دوسرے حکم میں جو ظاہر میں پہلے حکم کے مخالف معلوم ہوتا ہے اس کا بیان ہوگیا۔

پس اس دوسرے حکم میں گو بظاہر ہم کوتاہ علم آدمیوں کے نزدیک تبدیل معلوم ہوتی ہے، پر حقیقت میں اور خدا تعالی کی نسبت حکم اول کی مدت کا بیان ہے، نہ تبدیل، اس کی مثال بلاتشبیہ یہ ہے کہ مثلاً کوئی امیر کسی شخص کو حکم کرے کہ تو یہ کام کرتا رہ، اور ظاہر میں کوئی مدت مقرر نہ کرے، پر اس امیر نے اپنے دل میں یہ بات ٹھہرائی ہو کہ میں سال بھر اس سے کام لوں گا، اور جب برس دن گذر جاوے اس کو اس خدمت سے معزول کردے۔

پس یہ ظاہر میں شخص معزول کے نزدیک اور اسی طرح ان لوگوں کے نزدیک جن کو اس امیر کے ارادے سے خبر نہیں تبدیل ہے، اور حقیقت میں اور اس امیر کی

نسبت تبدیل نہیں ہے، یا اس کی مثال اس طرح پر ہے کہ گرمی کے موسم مین حکام وقت کے حضور سے ملازمان کچہری کو صبح کے وقت کچہری میں حاضر ہونے کا حکم صادر ہوتا ہے اور حکام کو منظور یہی ہوتا ہے کہ موسم مذکور تک یہ دستور رہے گا، اگر چہ ظاہر میں تصریح نظر نہ آتی ہو۔

پس جب وہ موسم گذر گیا، اور کوئی حکم اس حکم کے خلاف صادر ہوا تو حقیقت میں یہ دوسرا حکم پہلے حکم کی تغییر وتبدیل نہیں ہے، بلکہ اس پہلے حکم کی مدت کا بیان ہے، سوامر اول اور دوم کا لحاظ کر کے ہم عہد عتیق اور جدید کے کسی قصے کو منسوخ نہیں کہتے، ہاں! ان کتابوں کے محرف اور بے سند ،، مروی بروایت آحاد ہونے کے سبب بعضے بعضے قصوں کو جو قطعی دلیلوں کے مخالف ہیں یقیناً کاذب اور غلط جانتے ہیں، مثلاً

(۱) یہ کہ لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا، اور وہ زنا سے حاملہ ہوگئیں، اور انہوں نے دو بچے جنیں، جیسا کہ کتاب پیدائش کے انیسویں باب میں ہے۔

(۲) یا یہ کہ ہارونؑ نے گوسالہ پرستی کی اور بنی اسرائیل سے کرائی، جیسا کہ کتاب خروج کے بتیسویں باب میں ہے۔

(۳) یا یہ کہ داؤدؑ نے اوریا کی جورو سے زنا کیا، اور جب اس کو حمل رہ گیا تو اس کے خاوند کو دغا سے مروا کے اسے اپنی جورو بنا لیا، جیسا کہ سموئیل کی دوسری کتاب کے گیارہویں باب میں ہے۔

(۴) یا یہ کہ سلیمانؑ بڑھاپے میں جوروؤں کے بہکانے سے مرتد ہو کر بت پرست بن گئے تھے، اور بت پرستی کیا کرتے تھے، اور انہوں نے بت خانے بنوائے تھے، جیسا کہ سلاطین کی پہلی کتاب کے گیارہویں باب میں ہے، اور اسی طرح بعض اور قصے

جھوٹے ہیں، اور اس معنی کر کے زبور کو منسوخ نہیں کہتے، اور توریت کے بعض احکام کو منسوخ کہتے ہیں اور بعض کو نہیں، اور اسی طرح انجیل کے بعض احکام کو منسوخ مانتے ہیں، اور بعض کو نہیں اور انجیل کے سارے احکام کو ہرگز ہرگز منسوخ نہیں کہتے، مثلاً مرقس کی انجیل کے بارہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۲۹۔ سب حکموں میں بڑا یہ ہے کہ اے اسرائیل سن وہ اللہ جو ہمارا خدا ہے ایک ہی اللہ ہے۔

۳۰۔ تو اللہ کو جو تیرا خدا ہے اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر بڑا حکم یہی ہے۔

۳۱۔ اور دوسرا جو اس کے مانند ہے یہ ہے جیسا آپ کو ویسا اپنے پڑوسی کو پیار کر۔

سو ان حکموں کو اور ایسا ہی بعض بعض اور حکموں کو ہم منسوخ نہیں مانتے، بلکہ ایسے ایسے حکم باقی رہ کر ہماری شریعت میں اور موکد ہو گئے ہیں۔

تیسرا مبحث

اس معنی کے موافق اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور صفات کی نسبت کوئی قباحت لازم نہیں آتی، اس لئے کہ وہ تو فاعل مختار اور حکیم مطلق ہے سو وہ جیسے اپنی حکمت کے موافق اور کارخانجات میں تغیر وتبدیل کرتا ہے، مثلاً دن سے رات، اور رات سے دن کرتا ہے، اور جاڑے سے گرمی، اور گرمی سے جاڑا لاتا ہے، اور چنگے کو دکھیا، اور دکھیا کو چنگا، اور فقیر کو امیر اور امیر کو فقیر بناتا ہے، گو ہماری عقلیں اس کی حکمت کو پاسکیں یا نہ پاسکیں، ویسا (۱) ہی زمانہ مکان اور مکلفوں کا لحاظ کر کے اکثر انبیاء اولی العزم کے عہد میں بعض بعض حکم مطلق جس کی مدت اس کے علم میں مقرر ہوتی ہے فرماتا ہے، پھر اس

(۱) نہ اس وجہ سے کہ اس کو کچھ عجز ہے یا اس کے علم میں کچھ نقصان ہے ۱۲ منہ

کے میعاد کے گذرنے کے بعد اس مدت کے گذر جانے کو دوسری آیت کے حکم سے ظاہر کر دیتا ہے، اور ہم لوگوں کو اپنے علم کے قصور کے سبب معلوم ہوتا ہے کہ پہلا حکم بدل گیا، اور حقیقت میں اللہ کے علم کی نسبت اس میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ پس اس میں کچھ قباحت نہیں، دیکھو جب طبیب حاذق کسی مریض کا علاج کرتا ہے تو مریض کے مرض اور حال کو خیال کر کے اور موسم اور مکان وغیرہ کا لحاظ رکھ کے دوا اور غذا بتلاتا ہے، اور مریض کو نہیں کہتا کہ فلانی دوا یا غذا کب تک دوں گا، اور اس کے اس فعل کو کوئی بھی جہالت اور سفاہت پر محمول نہیں کرتا، باوجودیکہ یہ تو ایک انسان ناقص العلم ہے، پھر خدا کے ایسے فعل کو کہ حکیم مطلق ہے، اور سب چیز کا ازلاً ابداً اس کو علم ہے، اور ہر حکم کی مدت اس کے نزدیک مقرر ہے کون برا کہے گا، ہاں! اگر حکم دائمی کو یا موقت حکموں کو ان کے وقت سے پہلے یا قصوں اور اخبار کو (ماضیہ ہوں یا حالیہ یا مستقبلہ) یا ایمان کے وجوب یا کفر اور شرک کی حرمت کو منسوخ کرتا، یا ایک ہی وقت میں ایک ہی مکلّف کی نسبت ایک ہی وجہ سے ایک ہی فعل میں کسی حکم مطلق صالح نسخ کو اس کے نسخ سمیت فرماتا تو عقل کے نزدیک برا ہوتا، اور کذب یا جہل یا عبث لازم آتا، لیکن اہل اسلام ایسے نسخ کو کہیں بھی حکم شرعی میں نہیں مانتے، بلکہ حکم دائمی اور قصے اور خبر اور امر عقلی قطعی اور حسی میں مطلقاً اور حکم موقت میں اس کے وقت سے پہلے ممتنع جانتے ہیں، اور حکم مطلق صالح نسخ میں بھی جب جائز رکھتے ہیں کہ وقت اور مکلّف اور وجہ ایک نہ ہوں، اور یہ عین حق ہے۔

دیکھو بنی اسرائیل کو مصر کے خروج سے پہلے کافروں پر جہاد کرنے کا حکم نہ تھا اور مصر سے خروج کے بعد بڑی شدت سے اس کا حکم ہوا، اور یہاں وقت مختلف ہے، اور کاہنوں کی نسبت بہت احکام واجب تھے کہ وہ غیر کاہنوں پر واجب نہ تھے، اور

یہاں مکلّف مختلف ہیں، اور ختنہ اور سبت کی تعظیم اور اسی طرح توریت کے اور سارے احکام عملی یہودیوں پر واجب تھے نہ عیسائیوں پر، اور یہاں زمانہ اور مکلّف دونوں مختلف ہیں، اور یتیم کا مارنا ایذاء کی نیت سے حرام ہے، اور ادب کے لئے جائز ہے، اور یہاں وجہ مختلف ہے۔

چوتھا مبحث

اہل کتاب کی مقدس کتابوں میں نسخ کی یہ دونوں قسمیں کہ پچھلے نبی کی شریعت میں اگلی شریعت کے بعض احکام کا نسخ ظہور میں آوے، یا ایک ہی نبی کے وقت یا شریعت میں پہلا حکم پچھلے حکم سے منسوخ ہو جاوے، اس کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ ان کے انکار اور تاویل کی گنجائش نہیں، اور میں دونوں قسم کی مثالوں میں سے کچھ مثالیں لکھوں گا۔

پہلی قسم کی مثالیں

(ایک نبی کی شریعت سے دوسرے نبی کی شریعت کا نسخ)

پہلی مثال

کتاب پیدائش کے پہلے باب کے تیسویں درس میں حضرت آدم اور ان کی اولاد کے حق میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۳ء و ۱۸۲۹ء):

> "اور زمین کے ہر ایک جاندار اور آسمان کے ہر ایک پرندے کو اور زمین کے ہر ایک رینگ کے چلنے والے کو اور جس میں نفس حیوانی ہے، اور ہر ایک قسم کی سبزی بھی کھانے کو دی"۔

اور یہ مطلب بعضے اور ترجموں سے نہیں سمجھا جاتا، لیکن ان ترجموں کے موافق

جن سے میں نے یہ عبارت نقل کی ہے، کہتا ہوں کہ اس سے سب جانداروں کی حلت معلوم ہوتی ہے، اور چونکہ خون کے کھانے کی حرمت اس میں مصرح نہیں، سو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی جائز ہوگا۔

اور اسی کتاب کے نویں باب میں خدا تعالی کا قول حضرت نوح اور ان کی اولاد کے خطاب میں یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۳۔ اور جو چیز زمین پر چلتی ہے، اور جیتی ہے تمہارے کھانے کے لئے ہے، میں نے ہری ترکاری کے مانند سب چیزیں تم کو عنایت کیں۔

۴۔ لیکن تم گوشت کو لہو کے ساتھ کہ اس کی جان ہے، مت کھانا"۔

اور درس تیسرا اور ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور سب جیتے اور چلتے جانور تمہارے کھانے کے واسطے ہیں، میں نے ان سب کو ساگ پات کے مانند تمہیں دیا"۔

فارسیہ (۱۸۳۹ء):

"ہر چہ متحرک و زندہ باشد برائے طعام از آن شما باشد، چنانچہ سبزہ نورس راہمہ بشما بخشیدہ ام"۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

"وہر زندہ کہ زندگی نماید برای شما طعام خواہد شد، ہمہ راچوں علف سبزہ بشما دادم"۔

عربیہ (۱۶۲۵ء):

"كلما يتحرك وهو حي يكون لكم ماكولا كالبقل الأخضر"۔

اور اس میں بھی پہلے حکم کے طرح سب جانداروں کی حلت کا فتوی ہے، لیکن

اتنا فرق ہے کہ اس میں صراحتہً خون کا کھانا حرام بتلایا، سواس سے اس خون کی بابت وہ پہلا حکم منسوخ ہوا، اوران دونوں کی اباحت عامہ کا فتوی موسوی شریعت سے منسوخ ہوا، کیونکہ حضرت موسیٰ نے قوانین اوراستثناء کی کتاب میں صدہا جاندار کوحرام لکھاہے، اور چار پایوں میں سے فقط انہیں حلال رکھاہے، جواس قاعدے میں جو کتاب قوانین کے گیارہویں باب کے تیسرے درس اور کتاب استثناء کی چودہویں باب کے چھٹے درس میں مرقوم ہے داخل ہو، اور دریائی جانداروں سے فقط انہیں حلال لکھاہے، جواس کا قاعدہ میں جو کتاب قوانین کے گیارہویں باب کے نویں درس، اور کتاب استثناء کے چودہویں باب کے نویں درس میں مصرح ہے داخل ہو، اور جو چار پایہ اور دریائی جانور ان قاعدوں میں داخل نہیں، ان کوحرام بتلایا ہے، اور وہ درس یوں ہیں، ۳ باب ۱۱ قوانین نسخہ (۱۸۲۳ء و ۱۸۲۹ء):

"سب چار پائے کھر والے جن کا کھر چرا ہوا ہو اور وہ جگالی کرتے ہوں تم انہیں کھاؤ"۔

۶ باب ۱۴ استثناء (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اور ہر ایک چار پایہ جس کے کھر چرے ہوئے ہوں، اوراس کے کھر میں شگاف ہو، اور جگالی کرتا ہوتو تم اسے کھاؤ گے"۔

۹ باب ۱۱ قوانین (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اور سب ان میں سے جو پانی میں ہیں جن کا کھانا تمہیں روا ہے سو یہ ہیں سب وہ جانور بے پر ہوں، اور چھلکے دریاؤں میں ہوں یا نالوں میں تم انہیں کھاؤ"۔

۹ باب ۱۴ استثناء:

"آبی جانوروں میں جنکے پر ہوں، اور چھل کے تم انہیں کھاؤ گے"

اور اونٹ اور سور اور خرگوش اور لومڑی اور گدھا اور عقاب اور سیمرغ اور چیل اور کوے کی سب قسمیں اور شتر مرغ اور الّو اور باز اور شاہین اور حواصل اور ہنس اور بگلا اور ہدہد اور چمگادر اور چوہا اور گوہ اور چھپ کلی اور گرگٹ وغیرہا کی حرمت تفصیل سے دونوں بابوں میں بیان ہوئی ہے، اور بڑی تاکید سے ان کے کھانے کی ممانعت بلکہ ان سے بعضے کو ہاتھ لگانے کی بھی ممانعت مرقوم ہے، باب ۱۱ قوانین کا نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء:

"۸۔تم ان کے گوشت میں سے کچھ نہ کھائیو اور ان کی لاشوں کو نہ چھوئیو کہ یہ ناپاک ہیں تمہارے لئے۔

۱۱۔تم ان کے گوشت میں نہ کھاؤ، اور ان کے مرے ہوئے سے گھن کرو۔

۲۴۔اور ان سے تم ناپاک ہوگے اور جو کوئی ان کے مرے ہوئے کو چھولے گا، تو وہ شام تک ناپاک رہے گا۔

۲۵۔اور جو کوئی کسی مرے ہوئے ان میں سے اٹھاوے تو وہ کپڑے اپنے دھووے اور شام تک ناپاک رہے گا"۔

اور اس مثال کو دو فائدوں پر ختم کرتا ہوں۔

پہلا فائدہ

عربی کا مترجم ۱۸۱۱ء والا غضب کر گیا کہ مخالفت کے اڑانے کو کتاب پیدائش کے نویں باب کے تیسرے درس میں تحریف کی راہ سے کچھ بڑھا گیا، اور ترجمہ یوں کیا:

"کل دبیب طاهر حیّ یکون لکم مأکلاً کخضر العشب"۔

یعنی سب چلتے پاک جیتے جاندار تمہارے کھانے کے لئے ہری ترکاری کے مانند ہیں۔

دیکھو یہ مترجم لفظ طاہر کا اپنے طرف سے بڑھا گیا۔

دوسرا فائدہ

کتاب قوانین کے گیارہویں باب کے اکیسویں درس میں عبرانی نسخوں کی عبارت عیسائیوں کے نزدیک ایسی محرف ہے کہ انہوں نے اپنے ترجموں میں اس کو سرے سے چھوڑ دیا ہے، چنانچہ انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں پانچویں ہدایت کے اندر پہلی قسم کے چونویں شاہد میں بیان اس کا آتا ہے۔

دوسری مثال

کتاب پیدائش کے پانچویں باب سے ظاہر ہے کہ آدم کی صلبی اولاد سے آدمیوں کے توالد اور تناسل کا سلسلہ جاری ہوا، اور ظاہر ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا، مگر اس طرح پر کہ بھائی نے بہن سے نکاح کیا ہو، اور حضرت آدمؑ کے عہد میں گو چند مدت تک ضرورت تھی، لیکن توریت کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم تو حضرت ابراہیمؑ کے وقت تک بھی جاری تھا، اور خود حضرت ابراہیم نے بھی اپنی علاتی بہن سارا سے جس کی اولاد میں سارے انبیائے بنی اسرائیل ہیں نکاح کیا تھا۔

کتاب پیدائش کے بیسویں باب کے بارہویں درس میں حضرت ابراہیمؑ کا قول حضرت سارہ کے حق میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۳۹ء):

"اور وہ سچ میری بہن میرے باپ کی بیٹی ہے، پر میری ماں کی بیٹی نہیں، سو میری جورو ہوئی"۔

نسخہ (۱۸۴۲ء):

"اور وہ تو سچ میری بہن ہے، میرے باپ کی بیٹی، پر میری ماں کی بیٹی نہیں، سو میری جورو ہوئی"۔

فارسیہ (۱۸۳۹ء):

"فی الحقیقت خود ہر ملست یعنی دختر پدر من فقط از مادر متولد نشدہ وزن من گردید"۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

"نہایت براستی خواہر ست دختر پدر من امانہ دختر مادرم وبمن زن شد"۔

عربیہ (۱۶۲۵ء):

"وهی أيضاً أنها أختی بالحقيقة ابنة أبی وليس ابنة أمی الخ"۔

ان سب ترجموں کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم کی علاتی بہن تھیں، حالانکہ شریعت موسوی میں مطلق بہن سے نکاح کرنا حرام اور زنا کے برابر ہے، اور دونوں کا مارڈالنا واجب ہے، اور مرد پر لعنت لکھی ہے۔

کتاب قوانین کے اٹھارہویں باب کا نواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ و ۱۸۴۴ء):

"تو اپنی بہن کی برہنگی اور اپنے باپ کی بیٹی اور اپنے ماں کی بیٹی کی برہنگی خواہ وہ گھر میں پیدا ہوئی ہو، خواہ اور کہیں، زنہار ظاہر مت کر"۔

اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں ہے کہ:

"ایسا نکاح زنا کے برابر ہے"۔

پھر اسی کتاب کے بیسویں باب کا سترہواں درس یوں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

"اور اگر کوئی مرد اپنی بہن یا اپنے باپ کی بیٹی یا اپنے ماں کی بیٹی کو لیوے، اور باہم ایک ایک کی برہنگی دیکھیں، یہ نہایت برا کام ہے، وہ دونوں اپنی قوم کے آگے قتل کئے جاویں کہ اس نے اپنی بہن کی برہنگی ظاہر کی، وہ اپنا گناہ اٹھاوے گا"۔

اور کتاب استثناء کے ستائیسویں باب کا بائیسواں درس یوں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

''جو کوئی اپنی بہن، اپنی ماں اور اپنے باپ کی بیٹی کے ساتھ سوئے اس پر لعنت الخ''۔

دیکھو وہ حکم موسوی شریعت میں کیسا منسوخ ہوا، اور کس شدت سے اس کی حرمت بیان ہوئی۔

فائدہ

عربی ترجمے کا مترجم ۱۸۱۱ء والا اپنی بددیانتی سے اس (۱) جگہ بھی نہ چوکا، اور خیانت سے کتاب پیدائش کے بیسویں باب کے بارہویں درس کا اس نے ایسا ترجمہ گول گول کیا کہ اس سے منسوخیت اس حکم کی نہیں جاتی، اور یوں لکھا ہے:

"قريبتي من ابي لا من أمي"۔

یعنی وہ قرابتی میری ہے باپ کے طرف سے نہ ماں کے طرف سے۔

دیکھو باپ کے طرف کی قرابت میں تو چچا کی بیٹی اور پھوپھی کی بیٹی اور ان کے سوا بھی جو حرام نہیں داخل ہیں۔

تیسری مثال

حضرت یعقوبؑ کا پہلے نکاح لابان کی بیٹی لیاہ سے ہوا تھا پھر لیاہ کے جیتے جی راحیل سے، جو لیاہ کی حقیقی بہن تھی نکاح ہوا، جیسا کتاب پیدائش کے انتیسویں باب میں وضاحت کے ساتھ مذکور ہے حالانکہ شریعت موسوی میں جمع بین الاختین (دو

(۱) ﴿جیسا کتاب پیدائش کے نویں باب کے تیسرے درس میں نہ چوکا تھا، اور بیان اس کا پہلی مثال کے اندر گذرا۔ ۱۲ منہ﴾

بہنوں کو جمع کرنا) حرام ہے۔
کتاب قوانین اٹھارہویں باب کا اٹھارہواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء ۱۸۴۲ء):

"اور تو کسی عورت کو اس کی بہن سمیت مت لے، تا کہ اس کی بھی برہنگی ظاہر کرے، پہلی کے جیتے جی کہ یہ اس کا جلانا ہے"۔

چوتھی مثال

حضرت موسیٰ کے باپ عمران نے اپنی پھوپھی یوخابذ کے ساتھ نکاح کیا تھا، اور ہارون اور موسیٰ علیہما السلام اسی سے پیدا ہوئے ہیں۔
کتاب خروج کے چھٹے باب کا بیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"عمرام (۱) نے اپنے باپ کی بہن یوخابذ سے بیاہ کیا، وہ اس سے دو بیٹے جنی، ایک ہارون، دوسرا موسیٰ الخ"۔

اور یہ جملہ "عمرام نے اپنے باپ کی بہن یوخابذ سے بیاہ کیا" اور ترجموں میں یوں ہے (۲) (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"عمرام نے اپنے باپ کی بہن یوخابد سے بیاہ کیا"۔

فارسیہ (۱۸۳۹ء):

"وعمران یوکبد عمہ خود را بنکاح در آورد"۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء): -

"وعمران یوکبد عمہ خود را او ابجتہ خود بزنی گرفت"۔

---

(۱) ﴿عمرام کا لفظ بعضے ترجموں میں میم کے ساتھ اور بعضے ترجموں میں نون کے ساتھ واقع ہوا ہے، اور ہمارے یہاں مشہور نون ہی کے ساتھ ہے۔ ۱۲ منہ"﴾

(۲) ﴿اس ترجمے میں فقط اتنا ہی فرق ہے کہ یوخابد دال مہملہ کے ساتھ لکھا ہے۔ ۱۲ منہ"﴾

عربیہ (۱۸۱۱ء):

"فاتخذ عمرام یوخابذ عمته زوجة له"

اور یہ یوخاند عمرام کی حقیقی پھوپھی تھی، جیسا کہ کتاب شمار کے چھبیسویں باب، اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے چھٹے باب کے ملاحظے سے معلوم ہوتا ہے(۱)، حالانکہ ایسا نکاح شریعت موسوی میں بالکل حرام ہے۔

کتاب قوانین کے اٹھارہویں باب کا بارہواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء، ۱۸۴۲ء):

"تو اپنے باپ کے بہن کی برہنگی ظاہر مت کر کہ وہ تیرے باپ کی رشتہ دار ہے"۔

اور اسی کتاب کے بیسویں باب کا انیسواں درس یوں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

"اور تو اپنی خالا اور اپنی پھوپھی کی برہنگی ظاہر مت کر کہ جس نے ایسا کیا اس نے اپنے قریب کی برہنگی ظاہر کی، اور وہ گناہ کو اٹھاویں گے"۔

فائدہ

پوپ اربانوس ہشتم کے حکم سے ۱۶۲۵ء میں بہت سے زبان داں مسیحی علماء نے جمع ہو کر بڑی کوشش سے بائبل کے عربی ترجمہ کو اصلاح کے بعد لکھا ہے، لیکن ان مترجموں نے اس عیب کے چھپانے کو بے ڈھب اصلاح دی کہ کتاب خروج کے چھٹے باب کے بیسویں درس کے اس جملے کا یوں ترجمہ کیا:

"فتزوج عمران یوخابذ ابنة عمّه"۔

یعنی عمران نے اپنے چچا کی بیٹی یوخابذ سے بیاہ کیا۔

---

(۱) ﴿اور انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں توریت کی بے سندی کے دلیلوں میں بیان اس کا آتا ہے۔ ۱۲ منہ﴾

دیکھو غضب خدا کا کہاں پھوپھی، کہاں چچا کی بیٹی، سہو سے ایسا فرق نہیں پڑتا، اور نسخہ عربیہ ۱۶۷۱ء ۱۸۳۹ء میں بھی ایسا ہی ہے، اور دوسری اور تیسری اور چوتھی مثال کے ملاحظہ سے معلوم ہوگیا کہ حضرت ابراہیم نے اپنی علاتی بہن سے، اور عمرام نے اپنی حقیقی پھوپھی سے نکاح کیا تھا، اور حضرت یعقوب نے جمع بین الاختین کیا۔

بھلا اگر ان سے نکاح پہلی شریعتوں میں جائز نہ ہوتا تو لازم آتا ہے کہ عیاذاً باللہ ان لوگوں نے اپنی ان بیویوں سے ساری عمر زنا کیا ہو، اور ان کی سب اولاد جو ان بیویوں سے پیدا ہوئی حرامی ہو۔

پانچویں مثال

کتاب یرمیا کے اکتیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

۳۱۔ ''دیکھ وے دن آتے ہیں خداوند کہتا ہے کہ میں اسرائیل کے گھرانے سے اور یہوداہ کے گھرانے سے نیا عہد باندھوں گا۔

۳۲۔ اس عہد کے موافق نہیں جو میں نے ان کے باپ دادوں سے باندھا جس دن میں نے ان کی دستگری کی کہ زمین مصر سے انہیں نکال لاؤں، اور انہوں نے میرے اس عہد کو توڑا، باوجودیکہ میں ان کا شوہر تھا خداوند کہتا ہے، اور نئے عہد سے اس جا شریعت مراد ہے''۔

اور یہ قول ''اس عہد کے موافق نہیں الخ'' صریح دلالت کرتا ہے کہ یہ شریعت شریعت موسوی کے مخالف ہوگی، اور عیسائیوں کے مقدس پولوس نامہ عبرانیہ کے آٹھویں باب میں اس خبر کا مصداق انجیل کو ٹھہراتے ہیں۔

پس اس کے موافق شریعت عیسوی شریعت موسوی کی ناسخ ہوئی، یہاں تک وہ مثالیں منقول ہوئیں جو یہودیوں اور عیسائیوں کے الزام کے لئے ہیں۔

اور عیسائیوں کے الزام کے لئے اور مثالیں دیتا ہوں۔

چھٹی مثال

کتاب استثناء کے چوبیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء):

"۱۔ ہر گاہ شخصے زنی را بنکاح خود در آوردہ باشد واد بنظر وے مقبول نگرد وبسبب عیبے کہ دراد یافتہ است پس جائز است کہ طلاق نامہ نوشتہ وبدست وے دادہ از خانہ خود رخصت کند۔

۲۔ اواز خانہ او بیرون رفتہ جائز است کہ بامردے دیگر بنکاح درآید"۔

اور درس دوسرا اور ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۰۴۵ء):

"وبعدازاں کہ از خانہ اش بیرون رفت مختار است کہ منکوحہ دیگرے شود"۔

اس میں صاف حکم ہے کہ موافقت نہ ہونے کی صورت میں عورت کو طلاق دینا جائز ہے، اور طلاق کے بعد اس عورت کو بھی دوسرا نکاح دوسرے شخص سے کر لینا درست ہے، اور جناب مسیح اس کو مان کر اور اسی حکم کا اپنے کلام میں حوالہ دیکر اس پر نسخ کا قلم پھیرتے ہیں۔

متی کے انجیل کے پانچویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء او ۱۸۴۶ء):

"۳۱۔ یہ تو کہا گیا تھا کہ جو کوئی اپنی جورو کو چھوڑ دے، اسے طلاق نامہ دیوے۔

۳۲۔ پر میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوائے حرام کاری کے اور کسی سبب سے چھوڑ دیوے اسے زنا کراتا ہے، اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی عورت کو بیاہ کرے زنا کرتا ہے"۔

اور جب فروسلیون نے اس حکم پر طعن کر کے کہا کہ موسےٰ نے کیوں اجازت دی تھی تو اس کے جواب میں جناب مسیح کا قول متی انجیل کے انیسویں باب میں یوں مرقوم ہے (نسخہاے مذکورہ):

۱۸۔ "موسیٰ نے تمھاری سخت دلی کے سبب سے تمکو اجازت دی کہ اپنی جوروؤوں کو چھوڑ دو، پر ابتدا میں ایسا نہ تھا۔

۹۔ اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوائے حرام کاری کرنے، اور کسی سبب سے طلاق دے اور دوسرے سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے، اور جو کوئی اس چھوڑی گئی عورت سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہے"۔

اور عیسائیوں کے مقدس پولوس گرنتھیوں کے پہلے نامہ کے ساتویں باب میں یوں فرماتے ہیں:

"۱۰۔ پر میں ان کو جن کا بیاہ ہوا ہے، حکم کرتا ہوں، میں نہیں، خداوند حکم کرتا ہے کہ جورو اپنے خصم سے جدا نہ ہووے۔

۱۱۔ اگر جدا ہووے تو بن بیاہے رہے، یا اپنے خصم سے پھر صلح کرے اور خصم اپنی جورو کو نہ چھوڑے"۔

دیکھو جناب مسیح نے ان دونوں حکموں کو جو شریعت موسوی میں تھے مان کر کس تاکید سے منسوخ کیا، اور اس مطلقہ کے نکاح کو زنا کے برابر ٹھہرایا

اور عیسائیوں کے مقدس کے کلام سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ اس نے جناب مسیح کے قول کو بھی منسوخ کیا، کیونکہ ان کے قول میں مصرح تھا کہ حرام کاری کے سبب طلاق جائز ہے، اور اس مقدس کے قول میں مطلق حرمت اس کی بیان ہوئی ہے۔

فائدہ

جناب مسیح کے اس قول سے جو انیسویں باب کے آٹھویں درس میں منقول

ہے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ طلاق پہلے جائز نہ تھی، موسیٰ نے بنی اسرائیل کی سخت دلی دیکھ کر حکم دیدیا تھا، تو طلاق کے حکم میں شریعت موسوی اگلے حکم کی ایک جہت سے اور شریعت عیسوی شریعت موسوی کی دو جہت سے ناسخ ٹھہری۔

اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مکلفوں کا لحاظ کر کے کبھی کبھی حکم ان کے موافق دیا جاتا ہے، گو نفس الامر میں اچھا نہ ہو۔

ساتویں مثال

صدہا چارپائے اور پرند شریعت موسویہ میں حرام تھے جیسا کہ ان کا بیان پہلی مثال میں گذرا۔

آٹھویں مثال

عیدوں کے احکام میں جن کی تفصیل کتاب قوانین کے تیئسویں باب میں ہے اور اس باب کے بعض درسوں میں یہ جملہ (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء ۱۸۴۲ء):

۱۴۔ "تمہارے سارے گھروں میں تمہارے قرنوں کے لئے یہ رسم ابدی ہے۔

۲۱، ۳۱۔ یہ تمہارے سارے مروں میں تمہارے قرنوں کے لئے رسم ابدی ہوگی۔

۴۱۔ یہ تمہارے قرنوں کے لئے رسم ابدی ہوگی"۔

فارسیہ (۱۸۳۹ء):

۱۴۔ "آئینے ابدیست طبقہ بعد طبقہ در ہر جائے کہ سکونت ورزید۔

۲۱۔ آئینی ابدیست ہر جائے کہ سکونت ورزید طبقہ بعد طبقہ۔

۳۱۔ آئینی است ابدی طبقہ بعد طبقہ در ہر جائے کہ سکونت دید۔

۲۱۔ آئینے ابدیست طبقہ طبقہ آنراء رماہ ہفتم عزیز دارید"۔

نویں مثال

سبت کی تعظیم کا حکم کہ حضرت آدم کے عہد سے تھا، اور شریعت موسوی میں اس کے موافق اس دن میں عبادت کے سوا دنیا کا کوئی کام کرنا جائز نہ تھا، یہاں تک کہ کھانے پکانے کے لئے آگ جلانی بھی جائز نہ تھی، اور اس کی محافظت کے لئے عہد عتیق کے کتابوں میں خصوصاً توریت میں آخری درجے کی تاکید تھی، مثلاً کتاب پیدائش کے دوسرے باب کا تیسرا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء ۱۸۲۹ء):

"اور خدا نے ساتویں دن کو مبارک اور مقدس ٹھہرایا کیونکہ اس نے اپنے سارے کاموں سے جو کئے اور بنائے اسی دن آرام پایا"۔

اور کتاب خروج کے بیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۸۔ روز سبت کو مقدس جان کے یاد رکھیو۔

۹۔ تو چھے دن تک محنت اور اپنے سب کام کیجو۔

۱۰۔ لیکن ساتواں دن خدا اپنے خداوند کا ہے، اس میں کوئی کچھ کام نہ کرے، نہ تو اور نہ تیرا بیٹا، نہ تیری بیٹی، نہ تیرا خدمت کرنے والا اور نہ تیری خدمت کرنی والی، نہ تیری مواشی اور نہ تیرا مسافر، جو تیرے دروازے کے اندر ہے۔

۱۱۔ اس لئے خداوند نے چھے دن میں آسمان، زمین، دریا اور سب جو کچھ کہ ان میں ہے بنائے، اور ساتویں دن آرام کیا، اس واسطے خداوند نے یوم سبت کو مبارک کیا اور مقدس ٹھہرایا"۔

اور اسی کتاب کے تیکسویں باب کے بارہویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

''چھے دن تک اپنا کاروبار کرنا، اور ساتویں دن آسائش کیجیو''۔

اور اسی کتاب کے چونتیسویں باب کے اکیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

''چھے دن تک تو کام کیجیو لیکن ساتویں دن آرام کیجیو اگرچہ ہل جوتنے کا یا کھیتی کاٹنے کا وقت ہو، آرام کیجیو''۔

اور کتاب قوانین انیسویں باب کے تیسرے درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۶ء):

''میرے سبتوں کو تلف نہ کرو، میں خداوند تمہارا خدا ہوں''۔

اور کتاب قوانین کے تیئیسویں باب کے تیسرے درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''چھے دن تک کاروبار کیا جاوے، پر ساتویں دن جو سبت راحت کا ہے اس میں مقدس منادی ہوگی، تم کوئی کام نہ کیا کرو یہ تمہارے سب گھروں میں خداوند کا سبت ہے''۔

اور کتاب استثناء کے پانچویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

۱۲۔ ''سبت کے دن کو یاد کرتا کہ تو اسے مقدس جانے جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھے فرمایا ہے۔

۱۳۔ چھے دن تک تو محنت کر، اور اپنے سب کام کیا کر۔

۱۴۔ پر ساتواں روز خداوند تیرے خدا کے سبت کا ہے تو اس دن کوئی کام نہ کر، نہ تو تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی، نہ تیرا غلام نہ تیری لونڈی نہ تیرا بیل اور نہ تیرا گدھا، نہ سب تیرے مواشی اور نہ مسافر جو تیرے گھر میں ہو، تا کہ تیرا غلام اور تیری لونڈی تیرے طرح سے آرام لے۔

۱۵۔ یاد کر بھی کہ تو مصر کی زمین میں غلام تھا، اور خداوند تیرا خدا اپنے

زور اور ہاتھ اور بالا دستی سے تجھ کو وہاں سے نکال لایا، اس لئے خداوند تیرے خدا نے تجھ کو فرمایا کہ سبت کے دن کی محافظت کر"۔

اور کتاب خروج کے اکتیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"۱۳۔ میری سبت کو مانو، اس لئے کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان تمہارے قرنوں میں نشانی ہے، تا کہ تم جانو کہ میں خداوند تمہارا پاک کرنے والا ہوں۔

۱۴۔ پس تم سبت کو مانو، اس لئے کہ وہ تمہارے لئے مقدس ہے جو کوئی اس کو پاک نجانے وہ مارڈالا جاوے، اور جو اس میں کچھ کام کرے وہ اپنی قوم سے کٹ جاوے۔

۱۵۔ چھے دن کام کرنا لیکن ساتواں دن سبت ہے، بلکہ خدا کا مقدس سبت ہے، پس جو کوئی روز سبت کو کام کرے وہ مارڈالا جاوے۔

۱۶۔ پس بنی اسرائیل سبت کو مانیں اور اپنے پشت در پشت عہد ابدی جان کے اس میں اسبات (آرام) کریں۔

۱۷۔ درمیان میرے اور بنی اسرائیل کے یہ علامت ابدی ہے، اس لئے کہ چھے دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا، اور ساتویں دن اسبات کیا اور فراغ (فارغ ہوا) ہوا"۔

فارسیہ (۱۸۳۹ء):

۱۶۔ "بنابریں بنی اسرائیل سبت را محافظت کنند تا روز سبت را طبقہ بعد طبقہ بہ پیمان ابدی مرعی دار۔

۱۷۔ درمیاں من و بنی اسرائیل تا ابدالآباد علامتی است الخ"۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

۱۶۔ ''پس بنی اسرائیل سبت رانگاہ خواہند داشت تا کہ در قرنہائے خود
شان سبت رابعہد دائمی محافظت نمایند۔

۱۷۔ درمیان میں بنی اسرائیل آیت دائمی است الخ''۔

فائدہ

اردو کے مترجم ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء والے نے سولہویں اور سترہویں درس میں ''ازلی'' کالفظ ''ابدی'' کے جگہ سہو سے یا تحریف کی راہ سے لکھا ہے، اور ترجمہ یوں کیا ہے:

۱۶۔ ''یہ ان کے قرنوں میں عہد ازلی ہے۔

۱۷۔ درمیان میرے اور بنی اسرائیل کے یہ علامت ازلی ہے''۔

اور کتاب خروج کے پینتیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

۲۔ ''چھ دن تک کاروبار کیا جاوے اور ساتویں دن تمہارے لئے روز مقدس خداوندی کی راحت کا سبت ہوگا جو کوئی اس میں کار کرے گا، مارڈالا جائے گا۔

۳۔ تم سب کے دن اپنے سب بستیوں (میں) آگ مت جلائیو''۔

اور جن دنوں بنی اسرائیل بیابان میں تھے، ان دنوں میں اتفاقاً ایک اسرائیلی ہفتے کے روز جنگل میں لکڑیاں جمع کرنے لگا اور آدمی اس کو پکڑ کے موسیٰ کے پاس لائے، اور اس پر جو حکم ہوا کتاب شمار کے پندرہویں باب میں یوں مرقوم ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

۳۵۔ تب خداوند نے موسیٰ کو فرمایا کہ یہ شخص مارڈالا جاوے، ساری جماعت خیمہ گاہ کے باہر اس پر پتھراؤ کرے۔

۳۶۔ چنانچہ ساری جماعت اسے خیمہ گاہ کے باہر لے گئی اور اسے سنگسار کیا کہ وہ مرگیا''۔

اور کتاب یرمیاہ کے سترہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

۲۱۔ خداوند یوں کہتا ہے کہ تم آپ سے چوکس رہو اور سبت کے دن بوجھ نہ اٹھاؤ، اور یروشلم کی پھاٹکوں سے مت لاؤ"۔

۲۲۔ اور تم سبت کے دن اپنے گھروں سے بوجھ مت لیجاؤ، اور کسی طرح کا کام نہ کرو، بلکہ سبت کے دن کو مقدس جانو، جیسا میں نے تمہارے باپ دادوں کو فرمایا۔

۲۴۔ اور ایسا ہوگا کہ اگر تم فی الحقیقت میری سنو، خداوند کہتا ہے اور سبت کے دن تم اس شہر کے پھاٹکوں سے بوجھ نہ لاؤ، بلکہ سبت کے دن کو مقدس جانو، یہاں تک کہ اس میں کچھ کام نہ کرو۔

۲۵۔ تو اس شہر کے پھاٹکوں سے بادشاہ اور سردار داخل ہونگے الخ۔

۲۷۔ لیکن اگر تم میری نہ سنو گے کہ سبت کے دن کو مقدس جانو اور سبت کے دن یروشلم کے پھاٹکوں سے بوجھ لیکے داخل نہ ہو، تب میں اس کے پھاٹکوں میں آگ لگاؤں گا، جو یروشلم کے محلوں کو کھا جائے گی، اور نہ بجھے گی"۔

اور کتاب اشعیاء کے اٹھارہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

۱۳۔ اگر تو سبت سے اپنا پانو باز رکھے کہ میرے مقدس میں اپنا کام کرے اور سبت کو نفیس اور خداوند کا مقدس اور عزت والا کہے گا، اور اس کی بزرگی مانے گا کہ اپنے کاروبار نہ کرے، اور اپنی خوشی کے کام موقوف رکھے، اور اپنی دنیاداری کی باتیں نہ کہے۔

۱۴۔ تو تو خداوند میں مسرور ہوگا اور میں ایسا کروں گا کہ تو دنیا کے اونچے مکانوں پر عروج کرے، اور میں تجھے تیرے باپ یعقوب کی میراث سے کھلاؤں گا کہ خداوند ہی کے منھ سے یہ ارشاد ہوا"۔

اور اسی طرح کتاب اشعیا کے چھپنویں باب کے اور کتاب نحمیا کے نویں باب

اور کتاب خرقیل کے بیسویں باب میں سبت کی تعظیم کی بابت مرقوم ہے، اور جناب مسیح کے ہم عہد یہودی ان کو سبت کی محافظت نہ کرنے کے سبب ستاتے تھے، اور اس بات سے بھی ان کے مسیح ہونے سے انکار کرتے تھے، اور منجملہ ان کی دلیلوں کے اب بھی یہ ایک دلیل ہے کہ اب تک اس کے سبب ان کے مسیح ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

یوحنا کے پانچویں باب کا سولھواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"سب یہودی یسوع کو ستا کے اسکے قتل کے درپے ہوئے کہ اس نے سبت کے دن یہ کام کیا تھا"۔

اور اسی انجیل کے نویں باب کے سولہویں درس میں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

"تب فروسیوں میں سے بعضوں نے کہا یہ آدمی خدا کے طرف سے نہیں، کیونکہ سبت کے دن کو نہیں مانتا"۔

اب دیکھو کہ عیسائیوں کے مقدس ان سب چیزوں کی بابت جو ساتویں مثال سے نویں تک مذکور ہے کیا ارشاد کرتے ہیں، اور کس تیزی سے ان پر نسخ کا قلم پھیرتے ہیں، کلیسیوں کے نامہ کے دوسرے باب میں یوں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ و ۱۸۴۴ء):

۱۶۔ کوئی تم پر کھانے پینے میں یا عید یا نئے چاند میں یا سبت کے دن ماننے میں حکومت نہ کرے۔

۱۷۔ کہ یہ سب آنے والی چیزوں کے سایہ تھے، پر اصل مسیح ہے، حالانکہ توریت سے کہیں بھی ان چیزوں کا ظل ہونا نہیں سمجھا جاتا، بلکہ اللہ تعالیٰ حرام جانوروں کو ناپاک بتلاتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں قدوس ہوں، تم بھی ناپاک سے بچ کر مقدس بنو"۔

اور عید فطیر کی روٹی کی بابت کتاب خروج کے بارہویں باب کے سترہویں درس میں یوں ارشاد کرتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”اورتم فطیری روٹی کی یہ عید یادرکھیو، کیونکہ اسی دن تو میں تمہارے لشکروں کومصر کے زمین سے باہر لایا ہوں، اس لئے تم اس دن کو اپنی قرنوں میں مداومت کے لئے ابدتک یادرکھیو“۔

اورعید خیام کے بابت کتاب قوانین کے تیئسویں باب کے تینتالیسویں درس میں یوں فرماتا ہے(نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”تاکہ وے جو تمہارے نسل سے ہیں جانیں کہ جب میں بنی اسرائیل کوزمین مصر سے نکال لایا تو میں نے انہیں خیموں میں آباد کیا، میں یہواہ تمہارا خدا ہوں“۔

ان درسوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان عیدوں کی ابدیت کا سبب یہ بتلایا کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالی کے احسان کی یادگاری رہے، نہ یہ کہ یہ چیزیں کسی آگے آنے والی چیز کی ظل ہوں۔

اورسبت کی تعظیم کی ابدیت کا سبب یہ فرمایا کہ:

”میں نے مخلوقات کو چھے دن میں پیدا کر کے ساتویں دن آرام کیا، اس لئے سبت کو مبارک اور مقدس ٹھہرایا“۔

سواس صورت میں ان چیزوں کوظلیت سے کیا علاقہ؟ بہر حال ظلیت ان کی کسی تاویل کے موافق صحیح نکلے یا نہ نکلے، اتنی بات تو ہر حال میں متحقق ہے کہ ان کے مقدس نے انہیں ظل ٹھہرا کر ملیامیٹ کرڈالا۔

اورتفسیر ڈوالی اوررچرڈ مینٹ میں برکٹ اور ڈاکٹر وٹ بی کا قول کلیسیوں کے نامہ کے دوسرے باب کے سولہویں درس کی شرح میں یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۸ء):

”یہودیوں میں تین طرح کے دن (یعنی عیدین) مقرر تھیں یعنی برس

برس میں، مہینے مہینے میں، ہفتے ہفتے میں، یہ سب منسوخ ہوئیں، بلکہ یوم السبت بھی اور عیسائیوں کا پہلے دن کا سبت اس کے قائم مقام کیا گیا"۔

اور بشپ ہارسلی اس درس کی شرح میں یوں لکھتا ہے:

"یہود کے کلیسے کی سبت موقوف ہوئی، اور عیسائی اپنی سبت کے عمل میں فروسیوں کے لڑکپنی کے رسموں پر نہیں چلے"۔

اور جامعین تفسیر ہنری اور اسکاٹ کے اسی درس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"چونکہ حضرت عیسیٰ نے رسوماتی آئین کو منسوخ کر دیا، اب کوئی آدمی غیر قوموں کو اس کے لحاظ نہ کرنے سے الزام نہ لگاوے"۔

اور باسوبر اور لیافان لکھتے ہیں کہ:

"اگر تمام آدمیوں اور دنیا کی تمام قوموں پر یوم السبت کی حفاظت واجب ہوتی تو وہ ہرگز منسوخ نہ ہوتا، جیسا اب حقیقت میں منسوخ ہو گیا، اور عیسائیوں کو لازم ہوتا کہ پشت در پشت اس کی حفاظت کرتے، جیسا انہوں نے شروع میں یہود کی تعظیم و تواضع کی سبب کیا تھا"۔

اور طرفہ یہ ہے کہ توریت کے حکم کے موافق اسرائیلی باایمان کے حق میں حرام جانوروں کا کھانا حرام ہے، اور ان کے مقدس کے ارشاد کے موافق فقط بے ایمانوں کے حق میں حرام ہے، اور ایمان والوں کے لئے سب حرام جانور، بلکہ کتا اور سور اور بتوں کی قربانی اور مردار بھی سب حلال اور طیب ہیں، اور اس مقدس کا اباحت عامہ کا فتوے کہ جس سے ظاہر میں گوہ اور موت (پاخانہ پیشاب) کی نجاست بھی نہیں سمجھی جاتی، نامہ رومیہ کے چودہویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"میں خداوند یسوع کے ارشاد سے واقف ہوں، اور یقین جانتا ہوں کہ کوئی چیز ناپاک نہیں ہے، لیکن جو کوئی ناپاک جانتا ہے اس کے لئے وہ ناپاک

ہے"۔

اور طیطس کے نامہ کے پہلے باب کے پندرہویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"پاک لوگوں کے لئے سب کچھ پاک ہے، اور ناپاکوں اور بے ایمانوں کے لئے کچھ پاک نہیں، بلکہ ان کی عقل اور دل ناپاک ہیں"۔

شاید بنی اسرائیل پاک نہ تھے، کہ ان کے لئے ہزاروں چرند اور پرند حرام تھا، یہ پاکی فقط حضرات عیسائیوں کو حاصل ہوئی"۔

اور اس مقدس نے ان کی حرمت اڑانے کو اپنے پہلے نامہ کے چوتھے باب میں تمتھی کو یوں لکھا ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

۴۔ خدا کی ہر ایک پیدا ہوئی چیز اچھی ہے، اور کچھ رد ہونے کے لائق نہیں، اگر شکر گزاری سے لیویں۔

۵۔ کہ وہ خدا کے کلام اور دعا سے پاک ہوتی ہے۔

۶۔ سو اگر تو بھائیوں کو یہ باتیں یاد دلاوے تو تو مسیح کے دین کی اور اچھی نصیحت کی بات سے جس میں سکھلایا گیا ہے پرورده ہو کے مسیح کا اچھا خادم ہوگا"۔

دسویں مثال

کتاب پیدائش کے سترہویں باب میں ختنہ کا حکم یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۹۔ پھر یہواہ نے ابراہیم سے کہا کہ تو جو ہے تو میرے عہد کو قائم رکھ، اور تیرے بعد تیری اولاد پشت بہ پشت۔

۱۰۔ سو میرا عہد جو تیرے ساتھ اور تیرے بعد تیرے نسل کے ساتھ جسے

تم قائم رکھو گے یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ ختنہ کروائے۔

۱۱۔ اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کٹواؤ اور وہ میرے اور تمہارے بیچ عہد کی علامت ہوگی۔

۱۲۔ اور تم میں آٹھ دن کے لڑکے کا یعنی تمہارے قرنوں میں ہر ایک لڑکے کا خانہ زاد ہو یا زر خرید، اور ان سب پردیسی لڑکوں کا جو تیری اولاد نہیں ہیں ختنہ کیا جاوے گا۔

۱۳۔ لازم ہے کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زر خرید کا ختنہ کیا جاوے اور میرا عہد تمہارے جسموں میں عہد ابدی ہوگا۔

۱۴۔ اور وہ فرزند نرینہ جو نامختون ہو جس کی بدن کی کھلڑی کٹی نہ ہووے، اپنی قوم سے کٹ جا، کہ اس نے میرا عہد توڑا"۔

اور یہ قول "تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ ختنہ کروائے" اور یہ قول "تم اپنے بدن کی توڑا" اور یہ قول "تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ ختنہ کروائے" اور قول "تم اپنے بدن کی کھلڑی کٹواؤ" اور یہ قول "تم میں آٹھ دن کے لڑکے کا الخ" اور یہ قول "میرا عہد تمہارے جسموں میں عہد ابدی ہوگا" اس بات کی دلیل قطعی ہے کہ ختنہ سے مراد جسمانی ختنہ تھی نہ ختنہ دلی، اسی لئے اسی دن حضرت ابراہیم نے اپنی اور اپنے بیٹے اسمٰعیل کی اور اپنے سارے مردوں متعلقین کی ختنہ کروائی، اور چونکہ یہ عہد ایسا تھا کہ ابراہیم کی اولاد اس کو ابدی جان کر پشت در پشت وفا کرتے رہے تو ابراہیمؑ کی اولاد میں اس کا رواج پڑا، چنانچہ اسمٰعیل کی اولاد میں تو اب تک جاری ہے، اور انشاء اللہ شریعت محمدی کے متبعین پر قیامت تک جاری رہے گا، اور اسحاق کی اولاد میں حضرت عیسیٰ کے عروج تک علی الاطلاق جاری تھا، اور یہودیوں میں اب تک جاری ہے۔

اور کتاب قوانین کے بارہویں باب کے تیسرے درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”اور آٹھویں دن لڑکے کا ختنہ کیا جاوے“۔

اور اسی حکم کے موافق حضرت عیسیٰ کی بھی آٹھویں دن ختنہ ہوئی تھی۔

لوقا کے انجیل کے دوسرے باب کے اکیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

”آٹھویں دن جب لڑکے کا ختنہ ضرور ہوا، اس کا نام یسوع رکھا گیا“۔

اور مسیحیوں میں یادگاری کے لئے اس دن ایک نماز مقرر ہے، اب دیکھئے کہ جناب پولوس اس کے نسخ میں کیا شور مچاتے ہیں، اور گلاتیوں کے نامہ کے پانچویں باب میں یوں فرماتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

”۲۔ میں ہر ایک پاول تم سے کہتا ہوں اگر تم مختون ہو تو مسیح سے تمہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

۳۔ میں ہر ایک مختون آدمی کو یہ گواہی دیتا ہوں کہ وہ شریعت کے سارے حکموں پر عمل کرنے میں مجبور ہوا۔

۴۔ اگر تم شریعت سے نیک بننے چاہتے ہو تو مسیح سے جدا ہو کے فضل سے گرے ہو۔

۶۔ کہ مسیح یسوع کے طریق میں مختونی اور نامختونی میں کچھ مضایقہ نہیں الخ“۔

پھر اسی نامہ کے چھٹے باب کے پندرہویں درس میں فرماتے ہیں:

”مسیح یسوع کے طریق میں مختونی اور نامختونی میں کچھ مضائقہ نہیں، لیکن نیا مخلوق اصل ہے۔(۱)

دیکھو توریت کے موافق جیسا غیر مختون اپنے قوم سے کٹ جاتا تھا ویسا ہی جناب

---

(۱) ورس چھٹے باب پانچویں اور درس پندرہویں کے چھٹے کی تصحیح کے واسطے شروع ملت مسیحی میں کسی حضرت عیسائی نے غضب کیا کہ کتاب خورد پیدائش کی جعلی اپنی طرف سے عبری زبان میں بناڈالی اور اسے حضرت موسیٰ کی تصنیف بتلا دیا، جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ سترہویں سوال کے جواب میں اس کا ذکر آتا ہے ۱۲ منہ رحمۃ اللہ

پولوس کے ارشاد کے موافق جو مسیحی مختون ہوں عیسوی مذہب سے کٹ جاتا ہے۔

گیارہویں مثال

بہت حکم قربانیوں کے شریعت موسویہ میں دائمی تھے، وہ سب یک لخت منسوخ ہوئے۔

بارہویں مثال

بہت حکم ہارون اور ان کی اولاد کے لئے ابدی تھے، مثلاً کتاب خروج کے ستائیسویں باب کے اکیسویں درس میں چراغ جلانے کی خدمت کے بابت یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''دہارون اور بیٹے اس کے شام سے صبح تک روبرو خاوند کے اس چراغ کو رکھیں، یہ دستور العمل بنی اسرائیل میں ان کی پشت در پشت ہمیشہ جاری رہے''۔

اور یہ جملہ ''یہ دستور العمل الخ'' اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ ۱۸۳۹ء):

''ایشان را پشت در پشت در حق بنی اسرائیل آئینے ابدی باشد''۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

''واین بر تمامی بنی اسرائیل پشت در پشت آئین ابدی باشد''۔

پھر اسی کتاب کے اٹھائیسویں باب کے تینتالیسویں درس میں لباس کی بابت خدمت کے وقت یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''یہ دستور العمل اس کے لئے اور بعد اس کے اس کی نسل کے لئے ابد تک ہوئے''

فارسیہ ۱۸۳۹ء:

''این رسم برائے وے و برائے اولادش بعد از وے آئینے ابدی باشد''۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

"این از برائے او وہم برائے ذریۃ اش بعد از و آئین ابدی باشد"۔

پھر اسی کتاب کے انیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء ۱۸۲۹ء):

"۹۔ کاہن ہونا ان کی رسم ہمیشہ کے لئے ہو۔

۲۸۔ یہ ہارون اور اس کے بیٹوں کے لئے سب بنی اسرائیل میں ہے، آخر زمانے تک رسم ہوگی"۔

نسخہ (۱۸۴۲ء):

۹۔ "کاہن ہونا ان کا حق ہمیشہ کے لئے ہو۔

۲۸۔ یہ ہارون اور اس کے بیٹوں کے لئے سب بنی اسرائیل میں سے آخر زمانے تک رسم ہوگی"۔

پھر کتاب قوانین کے چھٹے باب کے بائیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء ۱۸۲۹ء):

"اور جو کاہن اس کے بیٹوں میں سے اس کی جگہ ممسوح ہو تو وہ اسے لاوے، یہ رسم ہمیشہ کے لئے ہے"۔

نسخہ (۱۸۴۲ء):

"اور جو کاہن اس کے بیٹوں میں اس کی جگہ ممسوح ہو وہ اسے لاوے، یہ خداوند کا حق استمراری ہے"۔

پھر اسی کتاب قوانین کے ساتویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۳۴۔ ہلانے کا سینہ اور اٹھانے کا شانہ بنی اسرائیل کے سلامتی کی قربانیوں میں سے میں نے لیا، اور ہارون کاہن اور اس کے بیٹوں کو دیا، اور یہ رسم بنی اسرائیل کے لئے ہمیشہ کو ہے۔

۳۵۔ ان آگ کی قربانیوں میں سے جو ہارون اور اس کے بیٹے جس دن میں ممسوح

ہوں گے، تا کہ یہواہ کے لئے کاہن ہوں، لادیں ان کا یہ حکم ہے۔

۳۶۔ اسے بنی اسرائیل یہواہ کے امر سے جس دن میں کہ وہ ممسوح ہوں انہیں دیویں، اور یہ ان کے قرنوں کے لئے ہمیشہ کو رسم ہے"۔

اور یہ جملہ "یہ رسم بنی اسرائیل کے لئے الخ" اور اسی طرح یہ جملہ "یہ ان کے قرنوں کے لئے الخ" ترجمہ ۱۸۴۲ء میں یوں ہے:

"یہ رسم بنی اسرائیل کے لئے ہمیشہ کو ہے، اور یہ ان کے قرنوں کے لئے ہمیشہ کو رسم ہے"۔

پھر اسی کتاب قوانین کے دسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۸۔ پھر یہواہ نے خطاب کر کے ہارون کو فرمایا۔

۹۔ کہ جب تم جماعت کے خیمہ میں داخل ہو تو تم شراب اور کوئی چیز جو متوالی کرنے والی ہو نہ پی جیو، نہ تو اور نہ تیرے بیٹے، تا کہ تم ہلاک نہ ہو، اور یہ تمہارے لئے تمہارے قرنوں میں ہمیشہ تک رسم ہے۔

۱۰۔ تا کہ تم حلال اور حرام اور پاک اور ناپاک میں تمیز کرو"۔

دیکھو ان احکام کے بیان میں بعض بعض لفظ مثلاً (۱) پشت در پشت (۲) آئین (۳) ابدی ابد تک (۴) ہمیشہ کو (۵) آخر زمانے تک ہدایۃً اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ یہ احکام معیادی نہ ہوں، باوجود اس کے شریعت عیسوی میں یک لخت منسوخ ہوئے۔

فائدہ

کتاب قوانین کے دسویں باب کی عبارت سے شراب کی برائی بھی معلوم ہوگئی، اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ اور اسی طرح اور نشے کی چیزیں ایسی بری ہیں کہ ان کے پینے والوں کو حلال اور حرام میں تمیز نہیں رہتی، اور سچ بھی یہی ہے۔

دیکھو ان کے مقدس کتابوں کے موافق نوح نے نشہ میں مست ہوکر اپنے کپڑے پھینک دئے تھے، اور ننگے بن گے تھے، اور لوط علیہ السلام نے نشے میں دورات برابر اپنے دو بیٹیوں سے زنا کیا تھا، جیسا کہ انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں آتا ہے، اور جب نبیوں کا یہ حال ہو تو دوسروں کا کیا ذکر، اور حضرت اشعیا کے اقرار کے موافق اسی ام الخبائث اور نشے کی چیزوں کے صدقے سارے بنی اسرائیل سے کیا عامی، کیا کاہن، کیا نبی کجرویاں، اور گمراہیاں ظاہر ہوئیں کہ کاہن اور پیغمبر تک نشے سے مست ہوکر گمراہ اور کجرو بنے۔

کتاب اشعیا کے اٹھائیسویں باب کا ساتواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۳۸ء):

”فاما ایشان نیز بسبب مے گمراہ شدند و بسبب مسکر کجرو گشتند ہم کاہن و ہم نبی بسبب مسکر گمراہ شدند، از مے بیہوش گشتند بسبب مسکر کجرو شدند درعالم رویا گمراہ شدند، درراہِ عدل لغزیدند“۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

"اما ایشان نیز از شرابِ ضالہ واز مسکرات گمراہ شدند، ہم کاہن وہم پیغمبر با مسکرات گمراہ، واز شراب سرگردان گردید، واز مسکرات آوارہ شدہ، دررویا خاطی وودرفتوی ساہی اند"۔

اور حضرت اشعیا شراب اور نشے کے پینے والوں پر واویلا بولتے ہیں، ان کی کتاب کے پانچویں باب کا بائیسواں درس یوں ہے (فارسیہ ۱۸۳۸ء):

"وائے برکسانیکہ درنوشیدن مے ذوقدرت اند وبر مخلوط کردن مسکر شجاع"۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

"وامے برآنانیکہ بنوشیدن شراب پہلوان وودرمزج مسکرات قوت مند اند"۔

اور کتاب شمار کے چھٹے باب کے تیسرے درس اور کتاب قضات کے تیرہویں باب کے چوتھے اور چودہویں درس اور کتاب امثال تیسویں کے اکتیسویں باب کے اکتیسویں اور تیسویں درس اور نامہ رومیہ کے تیرہویں باب کے تیرہویں درس اور گرنتھوں کے پہلے نامہ کے پانچویں باب کے گیارہویں درس اور چھٹے باب کے دسویں درس اور افیسیون کے نامہ کے پانچویں باب کے اٹھارہویں درس میں شراب کی ممانعت اور مذمت مذکور ہے، اور فرشتہ نے زکریا سے خوشخبری دینے کے وقت یحییٰ کی تعریف میں یوں بھی کہا تھا جو لوقا کے پہلے باب کے پندرہویں درس میں یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء ۱۸۴۴ء ۱۸۴۶ء):

"نہ شراب اور نہ کوئی نشہ پیے گا"۔

دیکھو اسی شراب کو عیسائی لوگ شربت اور دودھ کی طرح طیّب سمجھ کر پیتے ہیں، انبیاء سے تو نشے میں حلال اور حرام اور پاک اور ناپاک میں تمیز نہیں ہوئی، شاید

ان سے ہوتی ہوگی، اور بنی اسرائیل کے تو سب آدمی کیا عامی، کیا کاہن، کیا نبی نشے کے چیزوں سے کجرو اور گمراہ ہوئے تھے، شاید یہ نہ ہوتے ہوں گے، اور پروٹسٹنٹوں میں تو شراب نوشی کی وہ کثرت ہے جس کی انتہا نہیں، لنڈن میں جب سے یہ مذہب پھیلا تب ہی سے اس کی کثرت شروع ہوئی۔

مرآۃ الصدق میں ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء صفحہ ۷۳):

"مکروہ عیب شراب خوری کا پروٹیسٹانٹ مذہب میں ایسا ترقی پر ہوا ہے کہ جان وارٹر کہتا ہے کہ سن سولہ سو اٹھاسی میں فقط لنڈن شہر میں اتنے شراب خانے تھے کہ جتنے ولایت کے دس کاتولیک شہروں میں ہوں، اور شاید کہ جتنے کل کاتولیک بادشاہت میں کام آویں"۔ اور سن سولہ سو اٹھاسی کا یہ حال تھا، اور اب کا تو کیا ذکر"

اور چونکہ توریت کے جزئی جزئی احکام منسوخہ کے نقل کرنے میں بڑی درازی ہوتی ہے، اس لئے انہیں بارہ مثالوں پر اکتفا کر کے کہتا ہوں کہ حواریوں نے کونسل کر کے بتوں کی قربانی اور لہو اور گلا گھونٹے مردار کے کھانے کی حرمت اور اسی طرح زنا کی حرمت باقی رکھ کے توریت کے اور سب احکام کو جوان چار کی حرمت کے سوا تھے یک لخت منسوخ کر دیا تھا، اور اشتہار کے طور پر ایک خط لکھ بھیجا تھا کہ جس کی نقل کتاب اعمال کے پندرہویں باب میں ہے، اور بعضے فقرے اس خط کے یوں ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء، ۱۸۴۴ء، ۱۸۴۶ء):

"۲۴۔ جب کہ ہم نے سنا کہ بعضوں نے ہم میں سے نکل کے تمہیں باتیں کہہ کے گھبرا دیا، اور یہ کہہ کے تمہارے دلوں کو بے قرار کیا کہ ختنہ کراؤ، اور شریعت پر چلو، باوجودیکہ ہم نے انہیں یہ حکم نہیں دیا تھا۔

۲۸۔ کیونکہ روح قدس کو اور ہم کو بھی اچھا لگا کہ سوا ان باتوں کے جو

ضروری ہیں تم پر زیادہ بوجھ نہ ڈالیں۔

۲۹۔ کہ تم بتوں کے لئے ذبح ہوئی چیزوں سے اور لہو اور گلا گھونٹا ہوا مردار کھانے سے، اور زنا کاری سے پرہیز کرو، ان سے اگر اپنے تئیں باز رکھو گے تو بھلا کرو گے، تم پر سلام۔

پھر ان چار چیزوں میں سے بھی زنا کے سوا عیسائیوں کے مقدس پولوس کے فتوی اباحت عامہ کے موافق جس کی نقل نویں مثال میں گذری تین چیز کی حرمت منسوخ ہوئی (۱)، اور اس پر جمہور مفسرین کا اتفاق ہے، سو اب مسیحیوں کے نزدیک ان تینوں چیزوں کا کھانا سور کے مثل حلال طیب ہے۔

اور ولیم میور صاحب اپنی تاریخ کلیسیا کے پہلے باب کے ستائیسویں دفعہ کے حاشیہ میں یوں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۸ء صفحہ ۲۰):

"ان چیزوں میں سے انجیل کی تعلیم کے موافق کوئی بات سوائے حرام کاری کے منع نہیں ہے، کیونکہ خدا کا سب مخلوق نیک اور حسن ہے، اور کوئی چیز رد کرنے کے لائق نہیں، اگر شکر گزاری سے لیجاوے"۔

طیطوس کا پہلا خط ۴ باب ۴ آیت:

"اور پھر کوئی چیز نفس الامر ناپاک نہیں ہے"۔

رومیوں کا خط ۱۴ باب ۱۴ آیت:

"فقط پس اور شلیم کی جماعت نے اس وقت یہ ممانعت اس واسطے کی کہ یہودی عیسائی جو اپنے قدیم دستورات مانتے تھے بیزار اور آزردہ دل نہ ہوں۔

اور اس قول سے "اور شلیم کی جماعت نے اس وقت الخ" صاف یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ مکلفوں کے حال کو شارع لحاظ کر کے حکم دیتا ہے، اور مقتضائے وقت کے

(۱) ﴿لیکن اتنی کسر رہ گئی کہ اگر زنا کی حرمت بھی منسوخ ہو جاتی تو اس مذہب میں بہت ہی وسعت ہو جاتی، اور بہت لوگ عیسائی ہونے پر رغبت کرتے۔ ۱۲ منہ﴾

موافق عمل کر کے پھر اس کو منسوخ کر دیتا ہے، اور زنا میں جو توریت کے اندر حد تھی، اور شریعت عیسوی میں کچھ اس پر حد مقرر نہیں، تو اس اعتبار سے اس میں بھی نسخ واقع ہوا، پس اب توریت کا کوئی حکم عملی نہیں نکلتا کہ انجیل کے موافق منسوخ نہ ہو، اور اس منسوخیت کے بابت عیسائیوں کے مقدس پولوس اپنے کلام میں بڑا ہی شور مچاتے ہیں، اور بعض دفعہ دعویٰ کرتے ہیں کہ بعد والی شریعت میں پہلی والی شریعت کے بعض احکام کا منسوخ ہونا ضروری ہے، اور واجب ہے مثلاً گلاتیوں کے نامہ کے دوسرے باب میں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء ۱۸۴۴ء):

"۲۵۔ میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہوں لیکن زندہ ہوں، میں نہیں بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے، اور میں ابھی اس جسم میں زندہ ہو کے خدا کے بیٹے پر جس نے مجھے پیار کیا، اور آپ کو میرے بدلے دیا، اس پر ایمان لا کے اوقات بسر کرتا ہوں۔

۲۱۔ میں خدا کے فضل کو ناچیز نہیں کرتا، کیونکہ نیکی اگر شریعت سے ملتی ہے تو مسیح نے بے فائدہ جان دی"۔

ڈاکٹر ہمنڈ بیسویں درس کی شرح میں یوں لکھتا ہے:

"اس نے میرے لئے اپنی جان دیکر موسیٰ کی شریعت سے مجھے خلاصی دی"۔

اور اکیسویں درس کی شرح میں لکھتا ہے:

"یہ اس لئے میں استعمال کرتا ہوں، اور نجات کے لئے شریعت پر بھروسہ نہیں کرتا، اور نہ موسیٰ کے احکام کو ضرور سمجھتا ہوں، اس لئے کہ وہ تو گویا مسیح کی انجیل کو بے فائدہ کرنا ہے"۔

اور ڈاکٹر وٹ بی اکیسویں درس کی شرح میں یوں لکھتا ہے کہ:

"اگر ایسا ہوتو اس کامر کے نجات کوخریدنا کچھ ضروری نہ تھا، اور اس کی موت میں کچھ خوبی نہ تھی"۔

اور پائل یوں لکھتا ہے کہ:

"اگر یہودیوں کی شریعت ہمیں بچاتی، اور نجات دیتی تو مسیح کی موت کی کیا ضرورت تھی، اور اگر ہماری نجات کے لئے شریعت ایک جزء ہے تو مسیح کی موت اس کے واسطے کافی نہ ٹھہری"۔

پھر عیسائیوں کے مقدس اسی نامہ کے تیسرے باب میں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"۱۰۔ وہ سب جو شریعت پر عمل کرنے کا بھروسہ رکھتے ہیں لعنت میں گرفتار ہیں الخ۔

۱۱۔ پر کوئی خدا کے نزدیک شریعت سے نیک نہیں گنا جاتا الخ۔

۱۲۔ شریعت ایمان میں داخل نہیں الخ۔

۱۳۔ مسیح نے ہمیں مول لیکر شریعت کے لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے ملعون ہوا الخ۔

۱۴۔ تاکہ ابراہیم کی برکت غیر ملکیوں تک یسوع مسیح سے پہنچے، اور ہم ایمان سے اس روح کو جو وعدہ کی گئی تھی پاویں"۔

لارڈنر صاحب ان درسوں کو نقل کر کے اپنے تفسیر کے نویں جلد میں یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۷ء صفحہ ۴۸۷):

"میں خیال کرتا ہوں کہ اس جگہ حواری کی مراد وہی معنی ہیں جن کی اکثر وہ تعلیم کرتا ہے۔

یعنی حضرت عیسیٰ کی موت اور صلیب سے شریعت منسوخ ہوئی، یا بے فائدہ ہوگئی"۔

(صفحہ ۴۸۸):

"ان جگہوں میں حواری صریحاً یہ بیان کرتا ہے کہ شریعت کے رسوماتی احکام کا منسوخ ہونا عیسیٰ کے موت کا نتیجہ ہے"۔

پھر عیسائیوں کے جناب مقدس اسی گلاتیوں کے نامہ کے اسی تیسرے باب میں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"۲۳۔ ایمان کے آنے سے آگے ہم شریعت کے بند میں قید تھے الخ۔

۲۴۔ پس شریعت ہمارا استاد ٹھہرا کہ ہم کو مسیح تک پہنچادے الخ۔

۲۵۔ پر جب ایمان آچکا تو ہم استاد کے تابع نہیں رہتے"۔

اس میں صاف کہتے ہیں کہ مسیحی ہونے کے بعد توریت کے احکام کی تابعداری نہیں۔

اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں ڈین اسٹاین ہوپ کا قول یوں ہے کہ:

"کلام رسوماتی آئین کے حضرت عیسیٰ کی موت اور اس کی انجیل کے پھیلنے سے موقوف ہوئے"۔

اور افسیون کے نامہ دوسرے باب کے پندرہویں درس میں یوں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"اور اپنا جسم دیکے دشمنی کو یعنی شریعت کے عملی حکموں کو دور کیا"۔

اور نامہ عبرانیہ کے ساتویں باب کے بارہویں درس میں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"اگر امامت ٹلی تو بضرورت شریعت بھی ٹلجاتی ہے"۔

فارسیہ (۱۸۴۱ء):

"اگر امامت متبدل شود لابد کہ شریعت نیز متبدل شود"۔

دیکھو اس میں امانت کے بدلنے سے اگلی شریعت کا بدلا جانا ضروری بتلاتے ہیں، اگر اس کے مطابق مسلمان بھی شریعت عیسوی کو متبدل مانتے ہیں تو کیا گناہ کرتے ہیں؟

اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں اس درس کے ذیل میں ڈاکٹر میکنائٹ کا حاشیہ یوں مرقوم ہے کہ:

"سارا آئین قربانیوں اور طہارت وغیرہ کی نسبت یقیناً بدلا گیا، یعنی بالکل موقوف ہوا"۔

اور اسی نامہ کے اسی باب کے اٹھارہویں درس میں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"پس اگلا حکم کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب منسوخ ہے"۔

فارسیہ (۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"نسخ حکم مقدم میشود بعلت ضعف و بے منفعتیش"۔

اور جامعین تفسیر ہنری اور اسکاٹ کے درس ۱۱ سے ۲۵ تک کی شرح میں یوں لکھتے ہیں:

"کہانت اور شریعت جس سے تکمیل نہیں ہو سکتی موقوف ہوئی، اور ایک نیا کاہن اٹھا، اور ایک نئی معافی قائم ہوئی، جس سے سچے یقین کرنے والے کامل ہوں"۔

اور اسی نامہ کے آٹھویں باب میں یوں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"۷۔ اگر وہ پہلا عہد نامہ بے عیب ہوتا تو دوسرے کی جگہ کی تلاش نہ ہوتی۔

۱۳۔ اور نیا عہد نامہ کہنے سے اس نے پہلے کو پرانا کیا، اور جو پرانا اور

بوڑھا ہو سو منسوخ ہونے پر ہے"۔

اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈمینٹ میں تیرہویں درس کے ذیل میں پایل کا حاشیہ یوں ہے:

"اب یہ صریح ظاہر ہے کہ خدائے تعالیٰ ضرور ارادہ رکھتا ہے کہ نئی اور بہتر رسالت کا اقرار کرنے سے پرانی اور زیادہ نقصانی کو منسوخ فرمادے، لہذا یہود کا رسوماتی مذہب برطرف کیا جاتا ہے اور عیسوی مذہب اس کے قائم مقام ہوتا ہے"۔

اور اسی نامہ کے دسویں باب کے نویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"وہ پہلے کو مٹاتا ہے، تاکہ دوسرے کو ثابت کرے"۔

فارسیہ (۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء ۱۸۴۲ء):

"اول را نفی می نماید تا ثانی را ثابت نماید"۔

عربیہ (۱۸۲۶ء):

"فانسخ الاول حتی یثبت الثانی"۔

یعنی سو اس نے پہلے کو منسوخ کیا تاکہ دوسرے کو ثابت کرے۔

اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈمینٹ میں اس جگہ درس آٹھویں اور نویں کی شرح میں پایل کا حاشیہ یوں منقول ہے:

"حواری ان دو درسوں میں دلیل لاتا ہے، اور یہودیوں کی قربانیوں کے بالکل غیر کافی ہونے کے لئے ان درسوں میں اشعار ہے، اور اس لئے مسیح نے ان کے نقصانوں کے پورا کرنے کے واسطے ان کی تکلیف اپنے اوپر گوارا کی، اور ایک کو کرنے سے اس نے دوسرے کا استعمال منسوخ کیا"۔

تین قابل غور باتیں

اور اس جگہ تین باتیں غور کے قابل ہیں:

پہلی قابل غور بات

ایک یہ کہ پادری لوگ بعض وقت غفلت کی راہ سے نسخ کے لفظ سے گھبرایا کرتے ہیں، اور یہ لفظ ان کے بہت ہی چبھتا ہے، چاہئے کہ اب نہ گھبراویں، اور دیکھ لیں کہ ان کا مقدس توریت کی نسبت اس لفظ کو بولتا ہے۔

دوسری قابل غور بات

دوسرا یہ کہ فرماتے ہیں اور جو پورانا اور بوڑھا ہوا منسوخ ہونے پر ہے"

سو اس کے موافق عیسائی لوگوں کو چاہئے کہ شریعت احمدی میں شریعت عیسوی کے بعض احکام کے منسوخ ہوجانے سے تعجب نہ کریں، کیونکہ وہ شریعت محمدیہ کی نسبت پرانی اور بوڑھی ہوگئی تھی، بلکہ نامہ عبرانیہ کے ساتویں باب کے بارھویں درس کے موافق ایسے نسخ کو ضروری سمجھیں۔

تیسری قابل غور بات

تیسری یہ کہ اپنے مقدس کو دیکھیں کہ کیسے کیسے لفظ سخت اہانت آمیز توریت کی نسبت فرماتے ہیں، اگر قرآن میں انجیل کی نسبت ایسے لفظ ہوتے تو خدا جانے کہ پادری لوگ عوام کو مغالطہ دینے کے لئے کیا کچھ شور مچاتے، اور ان کے ہموطن لوگ ان کے مقدس کی کلام کے بابت غل کرتے ہیں، اور بیان اس کا دوسرے سوال کے جواب میں اڑتالیسویں اور انچاسویں اختلاف کے اندر گذرا۔

یہاں تک جو ہم نے پہلی قسم کی توضیح میں لکھا اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ

پچھلی شریعت میں اگلی شریعت کے بعضے احکام کا نسخ کچھ ممکن ہی نہیں، بلکہ واقع بھی ہے، اور انجیل میں توریت کے سب احکام عملی پر نسخ کا حکم پھر گیا، باوجودیکہ ان میں اکثر احکام ایسے تھے کہ ان عبارتوں کے رو سے جو ان کے بیان میں ہیں ان کا کسی طرح میعادی ہونا نہیں سمجھا جاتا ہے، بلکہ ان کے رو سے دائمی ہونا ان کا مفہوم ہے کہ پشت در پشت ابد تک یا آخر زمانے تک نافذ رہیں گے، اور ان کے مقدس نے تو اس نسخ کی بابت بہت ہی کچھ شور مچایا، اور ان سب کو نکمے اور بے مصرف ٹھہرا کر واجب النسخ فرمایا:

سو اب یہ بات بڑی حیرانی کی ہے کہ قرآن میں انجیل کے بعض حکموں کے منسوخ ہو جانے سے پادریوں کے نزدیک قرآن کو بٹا لگے، اور خدا متغیر ٹھہرے، اور مسلمان بیچارے طعن تشنیع کے قابل ہوں، اور توریت کے سب احکام کے نسخ سے، کیا ابدیہ، کیا غیر ابدیہ، انجیل کو کچھ بٹا نہ لگے، اور نہ خدا متغیر ٹھہرے، اور جناب پولوس باوجود ان تیزیوں کے مسیح کے رسول واجب الاطاعت بنے رہیں، اور اب چونکہ پہلی قسم کے بیان سے فراغت ہوئی تو دوسری قسم کے بیان پر آتا ہوں۔

دوسری قسم کی مثالیں

(ایک ہی نبی کی شریعت میں ایک حکم کا دوسرے حکم کو منسوخ کرنا)

پہلی مثال

کتاب پیدائش کے بائیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۱۔ بعد ان باتوں کے یوں ہوا کہ خدا نے ابراہیم کو آزمایا، اور اس سے کہا الخ۔

۲۔ تو اپنے اکلوتے بیٹے کو جسے تو پیار کرتا ہے اضحق کو لے، اور عبادت کی زمین میں جا، اور وہاں پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا، اسے سوختنی قربانی کے لئے ذبح کر۔

۶۔ تب ابراہیم نے سوختنی قربانی کی لکڑیاں لیکر اپنے بیٹے اضحق پر لادیں، اور آگ اور چھری اپنے ہاتھ میں لی، اور دونوں ساتھ ساتھ گئے۔

۹۔ اور اس مقام پر جہاں خدا نے کہا تھا آئے الخ۔

۱۰۔ اور ابراہیم نے اپنا ہاتھ لنبا (لمبا) کر کے چھری لی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے۔

۱۲۔ تب فرشتوں نے کہا کہ تو اپنا ہاتھ لڑکے پر مت بڑھا، اور اسے کچھ مت کر کہ اب میں نے جانا تو خدا سے ڈرتا ہے الخ"۔

دیکھو حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ اضحق کو ذبح کر، اور پھر یہ حکم عمل سے پہلے منسوخ ہوگیا۔

دوسری مثال

کتاب حزقیل کے چوتھے باب میں خدائے تعالیٰ کا قول اوران کی عرض یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۳۸ء):

"۱۰۔ وطعامی کہ بخوری سنجیدہ باشدالخ۔

۱۲۔ وآں راما نند کلیچہ ہائے جویں بخور واز فضلہ انسان آنرا درنظر ایشان بہ پز۔

۱۴۔ پس گفتیم افسوس اے پروردگار خداوند ایک جان من پلید نہ گشتہ زیرا کہ از طفولیت تا حال چیزے مردار ودریدہ شدہ نخوردہ ام وگوشت حرام بدہان من نرسیدہ۔

۱۵۔ پس مرا گفت کہ اینک پا چک گاو را عوض فضلہ انسان بتو دادم تا نان خودرا زان بہ پزی"۔

اور درس بارہواں اور پندرہواں اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ ۱۸۴۵ء):

"۱۲۔ وآں بالشل گردہ ہائے جویں بخورد آن رابالفضلہ کہ از انسان بیرون می آید در پیش چشم ایشان بہ پز۔

۱۵۔ آنگاہ بمن فرمود ببین کہ عوض فضلہ انسان سرگین گاو را بتو دادم تا نان خودرا بآن بہ پزی"۔

دیکھو یہاں حزقیل کو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کے سامنے اپنا کھانا آدمی کے گوہ سے پکا، اوراس کو کھا، اور جب انہوں نے فریاد کی اس پر یہ حکم منسوخ ہو کر دوسرا یوں ہوا کہ "گوبر سے پکا" سو یہاں بھی پہلا حکم عمل سے پہلے منسوخ ہوا۔

تیسری مثال

کتاب پیدائش کے چھٹے باب میں خدائے تعالیٰ کا قول نوح کے باب میں

یوں مرقوم ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۱۹۔ اور سب حیوانوں میں سے ہر ایک جنس کے دو دو جو ایک نر اور ایک مادہ ہو کشتی میں اپنے ساتھ لانا تا کہ وے تیرے ساتھ بچ رہیں۔

۲۰۔ اور پرندوں میں سے ہر ایک جنس کے اور چارپایوں میں سے ہر ایک جنس کے اور زمین کے سارے رینگنے والوں میں سے ہر ایک جنس کے دو دو ان سب سے تیرے پاس آویں، تا کہ جیتے بچیں"۔

ان درسوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چوپائے سے پاک ہو یا ناپاک، اور اسی طرح ہر پرندے سے ایک ایک جوڑے کے لینے کا حکم تھا۔

اور اسی کتاب کے ساتویں باب میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۲۔ تو سارے بہیموں میں سے جو پاک ہیں سات سات نر اور ان کے مادے، اور ان بہیموں سے جو پاک نہیں دو دو نر اور ان کے مادے اپنے ساتھ لے۔

۳۔ اور آسمانی پرندوں میں سے سات سات نر اور مادہ تا کہ تمام روئے زمین پر نسل ان کی باقی رہے"۔

ان درسوں میں پہلے درسوں کے برخلاف پاک بہیموں اور آسمانی پرندوں سے سات سات جوڑے اور ناپاک بہیموں سے دو دو جوڑے لینے کا حکم ہوتا ہے۔

پھر اسی باب میں ہے (نسخہ ۱۸۰۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۸۔ اور ان بہیموں سے جو پاک ہیں، اور ان میں سے جو ناپاک ہیں، اور پرندوں میں سے، اور زمین کے سب کیڑے مکوڑوں میں سے۔

۹۔ دو دو نر، مادہ نوح کے ساتھ کشتی میں، جیسا خدا نے نوح کو فرمایا تھا داخل ہوئے"۔

ان درسوں سے پہلے کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے ایک ایک ہی جوڑے کے لینے کا حکم ہوا تھا۔

سو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کے وقت میں تھوڑے ہی عرصے میں دو دو دفعہ ایک ہی حکم کو منسوخ کیا، اور ظاہر میں چونکہ اس کی کچھ وجہ بھی اچھی نہیں معلوم ہوتی تو عجب نہیں کہ اس جگہ کچھ تحریف یا غلطی ہو، اس کے علاوہ جو حضرت نوح کے عہد میں سب چوپائے اور پرندے حلال تھے، جیسا کہ پہلی قسم کی پہلی مثال میں گذرا، تو پھر بعض چوپائے کے پاک اور بعض کے ناپاک ہونے کی کیا وجہ؟

چوتھی مثال

کتاب قوانین کے سترویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''۳۔ جو شخص بنی اسرائیل میں سے بیل یا برہ یا بز خالہ خیمہ گاہ میں یا خیمہ گاہ سے باہر ذبح کرے۔

۴۔ اور جماعت کے خیمہ کے دروازے پر یہواہ کے مسکن کے آگے قربانی گذراننے کے لئے نہ لاوے، اس شخص پر خون کی تہمت ہوگی کہ اس نے خون بہایا، اور وہ شخص اپنی گروہ سے کٹ جاوے گا''۔

اور کتاب استثناء کے بارہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''۱۵۔ اور جس چیز کو چاہے ذبح کر، اور یہواہ اپنے خدا کی برکت کی موافق جو اس نے تم کو دی، اور اپنے سب دروازوں میں گوشت کھایا کر، خواہ پاک ہو خواہ ناپاک، ہر کوئی اسے کھائے، جیسے ہرن اور بارا سنگھا جائز ہے کہ وہ کھایا جائے۔

۲۰۔ جب یہواہ تیرا خدا تیری سرحدوں میں وسعت بخشے، جیسا اس نے تجھ سے کہا اور تو کہے کہ میں گوشت کھاؤں گا کہ میرا جی گوشت کھانے کا

مشتاق ہے، تو تو گوشت اور ہر ایک چیز جسے تیرا جی چاہے کھائیو۔

۲۱۔ اور اگر وہ مکان جسے یہواہ تیرے خدا نے اس لئے پسند کیا کہ اپنا نام وہاں رکھے تیرے مکان سے بہت دور ہو تو اپنی گائے بیل بھیڑ بکری میں سے جو خدا نے تجھے عطا کئے ہیں ذبح کیجو، جیسا میں نے تجھے فرمایا، اور تو اپنے دروازوں میں جو کچھ تیرا جی چاہے تناول کیجو۔

۲۲۔ لیکن جس طرح سے ہرن اور بارہ سنگھے کو کھاتے ہیں تو اسے کھائیو، پاک اور ناپاک اس کے کھانے میں برابر ہے"۔

دیکھو کتاب قوانین والا حکم کتاب استثناء والے حکم سے منسوخ ہو گیا۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں ان درسوں کو نقل کر کے لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء صفحہ ۶۱۹):

"ان دونوں فقروں میں ظاہر میں تناقض ہے، لیکن یہ خیال کرنے سے کہ شریعت موسوی بنی اسرائیل کے حالات کے موافق کم وبیش کی جاتی تھی، اور ایسی نہ تھی کہ کبھی نہ بدلی جاوے، اس کی توجیہ بہت آسانی سے ہو سکتی ہے"۔

پھر لکھتا ہے کہ:

"ان کی (یعنی بنی اسرائیل کی) ہجرت کے چالیسویں سال فلسطین میں داخل ہونے سے پہلے استثناء کے بارہویں باب کے پندرہویں وبیسویں سے بائیسویں درس تک میں جو حکم دیا گیا موسیٰ نے اس حکم کو (یعنی کتاب قوانین کے جو سترویں درس میں دیا گیا تھا) صاف منسوخ کیا، اور اجازت دی کہ فلسطین میں داخل ہوتے ہی گائے، بیل، بھیڑ وغیرہ جہاں چاہیں وہاں ماریں اور کھاویں"۔

(یہاں تک کلام ہارن ہے جو خلاصہ کے طور منقول ہوا ہے،) اور اس سے یہ اقرار صاف نکل آیا کہ شریعت موسوی بنی اسرائیل کے حالات کے موافق کم وبیش کی

جاتی تھی، سواس کے موافق اہل کتاب کی مجال نہیں کہ اس قسم کی کمی بیشی کو انکار کریں، یا محل طعن بنادیں۔

پانچویں مثال

ایک پیغمبر کا قول عالی کاہن کی نسبت جواس نے بحکم خدا کہا تھا سموئیل کی پہلی کتاب کے دوسرے باب میں یوں مرقوم ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۳۰۔ سو یہواہ اسرائیل کا خدا فرماتا ہے کہ میں نے تو کہا تھا کہ تیرا گھر اور تیرے باپ کا گھر ہمیشہ میرے آگے کام کیا کرے، پر اب یہواہ کہتا ہے کہ یہ کبھی مجھ کو گوارا نہ ہوگا، بلکہ وہ جو مجھے تعظیم کرتے ہیں، میں ان کو بزرگی دوں گا، اور وہ جو میری تحقیر کرتے ہیں بے قدر ہوں گے۔

۳۵۔ اور میں اپنے لئے ایک دیندار کاہن کھڑا کروں گا الخ"۔

دیکھو اس کے موافق خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ عالی کا گھر اور اس کے باپ کا گھر ہمیشہ اور ابدالآباد تک کہانت کے عہدے پر قائم اور مقرر رہے گا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر کے اسے موقوف کیا، اور ایک اور کاہن مقرر کرنے کا ارادہ کیا۔

اور تیسویں درس کے ذیل میں تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ کے اندر بشپ پاٹرک انگریزی کا قول یوں منقول ہے:

"خدا یہاں اس حکم کو منسوخ کرتا ہے، جو اس نے اس سے اور اس کے کنبے سے عہد کے طور پر فرمایا تھا کہ سردار کاہن ابدالآباد تم میں سے ہوتا رہے گا، یہ منصب پہلے ہارون کے بڑے بیٹے العاذار کو عنایت ہوا تھا، پھر کچھ گناہ کے سبب ہارون کے چھوٹے بیٹے تامار کو ملا، پھر اب عالی کاہن کی اولاد کے گناہ کے سبب العاذار کی اولاد کی طرف منتقل ہوا"۔

چھٹی مثال

کتاب شمار کے پچیسویں باب میں (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۱۰۔ پھر یہواہ نے موسیٰ کو خطاب کر کے فرمایا۔

۱۱۔ کہ فینحاس نے جو ہارون کاہن کے بیٹے العاذار کا بیٹا ہے میرے قہر کو بنی اسرائیل سے پھیرا الخ،

۱۲۔ سو تو کہہ دیکھ میں نے اسے اپنی صلح کا وثیقہ دیا۔

۱۳۔ سو وہ اس کے لئے ہوگا، اور اس کے بعد اس کی نسل کے لئے کہانت کا وثیقہ ہمیشہ تک ہوگا، کیونکہ وہ اپنے خدا کے لئے غیرت مند ہے الخ"۔

اور یہ جملہ "سو وہ اس کے لئے الخ" اور ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"سو وہ اس کے لئے ہوگا، اور اس کے بعد اس کی نسل کے لئے کہانت کا عہد ابدی ہوگا"۔

فارسیہ (۱۸۳۶ء):

"و پیمان کہانت از آن وے و بعد از وے از آن اولادش خواہد بود"۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

"و عہد کہانت ابدی از آن وے و از آن ذریۃ اش بعد از وے خواہد بود"۔

دیکھو یہاں حکم تھا کہ کہانت کا منصب ابد تک فینحاس بن العاذار کی اولاد میں رہے گا، حالانکہ اس حکم کو منسوخ کر کے تامار کی اولاد کو عطا کر کے ان سے بھی کچھ ایسا ہی وعدہ کیا تھا، سو اس کو بھی منسوخ کر کے پھر العاذار کی اولاد کو عطا کیا تھا، اور یہ نسخ تو

شریعت موسوی کے بقا تک ظہور میں آئے تھے، شریعت عیسوی کے ظہور کے بعد تو فیصلہ ہی ہو چکا کہ ایسا منسوخ ہوا کہ دونوں کی اولاد سے کسی کو بھی ابد تک نہ ملے گا۔

ساتویں مثال

کتاب قوانین کے اکیسویں باب کے پانچویں باب میں مصرح ہے کہ:

''کاہن کو سر کا منڈوانا اور داڑھی کے کونے منڈوانے حرام ہیں''۔

اور کتاب خرقئیل پانچویں باب کے پہلے درس میں حضرت خرقئیل کو جو پیغمبر اور کاہن تھے حکم ہوا کہ:

''اپنا سر اور داڑھی منڈا ڈال''۔

اور تشریح اس کی دوسرے سوال کے جواب کے اندر پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب میں دوسرے اور تیسرے قسم کی مثالوں میں پینتیسویں مثال کے بیان میں گذری، سو اس کے موافق حضرت خرقئیل کے نسبت وہ توریت والا حکم منسوخ ہوا۔

آٹھویں مثال

کتاب شمار کے بائیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''۲۰۔ پھر خدا رات کو بلعام کے پاس آیا، اور اسے کہا اگر لوگ تجھے بلانے آویں تو اٹھ، اور ان کے ساتھ جا، پر جو بات میں تجھے کہوں گا وہی کیجو۔

۲۱۔ سو بلعام صبح کو اٹھا اور اپنی گدھی پر زین رکھا، اور مواب کے امیروں کے ہمراہ گیا۔

۲۲۔ خدا کا قہر بھڑکا، اس لئے کہ وہ گیا، اور یہواہ کا فرشتہ جا کے راہ میں کھڑا ہوا، تا کہ اس سے دشمنی کرے''۔

دیکھو خود ہی بلعام کو رات کے وقت حکم دیا تھا، اور اس کے موافق جب وہ صبح

کو ان امیروں کے ساتھ جو اسے بلانے آئے تھے چلا تو رات والا حکم منسوخ کر کے غضب ناک ہوا، اور فرشتہ دشمنی کرنے کو بھیجا۔

نویں مثال

کتاب دوم سلاطین کے بیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۱۔ انہیں دنوں خرقیا کو موت کی بیماری ہوئی تب عاموص کا بیٹا اشعیا اس پاس آیا، اور اس سے کہا یہواہ یوں فرماتا ہے تو اپنے گھر کے لئے وصیت کر، اس لئے کہ تو مر جائے گا، اور نہ جیے گا۔

۲۔ سو خرقیا نے اپنا منہ دیوار کے طرف کیا، اور یہواہ سے دعا مانگی الخ۔

۴۔ اور قبل اس کے کہ اشعیا گھر کے صحن میں نکلے ایسا ہوا کہ یہواہ نے اس پر وحی نازل کی اور کہا۔

۵۔ تو خرقیا (کے) پاس پھر جا، اور خرقیا کو جو میری جماعت کا سردار ہے کہہ کہ یہواہ تیرے باپ داؤد کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میں نے تیری دعا سنی، اور میں نے تیرے آنسوؤں کو دیکھا، دیکھ میں تجھے آج کے تیسرے دن شفا دوں گا، اور تو یہواہ کے گھر میں آئے گا۔

۶۔ اور میں تیری عمر پر پندرہ برس بڑھاؤں گا الخ"۔

دیکھو اس کے موافق اللہ تعالیٰ اشعیا نبی کے معرفت خرقیا کو حکم دے چکا تھا کہ اپنے گھر کے لئے وصیت کر کہ تو مر جائے گا، اور نہ جیے گا، اس پر جب اس نے دعا کی تو فوراً اسی وقت رحمت کی نظر کر کے اس حکم کو توڑ ڈالا، اور پندرہ برس اور اس کی عمر پر بڑھا دیئے۔

دسویں مثال

متی کے انجیل کے دسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء ۱۸۴۶ء):

"۵۔ یسوع نے ان بارہوں کو یہ کہہ کے بھیجا کہ تم غیر ملکیوں کے طرف نہ جانا، اور شومیرونیوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔

۶۔ لیکن اسرائیل کے گھر کی گمراہ بھیڑیوں کے طرف جاؤ، اور ایک کنعانی عورت جس کی بیٹی بیمار تھی جناب مسیح کے پیچھے آ کے فریاد کرنے لگی، اور جناب مسیح نے کچھ جواب نہ دیا، اور اس پر حواریوں نے سعی کی"۔

بعد اس کے جو کچھ کہ ہوا متی کی انجیل پندرہویں باب کے چوبیسویں درس میں یوں مرقوم ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

"تب اس نے جواب دیا کہ میں سوا اسرائیل کے گھرانے کی گمراہ بھیڑوں کے کسی کے پاس بھیجا نہیں گیا"۔

ان درسوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح کی رسالت اور نبوت خاص بنی اسرائیل کے واسطے تھی، نہ غیر بنی اسرائیل کے واسطے۔

اور مرقس کی انجیل کے سولہویں باب کے پندرہویں درس میں جناب مسیح کا قول حواریوں کے خطاب میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"تم ساری دنیا میں جا کے ہر ایک آدمی کو انجیل کا وعظ کرو"۔

پس یہ پچھلا قول پہلے قول کا ناسخ ہے۔ (۱)

گیارہویں مثال

متی کی انجیل کے پندرہویں باب میں اسی کنعانی عورت کے حال میں یوں مرقوم ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

(۱) مگر یہ کہ کہو کہ یہ پچھلا قول حضرت عیسیٰ کا نہیں ہے، اس لئے کہ تحقیق یہ ہے کہ مرقس کی انجیل کے سولہویں باب میں بارہ درس یعنی نویں سے بیسویں تک الحاقی ہیں، جو کسی نے بددیانتی سے تحریف کی راہ سے بڑھا دیے ہیں، جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ سترہویں شبہ کے جواب میں پانچویں ہدایت کے دوسرے قسم کے شواہد کے بیان میں بیان اس کا آتا ہے۔ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ۔

''۲۵۔ تب وہ آئی اور اسے سجدہ کر کے کہا: اے خداوند! میری مدد کر۔

۲۶۔ اس کے جواب میں کہا مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لیکے کتوں کو پھینک دے۔

۲۷۔ وہ بولی سچ خداوند، پر کتے بھی ٹکڑے جو ان کے صاحبوں کی میز سے گرتے ہیں کھاتے ہیں۔

۲۸۔ تب یسوع نے اس کے جواب میں کہا: اے عورت! تیرا ایمان بڑا ہے، جو تیری مراد ہے بر آوے، اور اس کی بیٹی اسی گھڑی چنگی ہوگئی''۔

دیکھو اول جناب مسیح نے حواریوں سے اس عورت کی فریادرسی سے اس قول کے ساتھ جس کی نقل دسویں مثال میں گذری انکار کیا، اور اپنی رسالت کے خاص ہونے کا عذر فرمایا، پھر اس عورت کی عرض پر بطور انکار کے ارشاد کیا کہ مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لیکے کتوں کو پھینک دیں، اس پر جب عورت نے جواب مناسب دیا اس وقت اپنے انکار کو توڑ ڈالا، اور یہاں پہلے حکم کا نسخ بہت جلد عمل میں آیا۔

فائدہ

اس جگہ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ایمان نہ لانے والوں کے حق میں لفظ ''کتے'' وغیرہ کا بولنا کچھ غیر جائز اور حسن خلقی کے منافی نہیں، کہ جناب مسیح نے کنعانیوں کو جو ایمان نہ رکھتے تھے ''کتوں'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، اور انشاء اللہ کتاب کے خاتمہ میں معلوم ہوجائے گا کہ جناب مسیح نے اور دفعہ بھی یہودیوں کو کلمے سخت اور سست مثل نادان اور اندھے اور مکار اور ابن الجہنم اور سانپوں کے بچے کے فرمائے ہیں۔

بارہویں مثال

متی کی انجیل کے تیئسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۱۔تب یسوع نے ان جماعتوں اور اپنے مریدوں سے کہا۔

۲۔کہ کاتب اور فروسی موسیٰ کی چوکی پر بیٹھے ہیں۔

۳۔اس لئے جو کچھ وہ تمہیں عمل کرنے کو کہیں تم وہ سب بجالاؤ، لیکن ان کے سے کام نہ کرو کہ وہ کہتے ہیں، اور نہیں کرتے"۔

اس میں صاف حکم تھا کہ موسیٰ کی شریعت کی اطاعت کرو، اور جو یہودیوں کے عالم کہیں مانتے رہو، اور یہ حکم حواریوں کے اس خط اور پولوس کے ان اقوال کے موافق جن کی نقل پہلی قسم کے بارھویں مثال کے آخر میں گذری یقیناً منسوخ ہوا، اور جناب پولوس کے اقوال میں ہم کو ایک خدشہ نظر آتا ہے، کیونکہ وہ گلاتیوں کے نامہ میں دعویٰ کرتے ہیں کہ عیسائی ہونے کے بعد توریت کے احکام کی تابعداری نہیں، اور نامہ عبرانیہ میں ان کو عیب دار اور کمزور اور بے فائدہ بتلاتے ہیں، بھلا باوجود اس امر کے جناب مسیح کیوں اس کی اطاعت کے واسطے حکم کرتے ہیں، عیاذاً باللہ جناب مسیح کو یہ علم نہ تھا جو جناب پولوس کو کھل گیا۔

تیرھویں مثال

حواریوں نے اپنے خط میں چار چیز کو حرام لکھا تھا، اور عیسائیوں کے مقدس نے ان میں سے تین چیز کی حرمت کو اپنے اباحت عامہ کے فتوے سے قطعاً منسوخ کیا، اور بیان اس کا پہلے قسم کے آخر میں گذرا۔

چودھویں مثال

متی کے انجیل کے سولھویں باب کے بیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"پھر اس نے (یعنی جناب مسیح نے) اپنے مریدوں کو فرمایا کہ کسی سے

نہ کہو کہ میں یسوع مسیح ہوں"۔

اور مرقس کی انجیل کے آٹھویں باب کے تیسویں درس میں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

"اس نے انہیں تاکید کر کے کہا یہ کسی سے نہ کہیو"۔

اور لوقا کی انجیل کے نویں باب کے اکیسویں درس میں ہے (نسخہ مذکورہ):

"اس نے انہیں تاکید کر کے فرمایا کہ یہ بات کسی سے نہ کہو"۔

ان تینوں انجیلوں کے موافق جناب مسیح نے حواریوں کو فرمایا تھا کہ کسی سے نہ کہو کہ میں مسیح ہوں، اور مرقس اور لوقا کی انجیل کے موافق اس امر میں انہیں تاکید کی تھی، حالانکہ یہ حکم شریعت عیسوی میں منسوخ ہوا، اور حواریوں نے اسی عہد میں ہر ایک کے سامنے ظاہر کیا کہ یسوع ہی مسیح تھے۔

کتاب اعمال کے دوسرے باب کے چھتیسویں درس میں جناب پطرس حواری کا قول ہزار ہا بنی اسرائیل کے خطاب میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"اسرائیل کے سارے گھرانے یقین جانیں کہ خدا نے اسی یسوع کو جسے تم نے صلیب پر کھینچا خداوند اور مسیح کیا ہے"۔

اور اسی طرح کتاب اعمال کے اور مقامات اور حوارئین اور پولوس کے نامجات میں مصرح ہے۔

پندرہویں مثال

لوقا کے نویں باب کے چھپنویں درس میں جناب مسیح کا قول یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"ابن آدم لوگوں کی جان مارنے نہیں آیا بلکہ بچانے آیا ہے"۔

اور تھسلنیکیوں کے دوسرے خط کے دوسرے باب کے آٹھویں درس میں ہے

(نسخہ مذکورہ):

''تب وہ بے شرع ظاہر ہوگا جسے خداوند اپنے منہ کے دم سے برباد، اور اپنے آنے کے جلال سے نیست کردے گا''۔

دیکھو دوسرا پہلے کا ناسخ ہے، پس ان چھ مثالوں سے جو دسویں سے پندرہویں تک گذریں معلوم ہوگیا کہ جناب مسیح اور حواریوں کے احکام میں بھی نسخ ممکن بلکہ واقع ہے، اور پادری لوگ جو اس کا انکار کر بیٹھتے ہیں، سبب اس کا یا تو غفلت ہے یا عوام کالانعام کی ان کو مغالطہ دہی منظور ہے، اور زیادہ امکان اسی کا ہے۔

سولہویں مثال

کتاب شمار کے چوتھے باب کے ۳، ۲۳، ۳۰، ۳۵، ۳۹، ۴۳، ۴۶ درسوں کے موافق پہلے حکم تھا کہ جماعت کے خیمے کی خدمت کرنے والا تیس برس سے کم اور پچاس برس سے زائد نہ ہو، حالانکہ یہ حکم کچھ تھوڑے ہی عرصے کے بعد منسوخ ہوا۔

کتاب شمار کے آٹھویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''۲۴۔ بسوانیوں کا یہ معمول رہے کہ وہ پچیس برس والے سے اوپر تک جماعت کے خیمہ میں داخل ہوں، تاکہ خدمت گذاری کریں۔

۲۵۔ اور جب پچاس برس کے ہوں تو خدمت گذاری سے نکلیں، اور پھر کبھی خدمت نہ کریں''۔

سترہویں مثال

کتاب قوانین کے چوتھے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''۱۳۔ اگر بنی اسرائیل کی ساری جماعت نادانستگی سے ایسا گناہ کرے جو خلق کی نظروں سے پنہاں ہووے (چھپا رہے)، اور وہ یہواہ کے حکموں سے

ایسا کچھ کریں جو ناروا ہے، اور خطا کار ہو جائیں۔

۱۴۔ تو جب وہ گناہ جو انھوں نے کیا جانا جاوے، تب وہ جماعت ایک جوان بچھڑا خطا کی قربانی کی لیوے اور جماعت کے خیمے کے سامنے لاوے"۔

اور کتاب شمار کے پندرہویں باب کے چوبیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"اگر جماعت سے نادانی کے سبب خطا ہو گئی تو ساری جماعت سوختنی قربانی یہواہ کی خوشنودی کے بو کے لئے ایک بچھڑا نذر کی قربانی اور شراب کے سمیت معمول کے موافق، اور خطا کی قربانی کی بابت ایک بکری کا ایک بچہ گذرانے"۔

دیکھو اول کے موافق اس گناہ کا فدیہ جو نادانی کی راہ سے جماعت سے سرزد ہوا یہ تھا کہ ایک جوان بچھڑا خطا کی قربانی کے لئے گذارنا جاوے،

اور دوسرے کے موافق یہ ہے کہ سوختنی قربانی کے لئے ایک بچھڑا معہ اس کے لازمہ کے اور خطا کے قربانی کے لئے ایک بکری کا بچہ گذارنا جاوے۔

سو دوسرے سے پہلا حکم منسوخ ہوا، اور عہد عتیق کے ناظرین دوسرے قسم کی مناسب مثالیں اور بھی بہت پائیں گے، مثلاً کتاب خروج کے تینتیسویں باب میں ہے کہ خداتعالیٰ نے موسیٰ کو فرمایا کہ:

"تو اور بنی اسرائیل چلے جاؤ، میں تمہارے ساتھ نہ جاؤں گا، بلکہ میرا فرشتہ جائے گا، اس پر جب حضرت موسیٰ نے عاجزی کی تب پھر مہربان ہو کر حکم دیا کہ میں خود تیرے ساتھ جاؤں گا، اور تجھے آرام دوں گا"۔

اور کتاب شمار کے چودہویں باب میں ہے کہ:

"خداتعالیٰ نے حکم کیا کہ میں بنی اسرائیل کو وبا سے ماروں گا، اس پر حضرت موسیٰ نے شفاعت کی، اس سفارش پر خداتعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کیا،

اوران کا گناہ بخش دیا"۔

اور سلاطین کی پہلی کتاب کے اکیسویں باب میں ہے کہ:

"اللہ تعالےٰ نے شاہ اسرائیل اخیاب کی خطا پر غضبناک ہوکر ایلیا پیغمبر کی معرفت یہ حکم بھیجا (نسخہ ۱۸۴۲ء درس ۲۱):

"اب دیکھ میں تجھ پر آفت لاؤں گا اور تیری بنیاد کھود ڈالوں گا الخ"۔

فارسیہ (۱۸۳۸ء):

"اینک بلائے بر تو نازل خواہم گردانید وخلف ترا ناپدید خواہم کرد الخ"۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

"اینک بلا بر تو می آورم الخ"۔

اور اخیاب نے جب یہ حکم سنا تو اپنے کپڑے پھاڑے اور اپنے تن پر تاٹ (ٹاٹ) ڈالا، اور روزہ رکھتا اور تاٹ پہنے ہوئے آہستہ آہستہ چلتا رہا، اس بات پر اللہ تعالیٰ نے مہربان ہوکر ایلیا پیغمبر پر پھر وحی بھیجی کہ اس کی زندگی بھر اس پر بلا نہ بھیجوں گا۔

دیکھو وہ پہلا حکم کہ "میں تجھ پر بلا بھیجوں گا" کیسا منسوخ کیا۔

اور کتاب یونس کے تیسرے اور چوتھے باب میں ہے کہ:

"اللہ تعالےٰ نے یونسؑ کی معرفت نینوا شہر میں عذاب کی منادی کرائی تھی، لیکن اس پر نینوا والے تائب ہوکر ایمان لے آئے، اور اللہ تعالیٰ نے وہ عذاب نہ بھیجا، اور پہلا حکم منسوخ کیا کہ اس کے سبب یونس نے رنج کھایا"۔

اب نسخ کے دونوں قسموں کی مثالوں سے ناظرین پر یہ بات خوب ہی کھل گئی کہ نسخ کے امکان کا کیا ذکر، اس کی دونوں قسمیں عہد عتیق اور جدید میں واقع ہوئی ہیں، اوران کے وقوع میں کسی طرح کا شک نہیں، اور اہل کتاب کی مجال نہیں کہ اس

بات کا انکار کرسکیں۔

اور جب عیسائیوں پر الزاماً ان کے مقدس کتابوں اوران کی تفسیروں سے اس امر کی سندیں گذران چکے تو ہم کو اب اگر چہ اس امر میں اور چیز کی حاجت نہیں، لیکن چونکہ حضرات فرقۂ پروٹسٹنٹ کا خدمت گذار ہوں دل نہیں چاہتا کہ اس فرقے کے سلف اور خلف کے ذکر خیر سے اس جگہ کو خالی چھوڑ جاؤں، اور ناظرین کی طبیعت کے ملال سے بھی ڈرتا ہوں، تو دونوں امر کا لحاظ کر کے نمونے کے طور پر کچھ تھوڑا سا لکھتا ہوں کہ اس فرقے کے حضرات سلفاً اور خلفاً اپنے عقائد اور اقوال کو اس طرح منسوخ کرتے رہے ہیں کہ ان کے مخالف سلفاً اور خلفاً اس پر قدح کرتے رہے ہیں، اور ان کے بعض مصنفین نے بھی اس فعل پر تأسف اور ندامت کا اظہار کیا ہے۔

کتاب مرآۃ الصدق میں جسے پادری طامس انگلس کیتھولک مذہب نے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء صفحہ ۲۱):

''ڈوڈھ نامی ایک فاضل پروٹیسٹانٹ لکھتا ہے ہمارے لوگ پروٹیسٹانٹ تعلیم کی ہر ہوا میں اوڑھتے ہیں، اگر تم جاننا چاہو کہ آج ان کا یقین کیا ہے تم نہیں کہہ سکتے کل کیا ہوگا، اگر تم ان کے سب مسئلوں پر اول سے آخر تک غور کرو تو ایک ضمن بھی ایسی نہ پاؤ گے جسے بعضے تو ایمان کا مسئلہ جانتے ہیں، اور بعضے بے دینی کی بات سمجھ کر رد کر دانتے'' (۱)

ڈاکٹر بلیکیر رن آرج ڈیکن کلیولینت کا لکھتا ہے کہ:

''میں بدلائل یقین کرتا ہوں کہ منجملہ پروٹیسٹانٹ آدمیوں کے جو ہر سال حلف کرتے ہیں، انتالیس ضمن کے یقین کرنے اور سکھلانے پر جو کہ عام نماز کی کتاب میں مندرج ہیں بیس شخصوں سے زیادہ نہ ہوں گے جو ان

(۱) ﴿ اپسٹ ارکیش انٹراپسٹ سری یہ حوالہ اس کتاب کا ہے جہاں سے اس حال کو نقل کیا ہے۔ ۱۲ منہ ﴾۔

ضمنوں کو ایک مدعا یہ صادق مانتے ہیں''۔(۱)

صفحہ ۲۲:

''کلیتین ایک پروٹیسٹانٹ بشپ کلا کہر شہر کا لکھتا ہے کہ کبھی دو فہمیدہ شخص ایک ضمن پر بھی جو عام نماز کی کتاب میں درج ہیں اپنی رائے میں متفق نہیں ہوئے''۔(۲)

صفحہ ۲۳:

''نسوا اس کے بادشاہ ہنری آٹھویں کے عہد سلطنت میں تو پروٹیسٹانٹوں کے ایمان کی چھ قلمیں تھیں، جس پر وے ایمان لانا واجب اور مستلزم سمجھتے تھے، مگر چند سال کے بعد بادشاہ ایڈورڈ چھٹے کے وقت میں انھوں نے ان چھ قلموں کو بیالیس قلموں سے بدلا، جو الیزابتھ بادشاہ زادی کے ایام تخت نشینی تک قائم رہے، پھر انھوں نے تین قلمیں کاٹ ڈالیں، اور انتالیس قائم رکھیں، چنانچہ وہ اب تک ان کی عام بندگی کے کتاب میں موجود ہیں''۔

صفحہ ۲۶ تا ۲۹:

''یہ (یعنی ہنری ہشتم) بادشاہ دین بنانے والا ٹھہرا اور نیا ایمان بنانا شروع کر کے عبادت کی نئی طرز ڈالی، اور اس فن میں اس نے بڑی دانائی دکھائی، کیونکہ اس نے طرز عبادت کو اتنے متفاوت نقشوں میں بدلا، اور ایسا متواتر اور جلد جلد بدلا کہ مخلوق اس کی پیروی میں قاصر رہی، اور ان کی بیشیوں سے جو ہنری نے خاص اپنی ذات سے قوم کی طرز ایمان میں کیں، تھوڑے تھے جو جانتے تھے کہ کیا خیال کریں، اور کس چیز کا اقرار کریں، یہ لوگ اگرچہ اس کی تعلیموں کی پیروی کرنے کو تیار تھے، گو وہ تعلیم میں کیسی ہی ذلیل اور باہم مختلف تھیں، مگر بسبب اس کے کہ وہ ہمیشہ انھیں بدلتا تھا وہ بمشکل اس کا تعاقب کر سکتے تھے، ایسا

(۱) ﴿کانفیش چھاپہ صفحہ ۲۵﴾

(۲) ﴿لیکرن چھاپہ﴾

جلد کہ جیسا وہ ان کے آگے بڑھا جاتا تھا، (۱)

اس کے مرنے کے پیشتر اس نے اور اس کے نئے پروٹیسٹانٹوں نے ایمان اور عبادت کا نقشہ بنایا جس پر ایمان لانا اور عمل کرنا ہر ایک پر جو سلطنت میں تھا واجب ٹھہرایا، اور جو کوئی قبول نہ کرے تو اس کے لئے زندہ جلایا جانا سزا تھی، (ریوس کی تواریخ گریز جلد۳ صفحہ ۲-۱۳) یہ عبادت کا نقشہ بہت دن نہ چلا بلکہ پارلیمنٹ کے احکام سے ۱۵۴۷ء میں بدلا گیا، سال آیندہ ۱۵۴۸ء میں ایڈورڈ ششم نے بارا بشپ اور چھ پادریوں کی کمیٹی کو حکم دیا کی عبادت کا دوسرا نقشہ بناویں، چنانچہ یہ نقشہ اسی سال بنایا گیا مگر حکم نہ تھا کی جو چوبیسویں جون ۱۵۴۹ء تک استعمال میں آئے، بعد جس کے کسی متنفس کو اجازت نہ تھی کہ کوئی طرز بندگی نماز کی خواہ عام خواہ تخلیہ میں عمل کرے، اور جو کرے گا تو اس کے لئے مقیدی اور اثاث البیت کی بربادی سزا ہوگی، پس یہ طرح بندگی کی ۱۵۴۸ء تک قائم رہی، بعد اس کے ۱۵۵۲ء میں انھوں نے اپنی عبادت کا طور بدل ڈالا، اس اتفاق میں اکثروں نے خیال کیا کہ اس پچھلی ترمیم نے عبادت کے طرز کو کامل کیا ہوگا، مگر افسوس کہ ان کا تلون انتہا تک نہ پہنچا، کیونکہ ۱۵۵۹ء میں ملکہ الیزابیتھ عبادت کے طریق بنانے میں دست انداز ہوئی، اور اس نے ایک عجیب کم وبیشی کی، کیونکہ ایڈورڈ چھٹے کے تکلیفات پاک شراکت میں ہم لفظ میں یعنی نماز اور قربانی پاتے ہیں، اور الٹاڑ اور پوشاک اور سب آرائشات جو کاتولیک برتتے ہیں جائز کی گئے ہیں، اور پاک شراکت ایک قسم میں عندالضرورت روا رکھی گئے ہیں، اور ساگرامینٹ کا رکھنا بھی علی ہذا القیاس گریزمون روغن حضرت مبارک کنواری مریم اور پاک ولیسون کی عیدین وغیرہ فرشتوں کی دعائیں مردوں کی نمازیں اخری مالش صلیب کا نشان کرنا وغیرہ جائز رکھا گیا ہے، اور اس عبادت کی طرح کو شرع کے حکم سے کہتے ہیں کہ روح

(۱) ڈاکٹر گولڈاسمتھ کی تواریخ انگلستان صفحہ ۳-۶

پاک کی مدد سے بنائی گئی تھی۔

الیزابیتھ کی ایجاد عبادت میں یہ سب چیزیں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا متروک وملعون ہیں، اور تو بھی الیزابیتھ کے نماز و بندگی کی مقرر کی ہوئی، رسم ایڈورڈ کے طریق عبادت کے مانند مشہور کی گئی ہے کہ روح پاک کے مدد سے بنائی گئی ہے، اس جگہ صریح اختلاف نمایاں ہے، کیونکہ روح پاک جو محض روح صدق ہے ایڈورڈ کو تو کچھ سکھلاتا ہے، اور برعکس اس کے الیزابیتھ کو کچھ اور ہائے کیسی زبون اور شرارت کی بات ہے، خدا قادر مطلق کے نسبت اس کے خاص کلام کا اختلاف لگانا لیکن اگرچہ وہ کہتے تھے کہ روح پاک نے یہ پچھلی کمی بیشی کی ہے، مگر پروٹیسٹانٹ اس پر بھی رضامند وقائم نہ رہے، کیونکہ دیکھو کہ بادشاہ جیمس پہلے نے ۱۶۱۳ء میں پھر نماز کا دستور بدل ڈالا، اور بعد اس کے ۱۶۶۲ء میں بادشاہ چارلس دوسرے نے پھر اسے تبدیل کیا، اور آخر کار ۱۶۸۹ء پروٹیسٹانٹوں نے پھر اپنی عبادت کے راہ ورسم کو بدلنے کا ارادہ کیا، مگر بیشتر اس سے کہ کام انجام کو پہنچے تھک گئے، اور عاری آئے جس پر(۱) ڈاکٹر ہوویسٹن نے یقیناً کہا کہ یہ اصلاح اور الٹ پلٹ مانند ایک لنگور کے تھے جو نہیں جانتا کہ اپنے دم کو کس طرف پھیرے"۔

یہاں تک مرآۃ الصدق والے کا کلام تھا جو اسی کی عبارت میں منقول ہوا، اس کے موافق پروٹسٹنٹوں کے عقائد اور مسائل کا حال سرکار کمپنی کے قانون کے قریب قریب ہے۔

---

(۱) ﴿ڈاکٹر ڈاڈ کی تواریخ گرجہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۵﴾

پانچواں مبحث

(سائل کے سوال کا جواب)

قول سائل کا ''قرآن میں آیات منسوخ کس لئے ہیں؟

کہتا ہوں میں کہ چونکہ قرآن تیئس برس کی مدت میں نازل ہوا تو اس میں وقت اور مکلفین کے حال کے مقتضاء کے موافق بعضے حکم جو ان دونوں کے لحاظ سے عین مصلحت اور حکمت تھے ہوئے، اور علم الٰہی میں مقرر تھا کہ یہ حکم فلانے وقت تک رہیں گے، اور جب وہ وقت آپہنچا تو ان حکموں کے انتہا کی مدت دوسری آیات کے سے بیان ہوگئی، اور عمل ان پر موقوف ہوگیا، اور تحقیق محققین کے موافق سارے قرآن کے اندر کل پانچ آیتیں منسوخ ہیں، جیسا کہ جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنے رسالے الفوز الکبیر کے دوسرے باب کی دوسرے فصل میں تصریح کی ہے، برخلاف عہد عتیق اور جدید کے کہ ان میں قرآن کی بہ نسبت منسوخ آیات بہت زائد ہے، جیسا کہ چوتھے مبحث میں ابھی جلد معلوم ہو چکا ہے۔

اور اس میں شک نہیں کہ مصلحتیں اور حکمتیں زمان اور مکان اور مکلفوں کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں، بعضے وقت میں بعضا حکم مکلفوں کی قدرت سے خارج ہوتا ہے، اور دوسرے وقت میں ممکن اور مقدور، تو اول وقت میں ایسے حکم کا ہونا صریح مصلحت اور حکمت کے خلاف ہے۔

جناب مسیح کا قول یوحنا کی انجیل کے سولھویں باب کے بارہویں درس میں

یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۲۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"اب تک بہت سی باتیں ہیں کہ میں تم سے کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے، اور بعض وقتوں میں اور مصلحتیں ملحوظ ہوتی ہیں، گو ہماری عقل میں ظاہر کے اعتبار سے اچھی طرح معلوم نہ ہوں"۔

دیکھو جناب مسیح نے بعض وقت بعض کے سامنے معجزہ دکھلا کر اس کو حکم کیا کہ یہ بات کسی سے نہ کہیو، اور بعض کو حکم کیا کہ اس کو اوروں کے سامنے ظاہر کر، مثلاً اس کوڑھی کو جسے اچھا کیا تھا فرمایا کہ "کسی سے مت کہہ" جیسے متی کے انجیل کے آٹھویں باب کے چوتھے درس میں ہے، اور اس لڑکی کے ماں باپ کو جسے زندہ کیا تھا فرمایا تھا کہ "یہ ماجرا کسی سے مت کہو" جیسا لوقا کی انجیل کے آٹھویں باب کے چھپنویں درس میں ہے۔

اور ان دونوں اندھوں کو جنھیں اچھا کیا تھا تاکید کر کے فرمایا تھا کہ "دیکھو کوئی نہ جانے" جیسا متی کے انجیل کے نویں باب کے تیسویں درس میں ہے۔

اور اس شخص کو جس میں سے کئی دیو نکالے تھے، حکم کیا تھا کہ اپنے گھر پر جا، اور خدا نے تیرے لئے جو کچھ کیا ہے بیان کر، جیسے لوقا کی انجیل کے آٹھویں باب کے انتالیسویں درس میں ہے، سو دیکھو کہ پہلے شخصوں کو اظہار سے منع کیا، اور پچھلے کو اجازت دی تو کیا یہ بات حکمت اور مصلحت سے خالی تھی، لا واللہ۔

اور بعضے وقت حکم آسان ایک مدت تک دیا جاتا ہے، اور جب مکلف لوگ اس کے عادی ہو گئے تو اس سے مشکل حکم کی تکلیف دی جاتی ہے۔

قول اس کا "یا بروقت نزول کے الخ" یہ تردید بالکل کچھ نہیں، اس لئے کہ اگر اس سے حصر مراد ہے تو غلط ہے، کیونکہ ان دونوں صورتوں کے انتفاء سے نسخ کا بطلان لازم نہیں آتا، اور اگر حصر منظور نہیں تو ذکران دو کا عبث ہے، علاوہ اس کے پہلی

صورتوں میں چونکہ ان لوگوں کے نزدیک جو نسخ پر طعن کرتے ہیں قباحت نہیں اٹھتی، تو ذکر اس کا لغو ہے، اور دوسری صورت ان کی مقدس کتابوں کی شہادت سے باطل ہے، جیسا کہ چوتھے مبحث میں بخوبی ثابت ہو گیا کہ نسخ کی دونوں قسمیں عہد عتیق اور جدید میں متحقق ہیں، اور احکام منسوخہ میں سے کسی حکم کی عبارت کے بیان میں ایسا وعدہ نہیں کہ یہ حکم آگے کو منسوخ ہو جائے گا، بلکہ توریت کے اکثر احکام کے بیان میں اس کی مخالف تصریح پائی جاتی ہے، اور تیسرے مبحث میں بیان ہو چکا کہ عقل کی رو سے نسخ میں کچھ قباحت نہیں۔

چھٹا مبحث

پادری کئی صاحب سے ۱۲۷۰ھ میں مباحثہ کی کچھ روداد

ربیع الآخر کے مہینے ۱۲۷۰ھ میں میرا پہلا مباحثہ پادری کئی صاحب افسر کلان بشپ کالج کلکتہ سے ہوا، اور دوسرے جلسے (۱) میں میں نے نسخ کے معنی اس تفصیل کے ساتھ جو اس کتاب میں پہلے اور دوسرے مبحث میں گذرے بیان کیے، اور ان سے پوچھا کہ آپ کو اس پر کیا اعتراض ہے، اور اس معنی کر کے شریعت عیسوی میں بھی نسخ آیا ہے؟

انھوں نے کہا کہ ہمارے نزدیک حکم دو طرح کے ہیں، ایک بمنزلہ چھلکے کے، اور دوسرے بمنزلہ مغز کے، اول میں ہمارے نزدیک نسخ آتا ہے، اور دوسرے میں جائز نہیں۔

(۱) ﴿پہلے جلسے میں ان معنی کی مجھ سے دونوں پادری خوب تفصیل اور تشریح سن چکے تھے، مگر دوسرے جلسے میں انھوں نے اس تفصیل کی پھر درخواست کی تھی۔ ۱۲ منہ﴾

میں نے کہا کہ تفصیلاً فرمائیے کہ توریت میں احکام بمنزلہ چھلکے کے کون سے تھے، اور بمنزلہ مغز کے کون ہیں تا کہ اس کے بعد کچھ کہا جائے، ہم تو احکام عشرہ کے سوائے توریت کا کوئی حکم نہیں دیکھتے جو عیسوی شریعت میں منسوخ نہ ہو، اور ان احکام عشرہ میں سے بھی یوم السبت کا حکم منسوخ ہے، اور جناب لوتھر نے تو ان احکام کو بھی سارے بدعات کا چشمہ کہا ہے، اور کہا ہے کہ اگر یہ احکام کلیسا سے نکالے جاویں تو سب بدعتیں موقوف جاویں گی۔

انھوں نے کہا کہ اور بھی ہیں مثل اس کے کہ اللہ رحیم ہے۔

میں نے کہا کہ اللہ کی ذات اور صفات میں کلام نہیں، کلام احکام میں ہے، اور ذات اور صفات الٰہیہ میں تو ہم بھی نسخ کے قائل نہیں۔

انھوں نے کہا کہ ہمارے خداوند مسیح نے فرمایا ہے کہ تو خدا کو اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری قوت سے پیار کر، اور اپنے پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسے آپ کو کرتا ہے، یہی سب کتب مقدسہ کا مطلب ہے۔

میں نے کہا کہ اگر مغز یہی ہے تو ہم بھی اس کو منسوخ نہیں کہتے، ان دونوں کی تاکید ہماری شریعت میں بہت آئی ہے۔

انھوں نے کہا کہ توریت کے وہ احکام منسوخ ہوئے جو بمنزلہ چھلکے کے تھے، اور مغز وہی تھا جو انجیل میں بیان ہوا، اور یہودی لوگ ہمارے خداوند سے پہلے بمنزلہ لڑکے کے تھے، اس لئے ان کے وقت میں ویسے احکام ظاہری مقرر ہوئے تھے، اور ہمارے خداوند کے وقت میں بلوغ کو پہنچے تھے، سو اس وقت میں ان کے لئے ایسے احکام مقرر ہوئے۔

میں نے کہا اول تو صدہا پیغمبر بنی اسرائیل میں گذرے، تعجب ہے کہ وہ بھی

عوام یہود کی طرح نابالغ تھے، اور قطع نظر اس سے اگر یہودی مسیحی عہد میں بلوغ کو آپہنچے تھے تو ہمارے پیغمبر کے وقت میں کہولت کو جو عقل کامل کے حصول کا مرتبہ ہے پہنچے تھے، اس لئے ہمارے پیغمبر کے وقت میں شریعت جامع احکام ظاہری و باطنی کی عطا ہوئی۔

انھوں نے کہا کہ ساری انجیل مقدس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا خداوند مسیح ہمارے لئے کفارہ ہوا، اور مارا گیا، پس یہ کیونکر منسوخ ہو؟

میں نے کہا کہ ہم اس کو منسوخ نہیں کہتے، اور قصوں میں نسخ ہمارے مذہب میں نہیں، البتہ اس قصے کو مثل قصہ بت پرستی سلیمان علیہ السلام کے صادق نہیں بتلاتے، اور یہ بات تحریف کے مسئلہ سے تعلق رکھتی ہے، اس مسئلہ کے فیصلے کے بعد اس کا ذکر فرمایئے گا۔

انھوں نے کہا کہ گو تم اس کو تحریف کے مسئلہ سے متعلق سمجھتے ہو مگر ہم تو اس کو اسی مسئلہ نسخ سے متعلق جانتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد وزیر خان صاحب نے کہا کہ اتنی اس مسئلہ پر کیوں گفتگو کرتے ہو، اور پادری صاحب کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آپ بعض احکام میں جن کو بمنزلہ چھلکے کے کہتے ہو نسخ جائز رکھتے ہو یا نہیں؟

انھوں نے کہا: بلاشبہ، ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ہم بھی نسخ کو بعض ہی احکام میں جائز رکھتے ہیں، اور مجھ سے کہا کہ یہ مسئلہ طے ہوا، خود پادری صاحب بعض احکام کے نسخ کے قائل ہیں، اور یہی تمہارا مطلب تھا۔

اس پر پادری صاحب نے کہا کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ انجیل کا اصل مطلب کس طرح منسوخ ہوا، حالانکہ کئی بار ان سے کہا گیا کہ ہم قصوں میں نسخ کے

قائل نہیں، مگروہ چونکہ بار باراس کوزبان پر لاتے ہیں، اس پر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس بڑے مطلب کو آپ نے کہاں سے لیا ہے؟

انھوں نے کہا کہ انجیل سے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ہم تو انجیل کو محرف مانتے ہیں، آپ پہلے عدم تحریف اس کی ثابت کیجیے، اس پر ناچار گفتگو تحریف میں آپڑی جیسا کہ انشاء اللہ ہم سترہویں سوال کے جواب میں نقل کریں گے۔

اور بڑا مشہور مباحثہ میرا جو رجب کے مہینے ۱۲۷۰ ہجری مطابق ۱۸۵۴ء اپریل میں میزان الحق کے مولف اور پادری فرنچ صاحب سے ہوا تھا، کئی بار چھپ کر اطراف ہند میں پہنچ گیا ہے، اور ناظرین پر اس کا حال کھل گیا ہے، اور انشاء اللہ خطوط کے سوا اس کو تمام وکمال سترہویں سوال کے جواب میں نقل کروں گا، لیکن میزان الحق کے بعض بعض جملوں کو نقل کر کے اس جگہ کچھ کہتا ہوں (نسخہ ۱۸۵۰ء صفحہ ۱۴):

> ''قرآن اور اس کے مفسرین دعوی کرتے ہیں کہ جس طرح زبور کے آنے سے، توریت اور انجیل کے ظاہر ہونے سے، زبور منسوخ ہوئی، اسی طرح انجیل بھی قرآن کے ظاہر ہونے سے منسوخ ہوگئی''۔

صفحہ ۲۰:

> ''محمدیوں کا دعوی بے اصل وبے جا ہے جو کہتے ہیں کہ زبور توریت کو اور انجیل ان دونوں کو منسوخ کرتی ہے''۔

کہتا ہوں میں کہ یہ بالکل غلط ہے، اور نہ کسی جگہ قرآن میں ایسا واقع ہوا ہے، اور نہ کسی تفسیر معتبر میں، اور نہ کسی محمدی معتبر نے کبھی ایسا کچھ دعویٰ کیا ہے، اور اس نسخ اصطلاحی کے موافق جس کی تشریح دوسرے مبحث میں گذری، نہ زبور کو توریت کا ناسخ

اور نہ اسے انجیل سے منسوخ کہا جاتا ہے، جیسا کہ انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں آتا ہے، اور پہلی قسم کے مثالوں کے آخر میں گذرا کہ عیسائیوں کے پولوس مقدس کھلم کھلا فرماتے ہیں کہ توریت کے احکام کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب منسوخ ہوئے، اور پرانے اور بوڑھے ہونے کے سبب نسخ کے قابل تھے، اور ان کے مفسرین کا بھی اس پر اقرار ہے۔

اور مباحثہ میں علی رؤس الاشہاد جب ان کی یہ غلطی میں نے ثابت کردی تھی تو ان سے سوائے تسلیم کے کچھ نہ بن پڑا، اور کہتا تھا کہ خیر غلطی ہوئی۔

اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ جناب نے نسخ کے محال ہونے کے بابت جو چند صفحے لکھے ہیں سو وہ نکال ڈالنے کے لائق ہیں، کیونکہ ان کو اس نسخ کے معنی سے جو اہل اسلام کی مصطلح ہے کچھ بھی مناسبت نہیں، پھر انہوں نے نسخ کے بطلان کے واسطے دو وجہ لکھی ہیں (صفحہ ۲۱ و ۲۲):

"اول وجہ یہ کہ نسخ مان لینے سے دو نقص لازم آتے ہیں۔

اولاً یہ کہ گویا خدا کا ارادہ یوں ٹھہرا تھا کہ توریت کو دے کر ایک اچھا اور فائدے مند کام کرے، پھر نہ ہو سکا پھر اس کے بعد اس سے بہتر زبور دی، جب اس سے بھی مطلب نہ نکلا تو اس کو بھی منسوخ کر کے انجیل دی، اور جب اس سے بھی فائدہ نہ ہوا آخر کو قرآن سے مطلب پورا کیا، خدا کی پناہ جب ایسا خیال دل میں لایا جاوے تو خدا کی حکمت وقدرت باطل ہوگئی، بلکہ خدا ایک بادشاہ اور ناسمجھ ناتواں آدمی کے مانند ہوگا۔

ثانیاً اگر وہ بات نہیں کہہ سکتے تو منسوخ ہونے کے قاعدے سے یہ خیال لازم آتا ہے کہ خدا نے چاہا کہ ناقص چیز جو مطلب کو نہ پہنچائے دے اور بیان کرے، پر کیونکر ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسے جھوٹے اور ناکارے خیال خدا کی قدیم

ذات اور کامل صفات کے حق میں کرے۔

دوسری وجہ اس دعویٰ کے بطلان کی کہ انجیل اور پرانے عہد کی کتابیں قرآن کے ظاہر ہونے سے منسوخ ہوگئیں، یہ ہے کہ کلام الٰہی کی آیتوں میں صاف کہا ہے کہ پرانے اور نئے عہد کی کتابیں ہرگز منسوخ نہ ہوں گی، بلکہ جب تک زمین اور آسمان برقرار ہیں ان کے حکم بھی جاری رہیں گے، جیسا کہ مسیح نے لوقا کی انجیل میں اکیسویں فصل کے تینتیسویں آیت میں فرمایا ہے کہ زمین وآسمان ٹل جاویں گے پر میری باتیں کبھی نہ ٹلیں گی"۔

اور پھر متی کے پانچویں فصل کے ۱۸ آیت (میں) فرمایا ہے کہ:

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان وزمین نہ ٹل جائے ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹے گا، جب تک سب کچھ پورا نہ ہو"۔

اور پھر پہلے پطرس کے فصل ۲۳ آیت میں لکھا ہے کہ:

"تم نہ تخم فانی سے بلکہ غیر فانی سے یعنی خدا کے کلام سے جو ہمیشہ زندہ اور باقی ہے سر نو پیدا ہوئے"۔

اور پھر اشعیا کے ۴۰ فصل کی ۸ آیت میں لکھا ہے کہ:

"گھاس مرجھاتے ہیں، پھول کملاتے ہیں، پر ہمارے خدا کا کلام ابد تک قائم ہے۔

پس ان آیتوں کے مضمون سے صاف معلوم وثابت ہے کہ انجیل اور نبیوں کی کتابیں اور زبور اور توریت کسی وقت میں منسوخ وباطل نہیں ہوئے، اور نہ ہوں گے، بلکہ ضرور ہے کہ خدا کا کلام ہمیشہ رہے، کیونکہ خدا نے ایسا ہی چاہا اور فرمایا ہے"۔

کہتا ہوں میں کہ یہ دو وجہ پادریوں کے دلیلوں سے منتخب ہیں، اور اس امر میں ان سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں، لیکن نفس الامر میں پرلے درجے کی بودی ہیں۔

اول تو اس لئے کہ وہ دونوں نقص ہمارے اصطلاحی معنی نسخ کے رو سے ہم پر ہرگز لازم نہیں آتے (۱) البتہ عیسائیوں اور ان کے مقدس پولوس پر لازم آتے ہیں کہ توریت کے احکام کو ضعیف اور بے مصرف ہونے کے سبب منسوخ فرماتے ہیں، اور توریت کو پرانا اور عیب دار اور منسوخیت کے لائق بتلاتے ہیں، چنانچہ میں نے یہ شبہ ان پر برسرِ عام مباحثہ میں بھی کیا تھا، اور اس پر پادری صاحب سے سوائے چپ رہنے اور شرمندہ ہونے کے کچھ نہ بن پڑا تھا۔

لوگو! پادری صاحبوں کی ناانصافی اور دھاندلی کو دیکھو، کہ قول مشہور کے موافق "الٹے چور کتوال کو ڈانٹے" اپنا اور اپنے مقدس کا عیب اہل اسلام کے سر لگاتے ہیں۔

قول ان کا

"خدا کی پناہ الخ"۔

اے جناب! اس لیے پناہ مانگنے والے سے پناہ مانگیے، کیونکہ آپ کے مقدس کتابوں کے موافق کبھی کبھی خدا عاجز ہوا کرتا ہے، اور اس سے حمق کے کام صادر ہوا کرتے ہیں، جیسا کہ دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب کے اندر دوسری اور تیسری قسم کے مثالوں کے ذیل میں قدرت و حکمت کے منافی روایتیں آپ کی مقدس کتابوں سے نقل کر آیا ہوں۔

قول ان کا

"بلکہ ایک بادشاہ اور نا سمجھ الخ"۔

کہتا ہوں میں کہ اے جناب! آپ کو اپنی مقدس کتابوں کے موافق اس

---

(۱) ﴿ہاں اگر نسخ ہماری شریعت میں ان معنی سے ہوتا جن معنی کے رو سے حکام عدالت اپیل اپنے ماتحت کے حاکموں کے حکم کے حسبت لکھا کرتے ہیں کہ وہ منسوخ ہے یا جیسے قوانین سرکاری میں لکھا جاتا ہے کہ فلانے قانون میں یہ قباحت ظاہر ہوئی یا یہ مصلحت فوت ہوئی تو وہ منسوخ ہوا تو وہ نقص لازم آتے ۱۲ منہ﴾

اعتقاد سے چارہ نہیں، کیونکہ بہت جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی عالم الغیبی کامل طور پر نہیں، اور وہ بعضے بعضے کام کر کے پشیمان ہوا ہے اور پچھتایا ہے، چنانچہ آدمی کو پیدا کر کے پشیمان ہوا تھا اور پچھتایا تھا، اور ساؤل کو بادشاہ کر کے دلگیر ہوا تھا اور پچھتایا تھا، اور اسی طرح اور جگہ پچھتایا ہے، بلکہ بعضے دفعہ پچھتائے پچھتائے تھک گیا ہے۔

اور اس امر کی تفصیل بھی اسی دوسرے سوال کے جواب میں انھیں مثالوں کے ذیل میں گذری۔

قول ان کا

"خدا نے چاہا کہ ناقص چیز جو مطلب کو نہ پہنچاوے دیوے الخ"۔

کہتا ہوں میں کہ اے جناب! آپ کے مقدس ہی نے ایسا کچھ فرمایا ہے جیسا کہ ابھی جلد گذرا، اور حضرت خرقئیل نے بھی ایسا کچھ ارشاد کیا ہے جیسے دوسرے سوال کے جواب میں اڑتالیسویں اختلاف کے اندر گذرا، سو اب آپ فرمائیے کہ آپ کے مقدس اور حضرت خرقئیل نے ایسے جھوٹے اور ناکارے خیال کیونکر بقول آپ کے خدا کی ذات قدیم اور صفات کاملہ کی نسبت کیے، اور ارشاد کیجیے کہ وہ دونوں نقص جو اس سے پہلی وجہ میں آپ نے مسلمانوں کی نسبت لازم کیے تھے آپ پر پڑے یا ان پر؟

قول ان کا

"دوسری وجہ الخ"۔

افسوس صد ہزار افسوس کہ پادری صاحب کے جیسا شخص جان بوجھ کر ایسی مغالطہ دہی پر کمر باندھے، اور پھر خیال نہ کرے کہ میرے اس قول کے موافق کہ جب تک زمین و آسمان برقرار رہیں گے، ان کے حکم جاری رہیں گے، لازم آتا ہے کہ میں بلکہ سارے عیسائی سلف سے خلف تک توریت کے حکم کے موافق واجب القتل اور

سنگ سار کرنے کے لائق ہیں، کہ یوم السبت کے حکم کو بجا نہیں لاتے، اور یہ نہ سمجھے کہ ان درسوں سے جن سے میں استدلال کرتا ہوں اس نسخ کا امتناع ثابت نہیں ہوتا جس کے اہل اسلام مدعی ہیں، کیونکہ اس نسخ کے موافق شریعت موسوی میں اگلے شرائع کے بعض احکام اور شریعت عیسوی میں توریت کے سب احکام عملی منسوخ ہوئے، اور اسی طرح شریعت عیسوی کے ظہور سے پہلے شریعت موسوی کا بعضا حکم اسی شریعت کے بعضے حکم سے منسوخ ہوئے، اور اسی طرح اور شخصوں کی نسبت خدا تعالیٰ کا حکم ہو کر انھیں کے وقت میں منسوخ ہوا، اور اسی طرح شریعت عیسوی میں بھی حضرت عیسیٰ کا بعضا حکم انہیں کے بعض حکم سے منسوخ ہوا، اور ان کے بعض حکم کو حواریوں نے منسوخ کیا، اور حواریوں کے بعض احکام پر عیسائیوں کے مقدس پولوس نے نسخ کا قلم پھیرا، اور ان کے مفسروں نے اکثر مقامات میں بکمال کشادہ پیشانی ان امور کی تشریح کی۔

بھلا اس صورت میں اگر جناب مسیح کے اس قول سے میری باتیں نہ ٹلیں گی، اور اس قول سے ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا نہ مٹے گا، یہ بھی نکل سکتا ہو کہ میرا کوئی حکم اور اسی طرح توریت کا کوئی حکم منسوخ نہ ہوگا، اور اشعیا کے اس قول سے "ہمارے خداوند کا کلام ابد تک قائم ہے" اور جناب پطرس کے اس قول سے "خدا کا کلام جو ہمیشہ زندہ اور باقی ہے" یہ بھی ثابت ہوسکتا ہو کہ خدا کا ہر حکم ابد تک قائم رہتا ہے، اور منسوخ نہیں ہوسکتا" تو پھر اس طرح کا نسخ عہد عتیق اور جدید کے موافق توریت اور انجیل اور دوسرے خدا کے احکام میں جن کی تشریح ابھی جلد گذری کس طرح واقع ہوا؟

پادری صاحب کو چاہئے کہ ایسے بیہودے خیال سے توبہ کریں، اور لوقا کی انجیل کے اکیسویں باب کے تینتیسویں درس کا مضمون اس طرح سمجھیں کہ وہ درس

خاص اس پیشین گوئی سے تعلق رکھتا ہے جو اسی باب میں بیان ہوئی ہے، اور باتوں سے وہی باتیں مراد ہیں جو اس پیشین گوئی میں مذکور ہیں، اور یہی بات ان کے مفسرین کی مختار ہے، کیونکہ یہی قول متی کی انجیل کے چوبیسویں باب کے پینتیسویں درس میں واقع ہوا ہے، اور مفسرین (۱) کی عادت کے موافق ہر مفسر اسی جگہ اس کی تفسیر اچھی کرتا ہے، اور اس جگہ ڈوالی اور رچرڈ مینٹ اس درس کی شرح کے ذیل میں یوں لکھتا ہے کہ:

"بشپ پیرس کہتا ہے کہ میری یہ پیشن گوئیاں یقیناً پوری ہوں گی، اور ڈین اسٹاپ ہوپ یوں کہتا ہے کہ اگرچہ آسمان اور زمین اور سب چیزوں کی نسبت تبدیل کے قابل نہیں ہیں، تو بھی ایسی استوار نہیں ہیں جیسی میری پیشن گوئیاں ان چیزوں کے بابت استوار ہیں، وے مٹ جائیں گے، پر میری باتیں ان پیشن گوئیوں کی بابت ہرگز نہ بدلیں گی، اور جو بات کہ میں نے اب بیان کی ہے اس کا ایک شوشہ مطلب سے متجاوز نہ ہوگا"۔

اور صاحب استفسار اپنی کتاب کے دسویں باب کے آخر میں یوں لکھتا ہے:

"پہلی انجیل کے پانچویں باب میں سترہویں سے انیسویں درس کے

---

(۱) اس لئے ان کی عادت ہے کہ غالباً ہر قول کی یہ لوگ وہاں تو تفسیر کیا کرتے ہیں، جہاں وہ قول اول آیا کرتا ہے، اور پھر دوسری جگہ وہی قول اگر آجاتا ہے تو مکرر اس کی تفسیر نہیں کرتے، اور یہ قول چونکہ متی کی انجیل میں گذر چکا تھا تو لوقا کی انجیل میں اس کی تفسیر کی حاجت نہیں، لیکن پادری صاحب کی یہ بھی ایک چالاکی ہے کہ اس قول کو لوقا کی انجیل سے نقل کرتے ہیں، نہ متی کی انجیل سے، کیونکہ پچھلی صورت میں احتمال تھا کہ شاید اس کو کوئی تفسیر میں اس جگہ سے دیکھے، اور میری قلعی کھل جائے، اور پہلی صورت میں احتمال تھا کہ شاید کچھ پردہ ڈھکا رہے، مگر الحمدللہ کہ ان کی یہ چالاکی نہ چلی، اور ان کی قلعی کھل گئی، اور ان شاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں جو بڑے مباحثہ مشہور کی نقل ظہور میں آوے گی اس سے معلوم ہو جائے گا کہ پادری صاحب نے بایں دعویٰ بایں لن ترانی بناچاری تمام علیٰ رؤس الاشہاد یہ تین باتیں بالکل تسلیم کرلی ہیں:

ایک یہ کہ کلام ربانی میں نسخ ممکن ہے۔

دوسری یہ کہ توریت کے احکام میں وہ نسخ بالفعل بھی واقع ہو چکا ہے۔

تیسری یہ کہ جناب مسیح نے اپنے بعضے حکم کو آپ ہی پھر منسوخ کر دیا تھا۔

اور یہ تینوں باتیں ان کی ساری تقریر کو ملیا میٹ کرتی ہیں، اور اقوال مذکورہ میں سے ایک قول میں محض بیہودی توجیہ کرتے ہیں، اور باقی میں بالکل ملزم ہو گئے تھے۔ ۱۲ منہ"

آخر تک عیسیٰ کا مقولہ منقول ہے، اس کے ترجمے عجیب ڈھب کے ہیں، ایک طرح کے لفظوں سے ایک مطلب نکلتا ہے، اور دوسرے طرح کے لفظوں سے دوسرا مطلب ظاہر ہوتا ہے"۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ میرے پاس اتنے نسخے ہیں:

(۱) نسخہ ۱۶۷۱ء کلیسائے روم کا۔

(۲) نسخہ ۱۸۱۱ء انگلینڈ کا۔

(۳) نسخہ ۱۸۱۶ء کا جو انگریزوں نے ہندوستان میں کیا۔

(۴) فارسی نسخہ مارٹین صاحب کا جو ۱۸۲۸ء میں پھر چھاپا گیا۔

(۵) اردو نسخہ ۱۸۱۴ء کا جو انگریزوں نے ہندوستان میں کیا۔

(۶) اردو نسخہ ۱۸۳۹ء جو حال میں امریکن پادری صاحبوں سے مجھے ملا، انہیں ترجموں کے الفاظ اگر ایک دوسرے سے بدل ڈالیں اور اس کا ترجمہ اپنے طور پر کریں، اور اپنے طرف سے کوئی مضمون نہ ملاویں تو حضرت عیسیٰ کا مقولہ یہ ٹھہرتا ہے:

"یہ گمان مت کرو کہ میں توریت کو منسوخ کرنے کے لئے آیا ہوں، زنہار منسوخ کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں، کوئی حرف اور کوئی شوشہ توریت کا محرف نہیں ہوسکتا جب تک آسمان اور زمین مٹ نہ لیوے، اور جو کوئی زری سی بات (معمولی سی بات) بھی توریت کی موقوف کرے گا ملکوت السمٰوات میں حقیر اور ذلیل گنا جائے گا اور جو کوئی اس کو سکھادے گا اور عمل کرے گا ملکوت السموات میں بزرگ شمار کیا جائے گا"۔

اور اگر انہیں نسخوں میں سے ایک نسخے کے بعض الفاظ نکال کر ان کی جگہ دوسرے نسخے سے اسی جگہ کے الفاظ رکھیں اور اس کا ترجمہ اپنے طور پر کریں اور کوئی مضمون اپنی طرف سے نہ ملادیں اور ایک نسخے کی تقدیم وتاخیر چھوڑ کر دوسرے نسخے

کی تقدیم ملحوظ رکھیں تو حضرت عیسیٰ کا مقولہ یہ ٹھہرتا ہے:

"یہ خیال مت کرو کہ میں خدا کی راہ مٹانے کے واسطے آیا ہوں، زنہار خدا کی راہ مٹانے کے واسطے نہیں آیا ہوں، بلکہ اس واسطے آیا ہوں کہ پیغمبروں کی خبروں کی تکمیل ہو جائے، اور سچ کہتا ہوں کہ زمین اور آسمان ٹل سکتے ہیں مگر نبیوں نے جو خبر دی ہے اس میں سے زری سی بات (معمولی بات) بھی نہیں ٹل سکتی، یہاں تک کہ ظہور میں آوے، اور جو کوئی زری سی بات (معمولی بات) بھی راہ خدا کی نہ مانے گا ملکوت السمٰوٰت میں ذلیل اور محقر گنا جائے گا، اور جو کوئی اسے سیکھے اور سکھلاوے گا ملکوت السمٰوات میں بزرگ اور جلیل القدر شمار کیا جاوے گا۔

اب میں کہتا ہوں کہ پہلا مقولہ صحیح ہے یا دوسرا؟ ہم کہتے ہیں کہ دوسری طرح کا مضمون عین ہمارا مطلب ہے، اور اس کے صحت کا احتمال بھی ہمیں کافی ہے، اگرچہ ثبوت کو نہ پہنچے، اس کے علاوہ بہت سے قرائن اور وجوہ ایسے ہیں جن سے دوسرے مضمون کی واقعیت اور پہلے مضمون کی غیر واقعیت ظاہر ہوتی ہے۔

(۱) جہاں یہ مضمون ہے کہ انبیاؤں کی باتوں میں سے زری سی بات (معمولی سی بات) بھی نہیں ٹل سکتی، وہاں نسخہ ۱۸۱۶ء میں یہ جملہ ہے:

"إلیٰ أن تقع الأشیاء کلها۔

یعنی انبیاء کی باتوں میں سے کوئی بات ہرگز نہیں ٹل سکتی یہاں تک کہ سب باتیں واقع ہو جاوئیں۔

دیکھو واقع ہو جانا زمانہ آئندہ میں صرف اخبار کی نسبت بولتے ہیں، نہ کی اوامر ونواہی کی نسبت، اس واسطے کہ وہ منجملہ انشا ہیں، ان کی نسبت یہ کہنا کہ واقع ہو جاوئیں گے صحیح نہیں، اور جو کوئی کہے تو غلط ہے۔

(۲) انجیلوں میں بھرا پڑا ہے کہ جہاں کہیں حضرت عیسیٰ کے کسی حال پر اگلے انبیاؤں کی پیشن گوئی کی تطبیق دی ہے وہاں بھی لکھا ہے کہ تا کامل اور پورا ہو جاوے جو ارمیا نے یا اشعیا نے یا اگلے نبی نے کہا، پس معلوم ہوا کہ ایسی ہی باتوں کی نسبت حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ توریت کی بات نہیں ٹل سکتی، یہاں تک واقع ہو جاوے اور ظہور میں آجاوے۔

(۳) حضرت عیسیٰ نے بہت سے احکام توریت کے جواب تک ابدی تھے، موقوف کردیئے اور پولوس وغیرہ نے سب جانوروں کے کھانے کو حلال لکھا ہے، اور علیٰ ھٰذا القیاس۔

(۴) خود اہل علم عیسائیوں کا اظہار ہے کہ احکام ظاہریہ توریت کے مبدل بہ باطن ہو گئے، اور ان سب کے عوض صرف حضرت عیسیٰ کا ماننا رہ گیا۔

(۵) یعنی اہل علم عیسائیوں کے سامنے دوسرے طرح کے ترجمے کو میں نے پڑھا، انہوں نے کہا: درحقیقت اصل کتاب کا مطلب یہ ہے، اور پہلا مضمون ترجموں کی غلطی سے پیدا ہوتا ہے، فقط اب آپ لوگوں کے پاس اگر پہلے مضمون کی صحت کے کچھ وجوہات ہوں تو بیان کیجئے، بالجملہ جب ترجموں کا یہ حال ہو کہ بعضے طرح کے لفظوں سے دوسرے طرح کے ترجمے سے ہمارا مطلب نکلتا ہو تو ہمیں کیونکر اعتبار ہو اس بات کا کہ حضرت عیسیٰ کا اصل کلام عبری زبان والا تمہارے موافق تھا، اور یہ عجیب بات ہے کہ ترجمے کے جن لفظوں سے ہمارا مطلب نکلتا ہے وہی الفاظ غلط اور جن لفظوں سے آپ کا مطلب نکلتا ہے صرف وہی صحیح ہوتے ہیں۔

(یہاں تک صاحب استفسار کا کلام ہے جو خلاصہ کے طور پر منقول ہوا)۔

پندرہواں سوال

اگر یہ وعدہ ہو (یعنی فلانی آیت منسوخ ہو جائے گی) تو کون سی آیت میں پایا جاسکتا ہے؟

جواب

ایسے نسخ کے واسطے جس کے اہل اسلام قائل ہیں کسی آیت میں ایسے وعدے کا صراحتہ پایا جانا ضروری نہیں۔

دیکھو چودہویں سوال کے جواب کے اندر چوتھے مبحث میں پہلی قسم کی مثالوں کو کہ جب حضرت نوحؑ کے عہد میں سب جانداروں کی حلت کا اور حضرت آدم کے عہد میں بھائی بہن کے نکاح کے جواز کا اور حضرت یعقوبؑ کی شریعت میں جمع بین الاختین، اور پھوپھی حقیقی سے نکاح کے جواز کا حکم تھا، تو کسی جگہ یہ بیان نہیں ہوا تھا کہ یہ حکم شریعت موسویہ کے ظہور تک رہے گا، اور پھر منسوخ ہو جائے گا، اور اسی طرح ختنہ کا حکم حضرت ابراہیم کے عہد میں ہوا تھا، تو ان کے عہد میں اس حکم کے بیان میں یا اور جگہ یہ وعدہ نہ تھا، کہ یہ حکم شریعت عیسوی کے ظہور تک رہے گا، پھر منسوخ ہو جائے گا، بلکہ اس کے برخلاف تھا، اور صاف اس میں مرقوم تھا کہ ابراہیم کی اولاد اس کو ابدی عہد جان کر پشت در پشت وفا کرتی رہے، اور اس عہد کو توڑنے والا قوم سے کٹ جائے، اور اسی طرح یوم السبت کی تعظیم کا حکم، اور دوسرے احکام ابدی موسوی شریعت کے

تھے، کہ ان کے بیان میں یا اور جگہ موسیٰ کی پانچ کتابوں میں سے کسی کتاب کے فقرے میں یہ بات نہ تھی، کہ یہ حکم موسوی شریعت کے بعد میں منسوخ ہو جائیں گے، بلکہ اس کے برخلاف اس کے بیان میں خصوصاً یوم السبت کے حکم کے بیان میں ایسے الفاظ واقع ہوئے تھے، کہ ان کے موافق ظاہر میں یہ سب احکام دائمی معلوم ہوتے تھے کہ قیامت تک جاری رہیں گے، جیسا یہودی لوگ اب تک ایسا کچھ سمجھتے ہیں، اور اس لحاظ سے بھی شریعت عیسوی کی تکذیب کرتے ہیں، اور اسی طرح دوسری قسم کی مثالوں کا حکم ہے، کہ ان کے حکم کے بیان میں ناسخ فقرے کے سوا کسی اور فقرے میں یہ بات بیان نہیں ہوئی۔

سولہواں سوال

کلام قرآن پہلے کلام ربانی سے مخالف کیوں ہے؟

جواب

وہ کتابیں جن کو اہل کتاب اب کتب سماوی گنتے ہیں اولاً سب الہامی نہیں، اور ثانیاً ان میں سے جو الہامی ہیں ان میں بھی سب کلام الٰہی نہیں، اور ثالثاً جس قدر الہامی ہے وہ تواتر سے منقول نہیں، بلکہ روایات احاد سے منقول ہے، اور رابعاً وہ مروی بروایت آحاد بھی تحریف کے سبب مشکوک ہے، جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب ان سب امور کی توضیح سترہویں سوال کے جواب میں آتی ہے۔

پس اب یہ قول کہ قرآن اگلے کلامِ ربانی کے مخالف ہے بطور یقین کے ثبوت کو نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ اگر بالفرض قرآن کی مخالفت ان کتابوں سے ہے جو الہامی نہیں تو اس مخالفت سے کچھ اندیشہ نہیں، اس لئے کہ وہ کتابیں ایسی ہیں جیسے ''شاہنامہ'' اور ''سکندر نامہ'' اور دوسری تاریخ کی کتابیں کہ اگر ان کا کوئی مضمون کلام ربانی کے مخالف ہو تو وہ یقیناً غلط ہوگا، جیسے ہندیوں اور چینیوں اور زردشتیوں اور دوسرے لوگوں کی تاریخیں طوفان وغیرہ کے انکار میں یقیناً عیسائیوں کے نزدیک غلط سمجھی جاتی ہیں، اور جو الہامی ہیں وہ بھی روایت آحاد کے مروی ہونے کے سبب اور تحریف کی مشکوک ہونے کے سبب غیر معتبر ہیں، اور مخالفت ان کی بھی کچھ ایسی نہیں کہ اس سے قرآن کو بٹا

لگے (نقصان پہنچے)، بلکہ وہ مضمون مخالف ایسا غلط ہوگا جیسے اور بہت سی غلطیاں ان کتابوں میں موجود ہیں، اور نمونہ کے طور پر اس غلطیاں ان کی دوسرے سوال کے جواب کے اندر پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب میں لکھ آیا ہوں، اور انشاء اللہ بعض اور سترہویں سوال کے جواب میں آٹھویں ہدایت کے اندر لکھوں گا، اور باوجود ان خرابیوں کے مقاصد اصلیہ میں (مثلاً خدا کی وحدانیت اور اس کی صفات کمالیہ اور قیامت کی حقیقت اور زنا اور قتل اور چوری وغیرہا کی) حرمت مطابقت کلی ہے۔

پادریوں کے زعم میں قرآن کی مخالفت اگلے کتابوں سے تین اعتبار سے ہے

اور جس کو پادری لوگ مخالفت سمجھتے ہیں بحسب الظاہر ان کے عقیدۂ تثلیث کے موافق تین اعتبار سے ہے

اول

ان احکام کے اعتبار سے جو اگلی شریعتوں میں تھے، اور قرآن کے رو سے منسوخ ہوئے، اور حقیقت میں یہ مخالفت نہیں، ورنہ لازم آئے گا کہ قرآن مجید کی نسبت انجیل توریت سے زائد مخالف ہے، کیونکہ اس میں توریت کے سبب احکام عملی سے، کیا وہ جو عبادت سے متعلق تھے، اور کیا وہ جو حلت اور حرمت سے، اور کیا وہ جو حد اور قصاص اور سیاسیات مدنیہ سے فراغت ہے، اور ان سب پر نسخ کا قلم اس میں پھر گیا ہے، اور جناب پولوس کے ارشاد کے موافق منسوخ ہونے کے سوا توریت کو کمزور اور بے مصرف اور عیب دار ہونے کا بھی داغ لگ گیا ہے(۱)

دوم

دوم اس اعتبار سے کہ قرآن میں بعض باتیں ایسی مذکور ہیں جو اگلے کتب میں اب نہیں پائی جاتیں، اور یہ مخالفت بھی کچھ نہیں ہے، اس لئے کہ

(۱) ﴿جیسا کہ چودھویں سوال کے جواب میں تفصیل سے گذرا۔۱۲منہ﴾

تحریف وغیرہ سے قطع نظر کر کے کہتا ہوں کہ اس قسم کی مخالفت تو ان کی کتابوں میں بھی متحقق ہے، اگر یہ بے اعتباری کا سبب ہو تو چاہئے کہ یہ لوگ اپنی کتابوں سے بھی ہاتھ اٹھا دیں، اور اس کے شواہد بہت ہیں، مگر درازی کے خوف سے نمونے کے طور چودہ مثالیں لکھوں گا کہ انشاء اللہ انہیں سے ناظرین کی تسکین ہو جائے گی۔

پہلی مثال

یہودا کے خط میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"۱۴۔ حنوک نے جو آدم کی ساتویں پشت تھا ان کی بابت یہ پیشین گوئی کی تھی کہ دیکھ خداوند اپنے لاکھ لاکھ مقدسوں کے ساتھ آتا ہے۔

۱۵۔ تاکہ سبھوں پر حکم کرے، اور ان سبھوں کو جو ان میں سے بدکار ہیں ان کے سارے بدکام پر جو انہوں نے کئے ہیں، اور ساری سخت باتوں پر جو بدکار گنہ گاروں نے اس کے حق میں کہیں ہیں، سزا دے"۔

حالانکہ اس پیشین گوئی کا عہد عتیق کی کسی کتاب میں پتا نہیں لگتا، اگر لگتا ہو تو پادری لوگ بتلادیں کہ کس کتاب میں ہے۔

دوسری مثال

اسی نامہ کے نویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"جب بڑے فرشتے میکائیل نے شیطان کے ساتھ موسیٰ کی لاش کے حق میں تکرار کر کے گفتگو کی، تب اس نے بدنامی کی نالش کرنے میں دلیری پر کہا: اللہ تجھے ملامت کرے"۔

اور اس ساری بات کا بھی عہد عتیق کے کسی کتاب میں پتا نہیں، اگر ہو تو

بتلادیں۔(۱)

تیسری مثال

نامہ عبرانیہ کے نویں باب کا انیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"جب موسیٰ نے تمام لوگوں کو شریعت کا ہر ایک حکم کہہ سنایا تب بچھڑوں اور بکروں کا لہو پانی اور لال صوف اور زوفا کے ساتھ لے کر اس کتاب پر اور سارے لوگوں پر چھڑک کے کہا"۔

حالانکہ یہی حال کتاب خروج کے چوبیسویں باب میں مرقوم ہے:

"اور اس سے فقط بیلوں کی قربانی اور فقط لہو کا بنی اسرائیل پر چھڑکنا ثابت ہوتا ہے"۔ اور اس بات کا کہ "اور بکروں کا لہو پانی اور لال صوف اور زوفا کے ساتھ لے کر" اس کتاب میں پتا نہیں لگتا ہے، اور نہ یہ بات اور عہد عتیق کی کسی کتاب سے معلوم ہوتی ہے۔

اور کتاب خروج کی عبارت یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۶ء):

"۴۔ اور موسیٰ نے خداوند کی ساری باتیں لکھیں، اور صبح کو سویرے اٹھا، اور پہاڑ کے تلے ایک قربان گاہ اور بنی اسرئیل کے بارہ سبطوں کے عدد کے موافق بارہ ستون بنائے۔

۵۔ اور اس نے بنی اسرئیل کے جوانوں کو بھیجا کہ چڑھاوے چڑھا دیں، اور سلامتی کے ذبائح بیلوں سے خداوند کے لئے ذبح کریں۔

۶۔ اور موسیٰ نے آدھا خون لے کے باسنوں (برتنوں) میں رکھا، اور

---

(۱) ﴿اُرجن نے جو قدمائے عیسائیوں میں بڑا شخص گذرا ہے، بڑی عرق ریزی سے اس کا پتا لگایا ہے، کہ یہ کتاب معراج میں جو موسیٰ کی طرف منسوب تھی پائی جاتی تھی، جیسا لارڈنر نے اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں تصریح کی ہے، مگر غضب یہ ہے کہ وہ کتاب تو عیسائیوں کے نزدیک جھوٹی اور جعلی ہے، اور تعجب نہیں کہ اس فقرے کے صحیح کرنے کے واسطے اس کتاب کو کسی حضرت عیسائی نے گڑھ لی ہو۔۱۲ منہ﴾

آدھا قربان گاہ میں چھڑکا۔

۷۔ پھر اس نے عہد نامہ لیا اور لوگوں کو پڑھ سنایا، وہ بولے کہ سب کچھ جو خداوند نے فرمایا ہے ہم کریں گے اور مطیع رہیں گے۔

۸۔ موسیٰ نے اس لہو کو لے کے لوگوں پر چھڑکا، اور کہا کہ یہ لہو اس عہد کا ہے کہ خداوند نے ان باتوں کی بابت تمہارے ساتھ کیا ہے"۔

چوتھی مثال

اسی نامہ عبرانیہ کے بارہویں باب کا اکیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"اور جو کچھ نظر آیا، سو ایسا ڈراتا تھا کہ موسیٰ بولا: میں نہایت پریشان اور لرزاں ہوں"۔

حالانکہ یہ حال کتاب خروج کے انیسویں باب میں درج ہے، نہ وہاں اور نہ عہد عتیق کی کسی اور کتاب میں اس بات کا کہ "موسیٰ بولا کہ میں نہایت پریشان اور لرزاں ہوں" پتا لگتا ہے۔

پانچویں مثال

تمتھی کے دوسرے خط کے تیسرے باب کے آٹھویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"اور جس طرح یانی اور یامبری نے موسیٰ کی مخالفت کی الخ"۔

حالانکہ یہ حال کتاب خروج کے ساتویں باب میں مرقوم ہے، لیکن نہ وہاں اور نہ عہد عتیق کی کسی اور کتاب میں ان ناموں کا پتا لگتا ہے، اور ان کے کسی فقرے سے، اور نہیں معلوم ہوتا کہ یہ یانے اور یامبرے کون بلا تھے۔

چھٹی مثال

کتاب اعمال کے ساتویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"۲۳۔ جب وہ پورے چالیس برس کا ہوا تو اس کے دل میں آیا کہ اپنے بھائیوں بنی اسرئیل سے ملاقات کرے۔

۲۴۔ اور ایک کو ان میں سے ظلم اٹھاتے دیکھ کے اس نے مدد کی، اور اس مصری کو جان سے مار کے مظلوم کا بدلہ لیا۔

۲۵۔ اور اس نے گمان کیا کہ میرے بھائی سمجھیں کہ خدا میرے وسیلے سے انہیں بچالے گا، لیکن وہ نہ سمجھے۔

۲۶۔ پھر دوسرے دن ان سے جب وہ لڑ رہے تھے ملاقات ہوئی، اور چاہا کہ انہیں ملادے، اور بولا کہ اے مردو تم بھائی ہو، کیوں ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہو؟

۲۷۔ لیکن اس نے جو پڑوسی پر ظلم کرتا تھا، اس کو دور کر کے کہا کس نے تجھے ہم پر حاکم اور قاضی مقرر کیا ہے؟

۲۸۔ کیا جس طرح تو نے کل مصری کو قتل کیا، کیا مجھ کو قتل کیا چاہتا ہے۔

۲۹۔ موسیٰ اس پر بھاگا اور مدین ملک میں جا رہا، وہاں اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے"

اور یہی حال کتاب خروج کے دوسرے باب میں مرقوم ہے مگر کتاب اعمال میں کئی چیزوں کا ذکر ہے، کہ ان کا نہ تو کتاب خروج میں اور نہ عہد عتیق کی اور کسی کتاب پتہ لگتا ہے۔

اور کتاب خروج کی عبارت یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۱۱۔ اور ان روزوں میں یوں ہوا کہ جب موسیٰ بڑا ہوا تو وہ اپنے بھائیوں (کے) پاس باہر گیا، اور ان کی مشقتوں کو دیکھا اور دیکھا کہ ایک مصری

ایک عبرانی کو جو اس کے بھائیوں میں تھا، مار رہا ہے۔

۱۲۔ پھر اس نے اِدھر اُدھر نظر کی، اور دیکھا کہ کوئی نہیں، تب اس مصری کو مار ڈالا، اور ریت میں چھپا دیا۔

۱۳۔ جب وہ دوسرے دن باہر گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ دو عبرانی آپس میں جھگڑ رہے ہیں، تب اس نے اس کو جو ناحق پر تھا کہا کہ تو اپنے یار کو کیوں مارتا ہے۔

۱۴۔ وہ بولا کہ کس نے تجھے ہم پر حاکم یا منصف مقرر کیا، آیا تو چاہتا ہے کہ جس طرح تو نے اس مصری کو مار ڈالا مجھے بھی مار ڈالے؟ الخ"۔

ساتویں مثال

یہودا کے نامہ کے چھٹے درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"اور ان فرشتوں کو جو اپنی پہلی حکومت پر نہ رہے، بلکہ اپنے مقام کو چھوڑ دیا انہیں ہمیشہ کی زنجیر میں حساب کے بڑے دن کے لئے تاریکی میں رکھا"۔

اور اسی طرح پطر کے دوسرے نامہ کے دوسرے باب کے چوتھے درس میں ہے، حالانکہ عہد عتیق کی کسی کتاب میں اس کا پتا نہیں لگتا، بلکہ کتاب ایوب اور انجیل کے اور مقام اس بات کی تکذیب کرتے ہیں، جیسا کہ دوسرے سوال کے جواب کے اندر اکانویں اختلاف کے بیان میں تفصیل اس کی گذری۔

آٹھویں مثال

متی کی انجیل کے دوسرے باب کے بتیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء، ۱۸۴۶ء):

"نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا کہ وہ ناصری کہلائے گا"۔

حالانکہ عہد عتیق کی جتنی کتابیں اب موجود ہیں ان میں سے ایک نبی کی کتاب میں بھی اس کا پتہ نہیں لگتا، چہ جائے کہ کئی پیغمبروں کی کتاب میں اس کا نشان ملے، اور رومن کاتولیک مذہب والے اقرار کرتے ہیں کہ وہ کتابیں جن میں یہ ذکر تھا، نیست ونابود ہوگئیں، جیسا کہ انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب کے اندر چوتھی ہدایت میں آتا ہے۔

نویں مثال

متی کے انجیل کے ستائیسویں باب کے نویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء، ۱۸۴۶ء):

"تب وہ جو یرمیا نبی کی معرفت سے کہا گیا تھا پورا ہوا، الخ"۔

حالانکہ یرمیا نبی کی کتاب میں جواب موجود ہے، کہیں بھی اس بات کا پتا نہیں، عیسائی مذہب کے علماء اس جگہ لاچار ہوگئے ہیں، بعض نے مثل داؤداور مسٹر جویل اور بیوکانان اور کیراکوس کے اقرار کیا کہ اس جگہ متی سے غلطی ہوئی ہے، اور بعض نے اس جگہ تحریف مان لی، جیسا کہ پہلے سوال کے جواب کے آخر میں اثبات رسالت کی چوتھی وجہ کے اندر بیان اس کا گزرا۔

دسویں مثال

ایک سو پانچویں زبور کے اٹھارویں درس میں یوسفؑ کے حال میں یوں مرقوم ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۳ء):

"جس کے پانوؤں کو انہوں نے بیڑیا (بیڑی) پہنا کے دکھ دیا، وہ لوہا اس کے دل میں پہنچا"۔

حالانکہ کتاب پیدائش کے انتالیسویں باب میں یوسف کے قید کرنے کا حال

مفصل مرقوم ہے، اس میں کہیں اس جملے کا پتا نہیں لگتا، اور قید کرنے سے بیڑیوں کا ڈالنا لازم نہیں آتا، اور کتاب پیدائش کے سوا عہد عتیق کے کسی اور کتاب میں بھی جو زبور سے پہلے میں یہ حال لکھا ہوا نہیں ہیں۔

گیارہویں مثال

کتاب ہوسیع کے بارہویں باب کے چوتھے درس میں حضرت یعقوب کا حال یوں مرقوم ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"وہ فرشتے کے ساتھ کشتی لڑا، اور غالب آیا، وہ رویا اور اس سے برکت خواہ ہوا الخ"۔

اور یعقوب کے کشتی لڑنے کا حال کتاب پیدائش کے بتیسویں باب میں مفصل مرقوم ہے، نہ وہاں نہ عہد عتیق کی کسی اور کتاب میں ہوسیع کی کتاب کے سوا اس جملہ کا "وہ رویا" پتا لگتا ہے۔

بارہویں مثال

گرنتھیوں کے پہلے نامہ کے پندرہویں باب کے ساتویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"بعد اس کے پانسو (پانچ سو) بھائی سے زیادہ تھے، جنہیں وہ ایک بار دکھائی دیا، اور اکثر ان میں سے ہنوز موجود ہیں، پر کئی ایک سو گئے ہیں"۔

حالانکہ چاروں انجیلوں میں اس کا پتا نہیں لگتا۔

تیرہویں مثال

کتاب اعمال کے بیسویں باب کے پینتسویں درس میں پولوس مقدس کے قول کے اندر یوں مرقوم ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"خداوند یسوع کی باتیں یاد کرو کہ اس نے کہا ہے دنیا لینے سے مبارک ہے"۔

حالانکہ جناب مسیح کا یہ قول چاروں انجیلوں میں کہیں منقول نہیں۔

چودہویں مثال

آدم اور شیث اور انوس وغیرہم سب کی اولاد کے نام توریت میں لکھے ہوئے نہیں ہیں (۱) سو اس صورت میں اگر کسی اور تاریخ یا کتاب میں کوئی ان ناموں میں سے مذکور ہو تو اس کو کاذب نہ کہیں گے، اور نہ توریت کے مخالف شمار کریں گے۔

دیکھو متی کے باب اول میں وہ سب نام جو زرد بابل کے بعد مذکور ہیں، وہ توریت میں کہیں نہیں پائے جاتے، بہر حال یہ بات تو کہ جو اگلی کتب میں موجود نہ ہو، اور پچھلی کتاب میں پایا جاوے، اسے مخالف کہیں محض پوچ (لغو) ہے۔

اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں کتاب دوم سلاطین کے چودہویں باب کے ۲۵ درس کے شرح میں یوں مرقوم ہے کہ:

"اس یونس پیغمبر کا فقط اسی درس میں اور اس مشہور پیام میں جو نینوے کو لے گئے ذکر ہے اور بس، اور وہ پیشین گوئیاں جن سے انہوں نے یربعام بادشاہ کو سریا کے بادشاہ کے لڑائی پر دلیر اور تیز کیا تھا، کہیں مرقوم نہیں، مگر اس کا سبب صرف یہی نہیں کہ بہت سے پیغمبروں کے مکتوبات ہمارے پاس نہیں رہے، بلکہ یہ ہے کہ پیغمبروں نے اپنے بہت سے پیشین گوئیوں کو لکھا نہیں ہے"۔

(یہاں تک ان مفسروں کا کلام تھا)۔

---

(۱) ﴿رسالہ طریق الاولیاء میں جو پادری ولیم اسمٹ کی تصنیف ہے مرقوم ہے (نسخہ ۱۸۴۸ء صفحہ ۵۰):
"آدم کے فرزندوں کا حال کم لکھا ہے، پر شیث کے عمدہ قوم کے نسب نامے بہت اور بڑی خبرداری سے لکھے گئے، کیونکہ اس میں برکت تھی"۔
(یہاں تک کلام ولیم اسمٹ کا تھا،) سو دیکھو آدمؑ کے اور فرزندوں کا حال کم لکھا ہوا ہے۔ ۱۲ منہ"﴾

دیکھو اس قول کو بھی ''اور وہ پیشین گوئیاں جن سے انہوں نے یربعام بادشاہ کو سریا کے بادشاہ کے لڑائی پر دلیر اور تیز کیا تھا'' کہیں مرقوم نہیں، اور اس قول کو کہ ''پیغمبروں نے اپنے بہت سے پیشین گوئیوں کو لکھا بھی نہیں'' کیسے صاف دلالت کرتے ہیں کہ پیغمبروں نے بہت سی سچی باتوں کو نہیں لکھا۔

اور یوحنا کی انجیل کے ۲۱ باب کے ۲۵ درس میں (نسخہ ۱۸۴۴ء):

''اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کیئے، کہ جو اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں دنیا میں نہ سماتیں''۔

دیکھو یہ قول دلالت کرتا ہے کہ حضرت مسیح کے حالات میں سے بہت ہی تھوڑا لکھا گیا ہے، اور اسی طرح اور مقامات ہیں، اور ان چاروں انجیلوں میں بھی اگر اس بات کے شواہد طلب کرو تو بکثرت نکلیں گے، درازی کے خوف سے ان کو نہیں ذکر کرتا، نمونہ کے طور پر ''ازالۃ الاوہام'' کے مقدمہ کے دوسرے فائدے کے اندر مذکور ہوئے ہیں، ناظرین وہاں دیکھ لیں۔

سوم

سوم اس عبارت سے کہ ''ان کی کتابوں میں ایک حال ایک طرح سے منقول ہے، اور قرآن میں اور طرح سے'' سو اس کا حال یہ ہے کہ اگر وہاں تاویل سے تطبیق ہوجاتی ہے، اور تاویل سے کوئی دلیل مانع نہیں تو تاویل کریں گے، اور پادریوں کی مجال نہیں کہ تاویل پر حرف گیری کریں، ورنہ دیکھیں انجیل کے ان ساٹھ اختلافات کو جن کا ذکر دوسرے سوال کے جواب میں گزرا، اور ان ختلافات کو جن کا ذکر سترہویں سوال کے جواب میں آتا ہے اور اپنے گھر کی ان تاویلات کو ان اختلافات کی بابت کہ کیا ہی بعید ہیں۔

اور اگر تاویل وہاں نہیں ہوسکتی تو اس جگہ قرآن کا مخالف قول غلط ہوگا، خصوصاً اگر وہ مخالف قصہ یا کہانی ہو، کیونکہ ان کی کتابوں میں تحریف یقینی ہے، اور یروشالم کی بربادی کے بعد یہودیوں اور عیسائیوں میں بہت سی جھوٹی حکایتیں پھیل گئی تھیں، اور وہ حکایتیں ان کی کتابوں میں کاتبوں کی جہالت یا ان کی بددیانتی سے (کہ دوسری صدی سے مذہب کی ترقی کے لئے جھوٹ بولنے کو مستحبات دینی سے سمجھنے لگے تھے) داخل ہوگئیں، اور اس پر ان کے علماء محققین کا اقرار ہے، جیسا کہ انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں آتا ہے، اور پادریوں کو بھی اپنے گھر سنبھالنے کو ایسی مخالفت میں مشکل پڑی ہے، کیونکہ بعض بعض جگہ عہد جدید عہد عتیق سے، اور عہد عتیق کا نسخہ عبری صدہا جگہ نسخہ یونانی سے ایسا مخالف واقع ہوا ہے کہ جب تک ایک کو محرف یا غلط نہ مانیں کوئی صورت بن نہیں پڑتی، اور ان کے قدماء نسخہ یونانی کو صحیح اور عبری کو غلط اور محرف مانتے تھے، اور اب اکثر متاخرین عبری کے حامی ہوکر یونانی کو غلط بتلاتے ہیں، اور یونانی کا غلط کہنا کچھ عبری کے غلط کہنے سے کم نہیں، جیسے انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں ان سب امور کی بھی تشریح آتی ہے۔

سترہواں سوال

"توریت اورانجیل میں تحریف کی کیادلیل ہے"

تم کس دلیل سے ثابت کرسکتے ہوکہ پہلے کلام الہٰی یعنی توریت اورانجیل کو نصاریٰ اوریہودیوں نے ازراہ دشمنی یادیدہ ودانستہ بدل دیاہے؟

جواب

جس دلیل سے ہم ثابت کرتے ہیں اس کوکتاب "اعجاز عیسوی" میں لکھ چکا ہوں،اوروہ کتاب صرف تحریف کے اثبات میں لکھی گئی ہے،اوربفضل اللہ کافی ہے،تو ضرورت نہیں کہ اس جگہ کچھ لکھوں،لیکن چونکہ یہ مسئلہ ان مسائل میں جن کی بابت محمدیوں اورعیسائیوں میں نزاع ہےایک بڑامسئلہ ہے،اورفرقہ پروٹسٹنٹ کے پادری واعظ جب سے ہندوستان میں آئے ہیں اپنی تحریراورتقریرمیں اس کی بابت بہت شوروغل مچاتے ہیں،اورواویلاکرکے ایک عالم کوسرپراٹھاتے ہیں،اورسائل کے نزدیک بھی یہ ایک بڑامسئلہ ہے،اوراس کے اکثرباقی سوال اس سے متعلق ہیں،تو مناسب معلوم ہواکہ اس کو"اعجازعیسوی" کےفقط حوالہ پرنہ چھوڑوں،بلکہ اس جگہ بھی لکھوں،سو بفضل اللہ لکھتاہوں،اوراس مسئلہ کے مہتم بالشان ہونے کے سبب درازی سے نہ ڈروں گا۔

اورچونکہ عہدعتیق اورجدیدکی کتابوں کاالہامی ہونایانہ ہونابھی اسی مسئلہ سے مناسبت رکھتاہے،اورسائل بھی ان کتابوں کی نسبت کئی جگہ کلام الہٰی کالفظ بولاہے،سو

اس بات کی تحقیق بھی اسی جواب میں کروں گا، اور انشاء اللہ ان سب امور کو ایسا لکھوں گا کہ منصف لوگ تسکین پا کر خوش ہو جاویں گے، گو منکر بے انصاف اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے اس قول کا(۱) "وجحدوا بها واستيقنتها أنفسهم ظلماً وعلواً" مصداق کر دکھلاویں، اور اس جواب کو بارہ مباحث پر تقسیم کر کے ہر مبحث کو ہدایت کے لفظ سے تعبیر کروں گا۔

اور پہلے مبحث میں بتلاؤں گا کہ اہل کتاب جس کتاب کی جس مصنف کی طرف نسبت کرتے ہیں اس کی کوئی سند کامل نہیں۔

اور دوسرے مبحث میں بتلاؤں گا کہ عہد عتیق کی کتابوں کے عبری اور یونانی اور سامری نسخہ کی کیا حقیقت ہے، اور کس نے کس نسخے کو اچھا جانا ہے۔

اور تیسرے مبحث میں بتلاؤں گا کہ تینوں نسخوں میں ایسا اختلاف ہے کہ ایک دوسرے کی تکذیب کرتا ہے۔

اور چوتھے مبحث میں ان وجوہ کا بیان کروں گا، جن سے ثابت ہو جاوے کہ اگلے زمانے میں تحریف کا ہو جانا، اور چل جانا کچھ ممتنع اور مشکل نہ تھا بلکہ ممکن اور بہت ہی سہل تھا۔

اور پانچویں مبحث میں ظاہر کروں گا کہ تحریف کی سب قسمیں ان کی کتابوں میں متحقق ہیں۔

اور چھٹے مبحث میں بیان کروں گا کہ اگر کسی اگلے پیغمبر کی کتاب میں کچھ تحریف ہو گئی تو پچھلا پیغمبر اس کے سنوارنے میں متوجہ نہیں ہوا، اور اس سے وہ تحریف

---

(۱) یہ قول انیسویں سیپارے کے سولہویں رکوع میں سورۂ نمل کی چودھویں آیت کے اندر واقع ہوا ہے، اور معنیٰ اس کے یوں ہیں:

''اور ان سے منکر ہو گئے، اور ان کو یقین جان چکے تھے اپنے جی میں، بے انصافی اور غرور سے''۔ ۱۲ منہ

نہیں نکلی۔

اور ساتویں مبحث میں بتلاؤں گا کہ عیسائی مذہب کے مخالف (بلکہ بعضے بعضے موافق فرقے بھی) علماءِ سلف سے خلف تک تحریف کی دہائی دیتے چلے آئے ہیں۔

اور آٹھویں مبحث میں بتلاؤں گا کہ ان کی کتابوں میں ایسے اختلافات اور غلطیاں ہیں کہ اگر اور سب امور سے قطع نظر کریں تو بھی وہ اس بات کے مقتضی ہیں، کہ یا تو ان میں تحریف ہوئی یا ان کے لکھنے والے الہامی شخص نہ تھے۔

اور نویں مبحث میں بتلاؤں گا کہ جو لوگ اب تک ان کتابوں کے الہامی ہونے کے قائل ہیں ان کو بھی بعض مقامات میں مجبوراً تحریف تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارا نہیں، اور اسی مبحث میں ان کے اقرار کے موافق یہ بات بھی ثابت کردوں گا کہ مدت دراز کے بعد ان بعض مقامات میں وہ تحریف ایسی چل گئی کہ برابر سب نسخوں میں پھیل پڑی۔

اور دسویں مبحث میں بتلاؤں گا کہ اگر تحریف سے قطع نظر کریں تو بھی ان کتابوں کا الہامی ہونا ثابت نہیں رہتا، اور اہل کتاب کے صدہا علماء نے اکثر مقامات میں دیدہ و دانستہ ان کتابوں کے مخالف کہا ہے، اور ظاہر ہے کہ اگر ان علماء کے نزدیک یہ سب الہامی ہوتیں اور ان میں تحریف نہ ہوتی تو یہ لوگ پھر مخالفت کیوں کرتے؟

اور گیارہویں مبحث میں بتلاؤں گا کہ چونکہ ان کتابوں کے موافق پیغمبروں کی عصمت کسی گناہ سے (یہاں تک کہ زنا اور بت پرستی، اور احکام تبلیغی میں جھوٹ بولنے سے بھی) ثابت نہیں، اور انہیں کتابوں کے موافق معجزے اور کرامت کا صدور نبوت کی دلیل نہیں، بلکہ ایمان کی علامت بھی نہیں، تو اس سبب سے ان کتابوں کے الہامی ہونے میں ایک اور شبہ ہے۔

اور بارھویں مبحث میں ان کے بعضے ترجموں کا حال اور اسی طرح جناب مسیح اور حواریوں کی گواہی اور بعضے پرانے نسخوں کا حال لکھوں گا۔

اس کے بعد اپنی رائے کو عہد عتیق اور جدید کی نسبت بیان کروں گا، اور پادریوں کے شبہات کو ہر مبحث کے مناسب اسی مبحث میں نقل کر کے جواب دوں گا، لیکن میزان الحق کے پہلے باب کی تیسری فصل کو ''اعجاز عیسوی'' میں حرفاً حرفاً نقل کر کے جواب دے چکا ہوں، اور اس کے سب رطب ویابس کو پھونک چکا ہوں تو اس لحاظ سے اس کو یہاں قلم انداز کروں گا۔ (رب انصرنی بما یکذبون)

پہلی ہدایت

اہل کتاب کی کتابوں کی سندوں کا حال

کسی کتاب کے آسمانی کتاب اور واجب التسلیم ہونے کے واسطے ضروری ہے کہ یہ بات دلیل سے معلوم ہو کہ وہ کتاب فلانے نبی کی معرفت عطا ہوئی، اور وہی اب تک صحیح وسالم ہم تک پہنچی ہے، اسی لئے اہل اسلام عہد عتیق اور جدید کی کتابوں کی سند عیسائی مذہب کے علماء سے مانگتے چلے آتے ہیں، اور آج تک یہ لوگ سند متصل پیش نہیں کر سکے،(۱) ہاں خالی دعوی بہت کر بیٹھتے ہیں، مگر ایسا ادعا تو کچھ بھی کام نہیں آتا، اور جس کو یہ لوگ سند کہتے ہیں وہ صرف ایک ظن اور اٹکل ہے، اور ظن اور اٹکل کو دلیل قطعی اور سند محکم نہیں کہہ سکتے، جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب توریت کی تیسری دلیل کے ذیل میں معلوم ہوگا، اور ایک کتاب فقط کسی کی طرف منسوب ہونے سے اس کی تصنیف نہیں ٹھہر سکتی، بلکہ ایسا بیہودا دعوی کرنا سراسر انصاف کے خلاف ہے، اور عیسائیوں کو بڑی ہی مشکل میں ڈالے گا، اس لئے کہ ان پانچ کتابوں کے سوا کتاب مشاہدات اور پیدائش کی چھوٹی کتاب اور ''کتاب معراج'' اور ''کتاب الاسراء'' اور ''کتاب ٹسٹمینٹ'' اور ''کتاب الاقرار'' بھی حضرت موسیٰ کے طرف منسوب ہیں، اور

---

(۱) اور سند متصل کے معنیٰ کا بیان بارہویں ہدایت کی چوتھی قسم کی پہلی تنبیہ میں آتا ہے۔ ۱۲ منہ

اب عیسائی ان سب کو جعلی سمجھتے ہیں، اور اسی طرح چوتھی کتاب عزرا کی عزرا کی طرف، اور کتاب معراجِ اشعیا، اور کتاب مشاہداتِ اشعیا، اشعیا کی طرف، اور مشہور کتابِ یرمیا(۱) کے سوا ایک اور کتاب یرمیا کے طرف، اور چند ملفوظات حبقوقؑ کی طرف، اور چند زبور سلیمانؑ کی طرف، اور اس عہد جدید مشہور کی کتابوں کے سوا ستر (۷۰) اناجیل اور نامجات اور مشاہدات سے زائد حضرت عیسٰیؑ اور حضرت مریم اور حواریین اور تابعین حواریین کے طرف منسوب ہیں، اور کلیسہ گریک اور رومن کیتھولک اور فرقۂ پروٹسٹنٹ کے نزدیک اب یہ سب جعلی اور جھوٹی کتابیں ہیں، اور عزرا کی تیسری کتاب جس کو کلیسہ گریک اب تک الہامی اور مقدس مانتا ہے، اور رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ اس کو الہامی نہیں سمجھتے، عزرا کی طرف منسوب ہے، تو دیکھو یہ سب کتابیں ان شخصوں کی جن کی طرف منسوب ہیں، تصنیف نہیں کہی جاتیں۔

اور رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ ان کو نہیں مانتے، اور چند کتابیں اور ہیں جن کو رومن کیتھولک الہامی اور واجب التسلیم سمجھتے ہیں، اور پروٹسٹنٹ ان کو جعلی اور جھوٹی اور محرف بتلاتے ہیں، چنانچہ ان سب امور کی تشریح اس ہدایت میں اور چوتھی ہدایت میں آتی ہے۔

اور سلف کے یہود اور عیسائی تو جعلی کتاب کے بنانے اور کسی پیغمبر یا بزرگ شخص کی طرف اس کی نسبت کر دینے میں طاق تھے، اور دین کی ترقی کے واسطے اس قسم کے جھوٹ بولنے کو مستحبات دینی میں سے سمجھتے تھے۔

بھلا اس صورت میں جب تک کسی کتاب کی سند کامل نہ ملے تو ہم کس طرح اس کو مانیں؟ اور اگرچہ اس مقام میں جب تک یہ لوگ سند کامل نہ پیش کریں ہم کو مجرد

---

(۱) اس کتاب کا ذکر محقق نورٹن نے کیا ہے۔ ۱۲ منہ

انکار کفایت کرتا ہے، اور سند کی دلیلیں پیش کرنا ان کے ذمہ ہیں، مگر تبرعاً ان کتابوں کے بے سند ہونے کی کچھ وجوہ لکھوں گا، لیکن چونکہ سب کا حال لکھنے میں بہت طول ہوتا ہے، اور کتاب ''اعجاز عیسوی'' میں سب کا حال مرقوم ہے، اس لئے عہد عتیق اور عہد جدید کی بعض بعض کتابوں کا حال لکھوں گا۔ وباللہ التوفیق۔

اس بات کے دلائل کہ توریت حضرت موسیٰ کی تصنیف نہیں:

کہتا ہوں میں کہ اول توریت کی پانچ کتابیں جو حضرت موسیٰ کے طرف منسوب ہیں ان کی نسبت صحیح نہیں، اور محقق نورٹن نے جو عیسائی مذہب ہے(۱) اپنی کتاب ''الاسناد'' کی دوسرے جلد میں اس بات کو بہ دلائل ثابت کیا ہے، اور ادلہ کے بعد کہتا ہے کہ:

> ''ان وجوہ کا لحاظ کر کے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی سند اس بات کی نہیں کہ یہ توریت موسیٰ کی تصنیف ہے''۔

سو جس کو زائد تحقیق منظور ہو اس میں دیکھے، اور اس جگہ میں بھی مختصر طور سے حواریوں کے عدد کے موافق بارہ دلیلوں کا ذکر کرتا ہوں۔

پہلی دلیل

یہ کہ توریت کا وہ نسخہ جو کتاب استثناء کے اکتیسویں باب کے موافق حضرت موسیٰ نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر اس کو لاوی کاہنوں اور بنی اسرئیل کے سارے بزرگوں کے حوالے کر کے حکم کیا تھا کہ شہادت کے صندوق کے اندر رکھو، اور ہر سات برس کے

---

(۱) گو بعض متعصب پادری اس کو سچا عیسائی نہ کہیں، علاوہ اس کے ,,انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال،، اس کے مذہب سے کیا کام، قول کو دیکھنا چاہئے، اگر کوئی ملحد یا مشرک کہے کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں تو اس کے الحاد اور شرک کا لحاظ کر کے یوں نہ کہیں گے کہ یہ قول غلط ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

آخر میں عید کے روز سارے بنی اسرائیل کو سنایا کرتے رہو، حضرت سلیمان کے عہد سے پہلے جاتا رہا تھا، کیونکہ ان کے عہد میں جب وہ صندوق کھولا گیا تو اس میں ان الواح کے سوا جن پر دس احکام لکھے ہوئے تھے اور کچھ نہ تھا۔

سلاطین کی پہلی کتاب کے آٹھویں باب کے نویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''اور صندوق شہادت میں پتھر کی ان دو لوحوں کے سوا کچھ نہ تھا کہ جنہیں موسیٰ نے حوریب پر اس میں رکھا جب کہ یہواہ نے بنی اسرائیل سے عہد باندھا اور وہ زمین مصر سے نکلے تھے''۔

(نسخہ ۱۸۴۲ء):

''اور صندوق شہادت میں پتھر کی ان دو لوحوں کے سوا کچھ نہ تھا کہ جنہیں موسیٰ نے حورب پر اس میں رکھا الخ''

فارسیہ (۱۸۳۸ء):

''در صندوق چیزے نبود جز دو لوح سنگی کہ موسی در حوریب دران نہاد الخ''۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

''و در صندوق چیزے نبود سوائے دو لوح سنگ کہ موسی در حوریب درانجا گذاشت الخ''۔

اور دوسرے ترجمے بھی اسی کے موافق ہیں۔

اور کئی صاحب اور فرنچ صاحب نے مباحثہ میں مجھ سے کہا کہ تحریف ممکن نہ تھی، کیونکہ توریت کا نسخہ موسیٰ کا لکھا ہوا بخت نصر کے زمانے تک محفوظ اور صندوق کے اندر باحتیاط تمام رکھا تھا، جو بادشاہ تخت پر بیٹھتا تھا اس کو اپنا دستور العمل ٹھہراتا تھا، پس

اس میں تحریف کیونکر ہو سکتی؟

میں نے کہا کہ وہ کون سے صندوق میں تھا؟ آیا اسی صندوق میں جس میں دو لوحیں رکھی ہوئی تھیں؟

بولے ہاں۔

میں نے کہا کہ اس میں تو حضرت سلیمان کے عہد میں بھی نہ تھا، بخت نصر کے عہد کا تو کیا ذکر؟

اس کو سن کر دونوں نے تعجب کی راہ سے پوچھا کہ کس دلیل سے کہتے ہو؟

میں نے کہا کہ سلاطین کی پہلی کتاب کے آٹھویں باب کے موافق، بولے کس جگہ ہے؟ میں نے یہی نواں درس دکھلایا، اس کو دیکھ کر دونوں چپ ہو رہے۔

بہر حال وہ نسخہ سلیمانؑ کے عہد سے پہلے ہی جاتا رہا تھا، اور ان پادریوں کی غفلت تھی، اور گمان غالب یہ ہے کہ وہ نسخہ اس زمانے میں گم ہوا ہوگا، جس زمانے میں فلسطینی کافر اس صندوق کو لوٹ کر لے گئے تھے، اور چھ سات مہینے تک انہیں کے ملک میں رہا تھا، جیسا کہ یہ حال سموئیل کی پہلی کتاب میں چوتھے باب سے چھٹے باب تک لکھا ہوا ہے، اور اس نسخے کی نقلیں بھی نہ پھیلنے پائی تھیں، اس لئے کہ یوشعؑ کی زندگی تک بنی اسرائیل کو لڑائیوں کی کثرت کے سبب نہ اتنی فرصت تھی، اور نہ اس سبب سے کہ اصل نسخہ موجود تھا، اور ہر سات برس کے آخر میں موسیٰ کی وصیت کے موافق ہر ایک اسے سن لیتا تھا، اس کے نقل کی حاجت تھی، اور یوشعؑ اور ان کے ہم عہد جب مر گئے تو بنی اسرئیل نے خدا کو چھوڑ دیا، اور مرتد ہو کر بت پرست بن گئے، اور بہت جلد مرتد ہوئے، اس کے بعد خدا نے قاضی ان پر مقرر کئے تب بھی وہ پوری طرح باز نہ آئے، اور قاضیوں کے مرنے کے بعد تو بہت ہی خراب اور شدت سے بت پرست بنے، اور

کنعانیوں اور حاویوں اور اموریوں اور فرزیوں اور حاتانیوں اور یبوسیوں سے رشتے ناتے اور باہم نکاح کیئے، اوران میں گھل مل گئے، اور بعل اوراسیراثا(۱) بتوں کوپوجنے لگے، جیسا کہ کتاب القضات کے دوسرے اور تیسرے باب میں صراحت ہے۔

اس کے بعد حضرت سلیمان کے آخر عہد تک یہ نوبت رہی، کہ کبھی توبہ کی اور کبھی بت پرست بنے، اوران وقتوں میں حضرت داؤد کے سارے عہد سلطنت، اور سلیمان کے کچھ عہد تک ان کا حال خدا پرستی میں بہت اچھا رہا، مگر سلیمان کے آخر عہد سلطنت میں ایک بڑی آفت پڑی کہ ان کی مقدس کتابوں کے موافق خود سلیمانؑ بھی مرتد بن گئے، اورانہوں نے بت خانے بنوائے، اور ملکوم اور عشروت بتوں کی پرستش کی، اوران کے حضور بخور جلایا کرتے، اور قربانیاں گزرانا کرتے تھے، جیسا کہ سلاطین کی پہلی کتاب کے گیارہویں باب میں مصرح ہے، سو جب بادشاہ کا یہ حال ہو تو "النـاس علیٰ دین ملوکهم" کے مفہوم کے مطابق ان کی رعیت کا حال (جن کے دل پہلے ہی سے بت پرستی کے طرف راغب تھے، اور مارے پیٹے شریعت کی پیروی کرتے تھے) کیا پوچھنا چاہئے؟

اسرائیلی سلطنت کا حال

اور سلیمانؑ کے مرتے ہی بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں میں پھوٹ پڑی کہ دس فرقے ایک طرف ہوئے، اور دو فرقے ایک طرف، سو دس (۱۰) فرقوں نے ایک علحدہ بادشاہت ٹھہرائی، اوراس کا نام اسرائیلی سلطنت رکھا، اور یوربعام ایک نامور سردار کو اپنا بادشاہ ٹھہرایا، اور دو فرقوں نے رجعام بن سلیمان کو اپنا بادشاہ سمجھا، اوراس سلطنت کا نام یہودا رکھا گیا۔

---

(۱) بتوں کے نام ہیں ۱۲ امنہ رحمہ اللہ

اب دونوں سلطنتوں کا حال سنئے کہ یوربعام کے ورغلانے سے پہلے دس فرقوں میں خداپرستی متروک اور بت پرستی شروع ہوئی، اور بت خانے بنائے گئے، جیسا سلاطین کی پہلی کتاب کے بارہویں باب میں ہے۔

یوربعام کے بعد ان فرقوں میں تقریباً اڑھائی سو برس بت پرستی قائم رہی، بلکہ ان کی بت پرستی اور بدی دن بدن ترقی کرتی گئی، اور اس عرصے میں اٹھارہ بادشاہ ہوئے، لیکن سب کے سب کافر اور بت پرست، ان کی اس شرارت پر خدا تعالیٰ نے اموریوں کو ان پر مسلط کیا، انہوں نے اول ان کے ملک کو لوٹ لوٹ کے ویران کردیا، پھر وہاں کے بادشاہ نے اس ملک پر اپنا قبضہ کرلیا، اور دس کے دس فرقوں کے باقی ماندہ لوگوں میں سے اکثر لوگوں کو اسیر کرکے اپنی بادشاہت کے اور ملکوں میں لے گیا، اور صرف تھوڑے آدمی کنعان میں رہ گئے، اور دوسری جگہ کے بت پرست عوام کو لاکر اس ملک میں بسایا، اور باقی بنی اسرئیل کی جوان عوام سے آمیزش ہوئی، ان کی اولاد سامری کہلائی، اور یہ اسیری اسور کی اسیری کہلاتی ہے، جو یوشع کے آخر عہد سلطنت میں جو اس سلطنتِ اسرائیلی کا اٹھارواں اور آخری بادشاہ تھا، سات سو اکیس برس قبل ولادت مسیح کے ظہور میں آئی، اور ان فرقوں میں جب بت پرستی شروع ہوئی تھی تب ہی سے بنی لیوی اور کاہن سب کے سب ان میں سے جلاوطن ہوکر یہوداکے ملک میں آبسے تھے، سو ان حالات اور آفات کا لحاظ کرکے گمان یوں ہوتا ہے کہ ان فرقوں میں توریت کا وجود نہ ہو، کیونکہ اس کفرستان میں ایسے گوسالے پرست اور بت پرستوں کو توریت سے کیا کام رہا تھا۔

اور اس حال کو سلاطین کی دوسری کتاب کے سترہویں باب کے بعضے فقروں کی نقل پر ختم کرتا ہوں (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۶۔ اور ہوشع کی سلطنت کے نویں برس شاہ اسور نے سامرہ پر قبضہ
کر لیا، اور اسرائیلیوں کو اسیر کر کے لے گیا، اور انہیں صلاح اور حبور میں جو ثوران
کی نہر کے نزدیک تھے، اور مادی کی بستیوں میں بسایا۔

۷۔ اس لئے کہ بنی اسرائیل نے یہواہ اپنے خدا کے حضور جس نے ان
کو زمین مصر سے نکال کے شاہ مصر فرعون کے ہاتھ سے نجات بخشی، بدکاریاں
کیں اور بتوں کی پرستش کی۔

۸۔ اور ان اجنبی گروہوں کی سنتوں پر چلے، جنھیں یہواہ نے بنی
اسرائیل کے آگے سے خارج کیا۔

۹۔ اور اسرائیلی بادشاہوں کی سنتوں پر جو انہوں نے اختیار کیں، اور
یہواہ اپنے خدا کی مرضی کے برخلاف پنہانی پنہانی (چھپے طور سے) ایسے ایسے
کام کئے جو پہلے نہ تھے، اور انہوں نے اپنی ساری بستیوں میں نگہدوں کے برج
سے لے کے محصور شہر تک اونچے اونچے شوالے (مندر) بنائے۔

۱۰۔ اور ہر ایک اونچے کوہ پر اور ہر ایک ہرے درخت تلے مورتیں نصب
کیاں (کیں) اور جھنڈے لگائے۔

۱۱۔ اور سب اونچے مکانوں پر ان غیر گروہوں کے مانند جنھیں یہواہ نے
ان کے سامنے سے دفع کیا خوشبوئیاں جلائیں اور شرارتیں کیاں (کیں) یہاں
تک کہ یہواہ کو غصہ دلایا۔

۱۲۔ کیونکہ انہوں نے بت پوجے باوجودیکہ یہواہ نے انہیں کہا تھا کہ تم
یہ کام نہ کیجیو۔

۱۶۔ اور انہوں نے یہواہ اپنے خدا کے حکم کو ترک کیا، اور اپنے لئے دو
مورتیاں یعنی دو ڈھالی ہوئی گائیں اور جھنڈے بنائے، اور آسمانی ستاروں کی
پرستش اور باحال (بعل) کی عبادت کی۔

۱۷۔ اور انہوں نے اپنے بیٹا بیٹی کو آگ میں چڑھایا اور غیب گوئی اور

تقائل کیا، اور اپنے نفسوں کو تسلیم کیا (حوالہ کردیا) کہ یہواہ کے حضور بدکاریاں کریں، اور یہواہ کو غصہ دلائیں۔

۱۸۔ ان باعثوں سے یہواہ بنی اسرائیل پر نپٹ (بہت) غصے (غصہ) ہوا، اور اپنی نظر سے انہیں گرادیا، ان میں سے کوئی نہ بچا مگر خالی بنی یہودا کا فرقہ۔

۱۹۔ اور بنی یہودا نے بھی یہواہ اپنے خدا کے حکموں کو یاد نہ رکھا، اور ان قانونوں پر چلے کہ جنھیں اسرائیلوں نے ایجاد کیا"۔

اور یہ جملہ "ان میں سے کوئی نہ بچا الخ" اور ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"ان میں سے کوئی نہ بچا مگر بنی یہودا کا فرقہ"۔

فارسیہ (۱۸۳۸ء):

"یکے باقی نماند جز فرقہ یہودا و بس"۔

سلطنت یہودا کا حال

اور جب سلطنت اسرائیلیہ کا حال معلوم ہو چکا سو سلطنت یہودا کا حال بھی سنیے۔

گو اجمالاً عبارت منقولہ بالا سے اتنا تو معلوم ہو گیا ہے کہ اس سلطنت والے بھی سلطنت اسرائیلی کی راہ چلے، کہ بادشاہت کے جدا ہونے کے بعد یروشلم میں تین سو بہتر برس کے عرصے میں بیس بادشاہ ہوئے، اور ان میں بت پرست بادشاہ دیندار بادشاہوں سے زیادہ ہوئے، رجعام ہی کی سلطنت میں اس بت پرستی نے جس نے سلیمان کے مرتد ہونے کے وقت سر اٹھایا تھا زور پکڑا اور ہر ہرے درخت کے تلے بت بنائے گئے، اور پانچوں برس مصر کے بادشاہ نے اورشلیم پر فتح پا کر خدا کے گھر کا

سارا اسباب اور بادشاہ کے گھر کا سارا خزانہ لوٹ لیا، اور یہ کفر اور بت پرستی بیس برس تک برابر رہی، پھر آپ نے تخت پر بیٹھ کر بت پرستی کو دور کیا، اس کے بعد اموحیا کے وقت تک کبھی بت پرستی چمکی اور کبھی گھٹی، لیکن بالکل موقوف نہ ہوئی۔

اور اموحیا کے وقت میں شاہ اسرائیل گوسالہ پرست اور بت پرست نے اموحیا کو پکڑ لیا، اور یروشلم میں آ کے خدا کے گھر اور بادشاہ کے گھر کو لوٹ لیا، پھر بادشاہ آخذ تخت نشین ہوا، اور شدت سے بت پرست بنا، کہ یروشلم کے کونے کونے میں بعل کے لئے مذبح بنائے اور خدا کے گھر کے دروازوں کو بند کرا دیا، اور خدا کے گھر کے برتنوں کو کٹوا ڈالا، اور یہودا کے ہر ایک شہر میں اس نے بڑے بڑے بت خانے بنوائے، جیسا کہ اخبار الایام کی دوسری کتاب کے اٹھائیسویں باب میں مصرح ہے، پھر خرقیاہ نے تخت نشین ہو کر اس بت پرستی کو دور کیا۔

پھر اس کا ناخلف بیٹا منسی تخت نشین ہوا، اور اس نے پچپن برس اپنے عہد سلطنت میں بت پرستی کو چمکایا، اور اس کے باپ نے جو بت خانے گرائے تھے پھر ان کو بنایا، اور خود بیت المقدس کے صحن میں بت خانے بنوائے، اور بیت المقدس کے اندر ایک بت بنوا کر رکھا، اور کافروں کی رسم کے موافق اپنے بیٹے کو آگ میں جلا دیا، اور بنی یہودا سے بت پرستی کرائی، اور ان کو مرتد کر ڈالا، جیسا کہ سلاطین کی دوسری کتاب کے اکیسویں باب میں ہے، پھر عمون اس کا بیٹا سلطنت کے تخت پر بیٹھا، اس نے بھی منسا کی طرح بت پرستی کو چمکایا، سو ان وجوہ کا لحاظ کر کے توریت کا حال اس فرقے میں بھی ایسا ہی ہوا جیسا ان کے بھائیوں میں تھا کہ کوئی نہ جانتا تھا کہ وہ کیا ہے، اور یہی حال یوسیا کے سترہویں سال جلوسی تک رہا، لیکن چونکہ یہ بادشاہ بہت ہی نیک نیت تھا، جیسا کہ سلاطین کی دوسری کتاب کے تیئیسویں باب کے پچیسویں درس میں

یوں مرقوم ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"سو اس کے مانند نہ اگلے زمانے میں ایسا کوئی بادشاہ ہوا جو اپنے سارے دل، اور اپنی ساری جان، اور اپنے سارے زور سے موسیٰ کی ساری شریعت کے مطابق یہواہ کی طرف پھرا، اور نہ بعد اس کے کوئی اس کے مانند ہوا"۔

سو اس بادشاہ کو موسوی شریعت کی اتباع کا بڑا خیال رہتا تھا، سو اس پر اس کے اٹھارویں سال جلوسی میں حلیقیا کاہن نے ظاہر کیا کہ مجھے توریت کا ایک نسخہ بیت المقدس کے اندر سے ملا ہے، سو وہ نسخہ دستور العمل ٹھہرا، مگر اس کی صداقت میں کلام ہے، اس لئے کہ جب اصل نسخہ سلیمانؑ کے عہد سے پہلے ہی گم ہو چکا تھا، اور اس بادشاہ کے عہد سے پہلے خدا کا گھر کئی بار لٹ چکا تھا، کبھی اس کے صحن بت خانے بنے تھے، اور اس کے اندر بت رکھا گیا تھا، اور اس بادشاہ عادل کے عہد سلطنت کے سترہ برس تک باوجود ایسی بڑی دینداری کے توریت کا نسخہ موجود میں نہ تھا، اور اس سترہ برس تک کاہن لوگ رات دن بیت المقدس کے اندر آتے جاتے تھے، اور تب تک وہ نسخہ نہ ملا تھا تو اب اٹھارہویں برس بیت المقدس کے اندر سے پڑا ہوا کہاں سے مل گیا؟

غالباً چونکہ ان وقتوں میں یہود میں جعلسازی کا بڑا ہی رواج تھا اور کاہن اور غیر کاہن جھوٹ بولتے تھے، اور صدہا پیغمبر کاذب جھوٹے جھوٹے الہام ظاہر کرتے تھے، تو حلیقیا سردار کاہن نے بادشاہ کے خیال کو دیکھ کر خود ہی یا بعضوں کی شرکت سے اس نسخے کو گڑھ لیا ہوگا، یا روایات زبانی سے اس کو جمع کر لیا ہوگا، لیکن ان سب باتوں سے قطع نظر کر کے کہتا ہوں کہ سلاطین کی دوسری کتاب کے بائیسویں باب میں یہ حال یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۳۔ اور یوسیاہ بادشاہ کی سلطنت کے اٹھارویں برس ایسا ہوا الخ۔

۸۔ اور سردار کاہن حلقیا نے سافن کاتب کو کہا میں نے خداوند کے گھر میں توریت کتاب پائی ہے، اور حلقیا نے وہ کتاب سافن کو دی، سو اس نے پڑھی۔

۹۔ اور سافن کاتب بادشاہ (کے) پاس لایا، اور بادشاہ کو خبر دی الخ۔

۱۰۔ اب سافن کاتب نے بادشاہ سے کہا کہ حلقیا کاہن نے مجھے یہ کتاب دی، اور سافن نے اسے بادشاہ کے حضور پڑھا۔

۱۱۔ اور بادشاہ نے جو اس کتاب کے مضمونوں کو سنا تو اپنے کپڑے پھاڑے"۔

اور اسی طرح اخبار الایام کی دوسری کتاب کے چونتیسویں باب میں ہے، اور اس حال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے یوسیاہ اور حلقیاہ اور سافن کو اس کتاب کا علم نہ تھا، اور نہ اس کے احکام سے واقف تھے، اور جب ان کا یہ حال ہو تو اور کاہنوں اور آدمیوں کا کیا اعتبار۔

اور جب اس سلطنت میں جس میں اعلیٰ درجے کی خدا پرستی کا زور شور تھا، اٹھارا برس تک اس کتاب کا ایسا حال ہو تو اور سلطنتوں میں اس سے بدتر ہوگا، اور باوجود اس کے پھر بھی کسی دلیل سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ وہ کتاب اسی طرح کی پانچ کتابیں تھیں جیسے اب ہیں، خیر کچھ ہو اس کے وقت میں ایک ایسا نسخہ بہ روایت آحاد توریت سمجھ کر مانا گیا، اور اس کے تیرہ برس باقی عہد سلطنت تک اس پر عمل رہا، لیکن اس کی موت کے بعد جب اس کا بیٹا ناخلف یاہوحاز تخت پر بیٹھا، پھر اس نے اس کفر کو رواج دیا، اور اس کے وقت میں مصر کے بادشاہ نے اس پر غلبہ پا کر اسے قید کر کے مصر کو لے گیا، اور اس کے بھائی کو تخت نشین کرا کے خراج مقرر کر گیا، سو اس ناخلف نے بھی اسی کفر کو رواج دیا، اور اس کے وقت میں بخت نصر بابل کا بادشاہ چڑھ آیا، اور

اس نے تین برس اطاعت کی، پھر باغی ہو گیا، اس پر اس کا لشکر پھر آیا، اور اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا، اس نے بھی وہی کفر پھیلایا، اور شاہ بابل سے باغی ہوا، اس پر شاہ بابل چڑھ آیا، اور فتح پا کر بادشاہ اور جنگی سپاہیوں اور خاص لوگوں میں سے دس ہزار کو، سارے لوہاروں اور بڑھیوں سمیت قید کر کے بابل کو لے گیا، اور اس بادشاہ کی جگہ اس کے چچا کو تخت نشین کر گیا، سو اس نے بھی وہی کفر پھیلایا، اور شاہ بابل سے باغی ہوا، اُس پر اس بارشاہ بابل نے فتح پا کر وہ فتور کیا کہ الامان۔

اس فتح کے بعد بیت المقدس اور محل شاہی برباد کیے گئے، اور بنی اسرائیل قید ہو کر بابل کو گئے، اور کنگال لوگ اس ملک میں بسائے گئے، جیسا کہ سلاطین اور اخبار الایام کی کتابوں میں یہ سب حال مفصل مرقوم ہے، سو ان حادثوں اور کفریات کا لحاظ کر کے معلوم ہوتا ہے کہ یہودا کے فرقے میں بھی بخت نصر کے حادثے سے پہلے توریت کا ایسا خاتمہ ہو چکا تھا جیسے بنی اسرائیل کے اور فرقوں میں، اور بخت نصر کے عہد میں تو بالکل پتا بھی نہ رہا۔

اور اس بات کی تحقیق کہ توریت اور عہد عتیق کی اور کتابیں گو بخت نصر کے عہد میں غارت ہو گئی تھیں لیکن عزرا نے پھر الہام کی راہ سے ان کو لکھ دیا ہے، چھٹی اور بارہویں ہدایت میں بیان کروں گا۔

دوسری دلیل

زبور اور کتاب نحمیا اور یرمیا اور حزقیل کے ملاحظے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگلے زمانے میں بھی تالیف اور تصنیف کا طریقہ ایسا ہی تھا، جیسا اب ہم مسلمانوں میں رائج ہے، کہ لکھنے والا اگر اپنی باتیں آپ لکھتا یا معاملات اپنے دیکھے ہوئے ضبط کرتا تو کتاب بھر میں کہیں نہ کہیں ایسا جملہ لکھ دیتا کہ جس سے اس کتاب

کے پڑھنے والے کو ثابت ہو جائے کہ لکھنے والے نے آپ اپنا حال یا معاملہ اپنا دیکھا لکھا ہے۔

اور یہ بات تو توریت کے کسی ایک جملے سے بھی جو ''قال موسیٰ'' کے تحت میں داخل نہ ہو معلوم نہیں ہوتی، بلکہ اس میں جہاں موسیٰ کا ذکر آیا ہے، اس جگہ غائب کے صیغے سے ان کو بولا گیا ہے، اور ایک جگہ بھی متکلم کے صیغے سے تعبیر نہیں، سو ان کتابوں کا ظاہر علی الاعلان گواہی دیتا ہے کہ ان کا لکھنے والا موسیٰ نہیں، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے قدیم روایتوں کو (مکتوب ہوں یا غیر مکتوب یا دونوں) جمع کر لیا ہے، اور اہم قصص اور شان نزول وغیرہ کو خدا اور موسیٰ کے اقوال سے خلط ملط کر دیا ہے، اور تمیز کے واسطے اتنا کیا ہے کہ خدا کے قول کو ''قال اللہ'' کے تحت میں اور موسیٰ کے قول کو ''قال موسیٰ'' کے تحت میں داخل کیا ہے، اور جو بات جس چیز کے ظاہر سے سمجھی جاتی ہے سو اس کے لئے کچھ اور وجہ ثبوت کی درکار نہیں، البتہ جو شخص ظاہر کے خلاف دعویٰ کرے اس کے ذمہ اس کا اثبات لازم ہے، سو اب عیسائی اگر خواہ مخواہ مدعی ہوں کہ نہیں ان پانچوں کتابوں کو حضرت موسیٰ نے لکھا ہے تو اس کا اثبات ان کے ذمہ واجب ہے، اور ان کا مجرد دعویٰ بلا دلیل ظاہر کے خلاف ہرگز ہرگز سماعت کے قابل نہیں۔

اور اس جگہ ان سب فقرات کو جو ''قال اللہ'' اور ''قال موسیٰ'' کے تحت میں داخل نہیں، اور ان میں موسیٰ کا ذکر ہے نقل نہیں کرتا، کیونکہ ان سب کو نقل کرنا گویا نصف توریت کو نقل کرنا ہے، بلکہ نمونے کے طور پر بعضے فقرات کو نقل کرتا ہوں۔

کتاب خروج کے دوسرے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''۱۱۔ اور ان روزوں میں یوں ہوا کہ جب موسیٰ بڑا ہوا الخ۔

۱۵۔ جب فرعون نے یہ سنا تو چاہا کہ موسیٰ کو قتل کرے، پر موسیٰ فرعون کے

حضور سے بھاگا الخ۔

۲۱۔ تب موسیٰ اس شخص کے گھر میں رہنے پر راضی ہوا الخ۔

اور اس سارے باب کے اندر موسیٰ کی طرف غائب کی ضمیر پھرتی ہے، اور ایسا ہی اور بابوں میں سمجھنا چاہئے۔

اور اسی کتاب کے تیسرے باب میں ہے:

''۱۔ اور موسیٰ اپنے سسرے (خسر) شیرو کے جو مدین کا کاہن تھا، گلے کی نگہبانی کرتا تھا الخ۔

۴۔ تب موسیٰ نے کہا کہ میں اب ایک طرف سے جاؤں الخ''۔

اور اسی کتاب کے چوتھے باب میں ہے:

''۱۴۔ تب یہواہ کا غصہ موسیٰ پر بھڑکا الخ۔

۱۸۔ تب موسیٰ روانہ ہوا الخ۔

۲۰۔ تب موسیٰ نے اپنی جورو اور اپنی بیٹیوں کو لیا الخ۔

۲۸۔ اور موسیٰ نے خدا کی جس نے اسے بھیجا تھا، ساری باتیں اور معجزے جو اس نے دیئے تھے ہارون سے کہے۔

۲۹۔ تب موسیٰ اور ہارون گئے الخ''۔

اور اسی کتاب کے چھٹے باب میں ہے:

''۲۶۔ یہ وہ ہارون اور موسیٰ ہیں جنھیں یہواہ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو ان کی فوجوں کے ساتھ مصر کے سرزمین سے نکال لاؤ۔

۲۷۔ یہ وہ ہیں جنھوں نے مصر کے بادشاہ فرعون سے کہا کہ ہم بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لے جاویں گے، یہ وہی موسیٰ اور ہارون ہیں۔

۲۸۔ اور جس دن یہواہ نے موسیٰ سے باتیں کیں یوں ہوا''۔

اور اسی کتاب کے ساتویں باب میں ہے:

"٦۔ موسیٰ اور ہارون نے جیسا یہواہ نے انہیں کہا، انھوں نے ویسا ہی کیا۔

۷۔ اور جس وقت ان دونوں نے فرعون سے گفتگو کی، موسیٰ اسی (۸۰) برس کا اور ہارون تراسی (۸۳) برس کا تھا"۔

اور اسی کتاب کے چونتیسویں باب میں ہے:

"۳۴۔ پر جب موسیٰ یہواہ کے آگے جاتا تاکہ اس سے کلام کرے تو نقاب اٹھا دیتا یہاں تک کہ وہاں سے باہر آتا، اور جب باہر آتا تو جو کچھ کہ اس نے حکم کیا ہوتا سو وہ بنی اسرائیل سے کہتا۔

۳۵۔ اور بنی اسرائیل نے موسیٰ کا چہرہ دیکھا کہ اس کا چمڑا چمکتا تھا، اور موسیٰ نے منہ پر نقاب ڈالا جب تک کہ خدا سے باتیں کرنے گیا"۔

اور کتاب استثناء کے آخر باب تک یہی حال ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہاں ظاہر سے عدول کی کوئی اچھی وجہ نہیں نکلتی، اسی لئے ایک فاضل عیسائی مذہب انصاف کی راہ سے کہتا ہے کہ عبارتِ توریت دلالت کرتی ہے کہ مصنف اس کا موسیٰ نہ ہو، کیونکہ اگر وہ ہوتا تو اپنے آپ کو متکلم کے صیغے سے لکھتا، نہ غائب کے صیغہ سے، اس لئے کہ متکلم کے صیغے میں لکھنے سے اعتبار اس کا زائد تھا۔

تیسری دلیل

توریت میں بعضے بعضے فقرے بلکہ بعض باب ایسے ہیں جنھیں موسیٰ کی تصنیف نہیں کہہ سکتے، بلکہ بعضے فقرے تو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اس کا مؤلف داؤد اور سلیمان کے ہم عہد یا ان کے بعد ہوا ہو۔

اور عیسائیوں کا یہ دعویٰ کہ "کسی پچھلے نبی نے اگلے انبیاء کی کتابوں میں ایسے فقرے لاحق کر دیئے ہیں"، محض غلط اور واقع کے خلاف ہے۔

کیونکہ اولاً کسی نبی نے کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ میں نے فلانے اگلے نبی کی کتاب میں کچھ الحاق کیا ہے، اور نہ یہ لکھا ہے کہ فلانے پچھلے نبی نے فلانے اگلے نبی کی کتاب میں کچھ الحاق کیا ہے، اور نہ کوئی اور سند کامل اس امر کی ہے، ہاں ان کے مفسر اٹکل پچو تو ایسا کچھ کہتے ہیں کہ شاید فلانے پچھلے پیغمبر یا فلانے پچھلے نبی نے وہ الحاق کیا ہو، مگر یہ تو ایک مجرد اٹکل اور صرف گمان ہے، اور مخالف پر ہرگز ہرگز ایسا وہم حجت نہیں، تو اس صورت میں جب تک عیسائی کوئی سند کامل اس الحاق کی نہ پیش کریں گے تب تک جیسا ظاہر ہے یہی حکم کیا جائے گا، کہ وہ فقرے انھیں کتابوں کے مؤلفوں کے کلام ہیں، اور ہمارے لئے اس بات کی دلیل کامل رہیں گے کہ موسیٰ اس توریت کے مصنف نہیں بلکہ بہت دنوں کے بعد کسی اور نے ان کو تصنیف کیا ہے۔

اور الحمد اللہ کہ عیسائیوں کے پاس مجرد گمان کے سوا اور کوئی سند نہیں، جیسا کہ ان فقرات کے بیان کے ذیل میں عنقریب واضح ہو جاتا ہے، سو یہ دلیل بلاشبہ پوری ہے اور ان فقرات میں سے چند فقروں کو لکھتا ہوں۔

پہلا فقرہ

کتاب پیدائش کے چھتیسویں باب کا اکتیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

”اور بادشاہ جو زمین ادوم پر مسلط ہوئے پیشتر اس سے کہ بنی اسرائیل کا کوئی بادشاہ ہو یہی ہیں“۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف اس زمانے کے بعد گذرا ہے کہ جس میں بنی اسرائیل کے بعض بادشاہ ہو چکے ہوں، اور بنی اسرائیل میں سب سے پہلے ساؤل بادشاہ ہوا ہے جو موسیٰ کی موت سے تین سو چھپن برس بعد

تخت نشین ہوا تھا(۱) سو اس کے موافق اس کا مصنف اتنے عرصہ کے بعد یا اس سے زیادہ عرصہ کے بعد گذرا ہوگا۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے ۲۲۵ صفحہ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء):

''اس درس سے انتالیسویں درس تک کی بابت میں خیال کرتا ہوں کہ اخبار الایام کی پہلی کتاب کے پہلے باب سے تینتالیسویں درس سے پچاسویں درس تک یہاں آگئے ہیں، کیونکہ یہ غالب نہیں کہ موسیٰ نے ان کو لکھا ہو، اور نہایت قریب القیاس ہے کہ کسی اچھے نسخے کے حاشیے میں مرقوم ہوں، اور نقل کرنے والے نے اس خیال سے کہ متن میں ترک ہے، متن میں داخل کر لئے ہوں''۔

دیکھو اس مفسر نے نو درسوں کے بابت حکم کیا کہ موسیٰ کے لکھے ہوئے نہیں، اور قریب القیاس یہ بات بتلائی کہ حاشیئے سے متن میں آگھسے، اور سوائے اپنے خیال کے کوئی سند پیش نہ کر سکا، سچ ہے کہ بے سند چیز کی کہاں سے سند لاوے، اور (۲) بعض علماء نے حکم کیا ہے کہ:

''اس درس سے تینتالیسویں درس تک موسیٰ کے لکھے ہوئے نہیں، کسی نے اخبار الایام کی پہلی کتاب کے پہلے باب سے تینتالیسویں درس سے چونویں درس تک لے کر لکھ دیئے ہیں''۔

سو ان کے موافق تیرہ (۱۳) درس اس جگہ ایسے نکلے، اور ظاہر بھی یہی ہے، جیسا کہ دونوں کتابوں کے ملاحظے سے معلوم ہوتا ہے، مگر دونوں کتابوں کے اندر ناموں میں فرق ہے، لیکن ایسا فرق تو عیسائیوں کی مقدس کتابوں کا ایک خاصہ ہے،

---

(۱) جیسا کہ اس رسالے میں جس کا نام ''مقدس کتاب کا احوال'' ہے مرقوم ہے۔۱۲منہ

(۲) جان کلارک ملخص۔۱۲منہ

اس کی ہم کیا شکایت کریں، بہرحال اس فرق سے قطع نظر کر کے کہتا ہوں کہ اس جگہ نو (۹) یا تیرہ (۱۳) درس عیسائیوں کے نزدیک بھی موسیٰؑ کی تصنیف نہیں۔

دوسرا فقرہ

کتاب استثناء کے تیسرے باب کا چودہواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''منسّا کے بیٹے یائر نے ارغوب کی ساری مملکت حشوریوں اور ماعکاتیوں کی نواحی تک لے لی، اور اس نے جالوث یائر باسان اس کا نام رکھا، جو اس کا نام تھا وہی نام آج تک ہے''۔

اس فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف یائر سے بہت مدت کے بعد ہوا ہے، کیونکہ حال کے زمانے اور ماضی قریب کے زمانے کو ایسے لفظ سے ''آج تک'' تعبیر نہیں کیا جاتا، اور یائر نے یہ اضلاع بلاشبہ موسیٰ کے بعد مسخر کئے ہیں، تو اس حساب سے ان کتابوں کا مصنف حضرت موسیٰ کے بہت ہی مدت کے بعد ہوا ہے، علاوہ اس کے اس میں ایک اور غلطی ہے کہ یائر شخوب کا بیٹا ہے نہ منسا کا، اور شخوب یہوداؑ کی اولاد میں ہے، اور منسا یوسفؑ کی اولاد میں ہے۔

اخبار الایام کی پہلی کتاب کے دوسرے باب کے بائیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''اور شخوب سے یائر پیدا ہوا جو زمین جلعہند میں تیس شہر کا مالک تھا''۔

پروٹسٹنٹ فرقے کا بڑا محقق ہارن صاحب ان پہلے اور دوسرے فقرے کی بابت گھبرا اٹھا، اور اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۷۰ وا ے میں یوں لکھا (نسخہ ۱۸۲۲ء):

''یقیناً یہ دونوں فقرے حضرت موسیٰؑ کے لکھے ہوئے نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ ایک فقرہ دلالت کرتا ہے کہ اس کا مصنف اسرائیل کی بادشاہت قائم ہونے کے بعد ہوا ہو، اور دوسرا فقرہ خبر دیتا ہے کہ اس کا لکھنے والا یہودیوں کے

فلسطین میں قائم ہونے سے کچھ زمانے کے بعد ہو، لیکن اگر یہ فقرے الحاقی بھی ہوں تب بھی کتاب کی صداقت میں کچھ خلل نہیں آسکتا، اور جو کوئی ان دو فقروں کو بے تعصب غور سے دیکھے تو جانے کہ یہ فقرے صرف بے فائدہ ہی نہیں ہیں، بلکہ کتاب کے متن پر بوجھ ہیں، خصوصاً دوسرا فقرا، اس لئے کہ مصنف اس کا خواہ موسیٰ ہوں یا کوئی اور لفظ ''آج کے دن تک'' کا نہیں کہہ سکتا، غالباً توریت کے مصنف نے اتنا جملہ لکھا ہوگا ''منسا کے بیٹے یائر نے ارغوب کی ساری مملکت حشوریوں اور ماغیاتیوں کی نواحی تک لے لی، اور اس نے جالوث یائر باسان اس کا نام رکھا، جو اس کا نام تھا'' اور کئی صدی کے بعد یہ لفظ ''وہی نام آج تک ہے'' حاشیہ میں بڑھایا گیا، تاکہ معلوم ہو کہ جو یائر نے اس کا نام رکھا تھا اس کا وہی نام ہے، اور حاشیہ کی عبارت پچھلے نسخوں کے متن میں داخل ہوگئی، جس کو اس بات میں شبہ ہو تو یونانی نسخوں کو دیکھ لے، کہ وہ الحاق جو بعضے نسخوں کے متن میں ہوگئے ہیں وہ دوسروں کے حاشیہ میں ہیں''۔

دیکھو اولاً کہا کہ ''یہ دونوں فقرے حضرت موسیٰ کے لکھے ہوئے نہیں ہوسکتے'' پھر کہا ''اور جو کوئی ان دونوں جملوں کو بے تعصب غور سے دیکھے گا الخ'' اور اس کے اس قول سے ''اور کئی صدی کے بعد الخ'' یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ یہ کتاب ایسی تھی کہ صدہا سال کے بعد بھی اس میں جعلسازوں کے تصرف کی گنجائش تھی، دیکھو کئی صدی کے بعد یہ لفظ کسی نے بڑھا دیا، اور وہی لفظ سب نسخوں میں پھیل پڑا۔

اور اس قول سے ''جس کو اس بات میں شبہ ہو الخ'' معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کوئی معتمد عبری نسخہ ایسا نہیں ملا جس میں یہ عبارت نہ ہو، ورنہ اسی نسخہ کا حوالہ دیتا، اور یونانی کے نسخوں کی طرف رجوع نہ کرتا، اور یہ عذر اس کا کہ ''اس سے اس کتاب کی صداقت میں خلل نہیں آتا'' بالکل ضعیف ہے، اور اس کے تعصب پر دلالت کرتا ہے۔

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں دوسرے فقرے کے ذیل میں مرقوم ہے کہ:

"جملہ اخیرہ الحاقی ہے، کسی نے موسیٰ کے بعد بڑھایا ہے، اگر اس کو چھوڑا جائے تو کچھ مطلب نہیں بگڑتا"۔

کہتا ہوں میں کہ اگر الحاقی ہوگا تو سارا درس الحاقی ہوگا، جملہ اخیرہ کی تخصیص لغو ہے، بلکہ خود الحاقی کہنا بے سند ہے۔

تیسرا فقرہ

کتاب شمار کے بتیسویں باب کا اکتالیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"اور منشا کا بیٹا یائر نکلا، اور اس نے اس نواحی کے گاؤں کو لے لیا، اور ان کا نام یائر کے گاؤں رکھا"۔

اس فقرے کا حال دوسرے فقرے کی طرح ہے، اور اس ڈکشنری بیبل میں جو ۱۸۳۰ء میں امریکہ میں چھپی، اور انگلستان اور ہندوستان میں بھی ہے، اور کالمنٹ نامی عیسائی نے اس کی بنا ڈالی، اور رائٹ اور ٹیلر نامی عیسائیوں نے اس کی تکمیل کی یوں مرقوم ہے کہ:

"موسیٰ کی کتاب کے بعضے جملے ایسے ہیں کہ صاف دلالت کرتے ہیں کہ موسیٰ کا کلام نہیں، جیسے کتاب شمار کے بتیسویں باب کا اکتالیسواں درس، اور کتاب استثناء کے تیسرے باب کا چودہواں درس اور بعضی عبارت اس کی موسیٰ کی عبارت سے میل نہیں کھاتی (۱) اور یقیناً ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ فقرات کس کے لکھے ہوئے ہیں، مگر بظن غالب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عزرا نبی نے ان فقروں کو ملایا ہے، اس لئے کہ عزرا کی کتاب کے نویں اور دسویں باب اور نحمیا کی کتاب کے آٹھویں باب سے ایسا نکل سکتا ہے"۔

(۱) صاحب استفسار اپنی کتاب کے بارہویں استفسار کی دوسری وجہ میں اس جگہ لکھتا ہے کہ: "جس عیسائی انگلش نژاد نے مجھے اس کتاب کو دیکھ کر بتایا، اس نے اس قول کی تشریح یوں کی کہ جیسے ہندی منشی کی فارسی اور اصفہانی منشی کی ہندی۔" ۱۲ منہ

دیکھو ان عیسائیوں نے بعض فقرات کی نسبت صاف اقرار کیا کہ موسیٰ کا کلام نہیں، اور محض اٹکل سے کہا کہ عزرا نے ان کو ملایا ہوگا، مگر یہ اٹکل پذیرائی کے قابل نہیں، اور اس کو ظن غالب کہنا خطا ہے، اور کتاب عزرا کے ان بابوں سے صرف اسی قدر سمجھا جاتا ہے کہ عزرا نے بنی اسرائیل کی حرکات ناشائستہ پر افسوس کیا، اور گناہوں کا اقرار کیا، اور کتاب نحمیا کے اس باب سے اسی قدر سمجھا جاتا ہے کہ عزرا نے ان سب کو توریت پڑھ کر سنائی، اور ہرگز اس میں کسی فقرے کے ملانے یا نہ ملانے کا ذکر نہیں۔

چوتھا فقرہ

کتاب پیدائش کے بائیسویں باب کا چودھواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

''اور ابیرہام نے اس مقام کا نام یہوہ رائی رکھا، چنانچہ یہ آج تک کہا جاتا ہے کہ خدا کے پہاڑ پر دیکھا جائے گا''۔

اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف ہیکل کے تیار ہونے کے بعد گذرا ہے، اور ہیکل تو موسیٰ کی موت سے ساڑھے چار سو برس کے بعد تیار ہوئی ہے۔

آدم کلارک اپنی تفسیر میں عزرا کے کتاب کے دیباچے میں اس فقرے کو الحاقی بتا کر لکھتا ہے:

''خدا کا پہاڑ جب تک نہیں کہا جاتا تھا جب تک اس پر ہیکل نہیں بنی تھی''۔

پانچواں فقرہ

کتاب پیدائش کے پینتیسویں باب کا اکیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''پھر اسرائیل نے کوچ کیا، اور اپنا خیمہ عیدر کے ٹیلے کے اس پار

استادہ کیا (کھڑا کیا)"۔

اور عیذراس منارے کا نام ہے جو یروشلم کے دروازے پر تھا۔

سو اس حساب سے اس کتاب کا مصنف ساول بادشاہ سے پہلے نہیں ہوسکتا، یا تو اس کے ہم عہد ہوگا یا اس کے بعد۔

چھٹا فقرہ

کتاب استثناء کے دوسرے باب کا بارہواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"پر آگے سیر میں حوری رہتے تھے، اور بنی عیس نے انہیں نکال دیا، اور انہیں اپنے آگے نابود کیا، اور ان کے قائم مقام ہوئے، جیسا بنی اسرائیل نے اپنی میراث کی زمین میں جو یہواہ نے انہیں دی تھی کیا"۔

یہ فقرہ بھی دلالت کرتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ نہیں۔

اور آدم کلارک اپنی تفسیر میں کتاب عزرا کے دیباچہ میں اسے الحاقی کہتا ہے، اور اس قول کو "جیسا بنی اسرائیل نے الخ" اس امر کی دلیل بتلاتا ہے، مگر الحاق کے دعویٰ کے لئے گمانِ مجرد کے سوا کوئی اور دلیل نہیں۔

ساتواں فقرہ

کتاب استثناء کے تیسرے باب کا گیارہواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"کیونکہ جبابرہ کی نسل میں سے فقط بسن کا بادشاہ عوج باقی رہا تھا، اور دیکھو اس کا چھپر گھٹ (پلنگ) لوہے کا تھا، کیا وہ بنی عمان کے ربّہ میں نہیں ہے؟ آدمی کے ہاتھ سے نو ہاتھ کا لمبا اور چار ہاتھ کا چکلا (چوڑا)"۔

یہ فقرہ بھی پہلے فقرے کی طرح دلالت کرتا ہے، اور آدم کلارک کتاب عزرا کے دیباچے میں اس کو الحاقی بتلاتا ہے، اور یوں لکھتا ہے کہ:

''محاورہ اور ربط خصوصاً جملہ اخیرہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ درس اس بادشاہ کے مرنے کے بعد بہت دنوں پیچھے لکھا گیا ہے، اور حضرت موسیٰ نے نہیں لکھا، کیونکہ وہ تو پانچ مہینے کے اندر ہی مر چکے تھے''۔

آٹھواں فقرہ

کتاب شمار کے بارہویں باب کا تیسرا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''اور موسیٰ سارے لوگوں سے جو روئے زمین پر تھے زیادہ بردبار تھا''۔

بعضے عیسائی مذہب کے عالم اور دین عیسوی کے مخالفوں نے اس فقرے سے دلیل پکڑی ہے کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ نہیں، اسپائی نوزا کہتا ہے کہ:

''اس فقرے سے معلوم ہوا کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ نہیں، اس لئے کہ کوئی متکبر بھی ایسی اپنی تعریف بڑھ کر نہیں کرتا''۔

اور اسی طرح جان کلارک بھی جو عیسوی دین کا منکر ہے کہتا ہے، اور جاننا چاہئے کہ اسپائی نوزا مذہباً عیسائی تھا۔

پینی کی انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ:

''اسپائی نوزا عیسائی ہوا، اور اس کا نام باروق رکھا گیا، لیکن عیسائی ہونے کے بعد وہ اپنے تئیں بینی ڈکٹ کہتا تھا''۔

اور انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں لکھا ہے کہ:

''اسپائی نوزا عیسائی ہوا، اور لوتھرین اور کالوینی کلیساؤں میں جایا کرتا تھا''۔(۱)

اور یہ فقرہ اگرچہ ہمارے نزدیک دلیل قوی نہیں، لیکن چونکہ پادری لوگ

(۱) اور اب یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ جو پادری فنڈر نے اپنے خط محررہ ۱۴/ اگست ۱۸۵۴ء میں یوں لکھا ہے کہ ''اسپائی نوزا ایک یہودی تھا، اور اپنی بے ایمانی کے سبب یہودیوں کے مجمع سے بھی نکالا گیا'' محض غلط ہے۔ ۱۲ منہ

حضرت خاتم النبیین کے بعضے بعضے ایسے اقوال پر طعن کیا کرتے ہیں، اور ایسی باتوں کو نبوت کے منافی جانا کرتے ہیں جیسا کہ پہلی جلد میں چھٹے سوال کے جواب کے اندر اس کی تشریح گذری، سوالزاماً ہم نے بھی اس فقرے کو نقل کر دیا ہے۔

نواں فقرہ

کتاب شمار کے اکیسویں باب کا تیسرا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"چنانچہ یہواہ نے بنی اسرائیل کی آواز سنی، اور گرفتار کر دیا، اور انھوں نے انھیں اور ان کی بستیوں کو حرم کر دیا، اور اس نے اس مکان کا نام حرمہ رکھا"۔

اور آخری جملہ دوسرے ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور اس نے اس مقام کا نام حرم رکھا"۔

فارسیہ (۱۸۳۹ء):

"وآن موضع را حارمہ نام نہادہ"۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

"وآن مقام را حرماہ نام نہادند"۔

اور یہ درس دلالت کرتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ نہیں، بلکہ اور کوئی شخص ہے کہ اس کی تصنیف سے پہلے کنعانیوں کا قتل اور ان کی بستیوں کا حرم کرنا اور حرمہ نام رکھنا واقع ہو چکا ہو، اور موسیٰ تو کنعان تک پہنچے بھی نہ تھے، قتل اور حرم کرنے اور اس نام رکھنے کا تو کیا ذکر، بلکہ یہ امور تو یوشع کے بعد ظہور میں آئے۔

کتاب القضاۃ کے پہلے باب کا سترہواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"اور یہوذا اپنے بھائی شمعون کے ساتھ گیا، اور انھوں نے ان کنعانیوں کو جو صوفات میں رہتے تھے جا مارا، اور قریے کو حرم کر دیا، اور اس کا نام حراما

رکھا"۔

اور آخری جملہ دوسرے ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور اس کا نام حرمہ رکھا"۔

فارسیہ (۱۸۳۸ء):

"وآن شہر بہ حارمہ مسمیٰ گشت"۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

"واسم شہر حرماہ نامیدہ شد"۔

اور آدم کلارک اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۶۹۷ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء):

"مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یوشع کے بعد یہ درس ملایا گیا ہے، کیونکہ یہ تحقیق ہے کہ کنعانی وقت مذکورہ میں بالکل غارت نہیں ہوئے تھے، بلکہ موسیٰ کی موت کے بعد"۔

دیکھو اس مفسر نے مجبوراً اتنا تو مانا کہ یہ فقرہ موسیٰ کی تصنیف نہیں، لیکن بلا دلیل الحاقی بتلایا، مگر جب تک دلیل نہ ہو ایسی بے ٹھکانے بات کو کون سنتا ہے۔

دسواں فقرہ

کتاب شمار کے اکیسویں باب کا چودہواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اسی لئے یہواہ کے جنگ نامے میں لکھا ہے کہ یہ دریائے قلزم اور وادی ارنون کے پاس ہے"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ کے سوا کوئی اور شخص ہے، کہ اس نے بعضے حالات کو جنگ نامہ یہواہ سے نقل کیا ہے، اور یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ

جنگ نامہ کس کی تصنیف تھا، اور اس کا مصنف کس زمانے میں ہوا ہے، اور اب اس کتاب کا پتہ بھی نہیں لگتا، جیسا کہ انشاء اللہ چوتھی ہدایت کے اندر نویں وجہ کے بیان میں آتا ہے۔

اور آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر میں کتاب پیدائش کے دیباچہ میں بلا دلیل الحاق کا دعویٰ کر کے یوں لکھتا ہے:

"یہ لفظ "خداوند کے جنگ نامے میں" غالباً حاشیہ تھا متن میں داخل ہو گیا"۔

کہتا ہوں میں کہ بلا دلیل ایسے عذر غیر مسموع کو کون سنتا ہے، علاوہ اس کے دیکھو کہ وہی حاشیہ کی عبارت اس کے اقرار کے موافق سب نسخوں میں پھیل پڑی، پس تحریف ان کتابوں میں بہت ہی آسان تھی۔

گیارہواں فقرہ

کتاب خروج کے سولہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۳۵۔ اور بنی اسرائیل چالیس برس جب تک کہ وہ بستی میں رہے من کھاتے رہے، جب تک کہ وہ زمین کنعان کی نواحی میں آئے من کھاتے رہے۔

۳۶۔ اور ایک اومر ایفا کا دسواں حصہ ہے"۔

یہ دلالت کرتے ہیں کہ اس کتاب کا مصنف وہ شخص ہے جس کی تصنیف سے پہلے بنی اسرائیل کنعان میں پہنچ گئے ہوں، اور من موقوف ہو گیا ہو، اور وزن ایفا کا رائج ہو لیا ہو، اور یہ امور تو حضرت موسیٰ کی زندگی تک ظہور میں نہیں آئے، بلکہ کنعان میں تو بنی اسرائیل موسیٰ کی موت کے بعد یوشعؑ کے عہد میں پہنچے، اور من اس وقت

موقوف ہوا جب بنی اسرائیل نے عید فصح کے دن اریحا کی سرزمین میں وہاں کی پیداوار سے فطیری روٹیاں اور بھنی ہوئی بالیں کھائیں، جیسا کہ کتاب یوشع کے پانچویں باب میں ہے، اور ایفا کا وزن حضرت موسیٰ کے عہد کے بعد رائج ہوا۔

اور آدم کلارک اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۳۹۹ میں ۳۵ درس کی شرح میں یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء):

"اس درس سے یہ خیال کیا گیا ہے کہ کتاب خروج من کے موقوف ہونے کے بعد لکھی گئی ہے، لیکن ممکن ہے کہ عزرا نے یہ الفاظ داخل کر دیئے ہوں"۔

کہتا ہوں میں کہ اے جناب! یہ خیال صحیح ہے، اور آپ کے اس دعوے بلا دلیل کو "لیکن ممکن ہے کہ عزرا نے الخ" کون تسلیم کرتا ہے؟ اور الحمد اللہ کہ اس بڑے مفسر کے پاس کوئی سند الحاق کی نہیں، اسی لئے شک کے طور پر کہتا ہے کہ "ممکن ہے الخ"۔

بارہواں فقرہ

کتاب پیدائش کے چودہویں باب کے چودہویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"جب ابیرام نے سنا کہ اس کا بھائی گرفتار ہوا تو اس نے اپنے سیکھے ہوئے تین سو اٹھارہ خانہ زادوں کو لے کے دان تک اس کا تعاقب کیا"۔

اور یہ جملہ "دان تک الخ" اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ ۱۸۳۹ء):

"تا بہ دان ایشان را تعاقب نمود"۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

"ایشان را تا دان تعاقب نمود"۔

عربیہ (۱۸۳۱ء):

"وانطلق في اثرهم حتى إلى دان"۔

اور دان اس شہر کا نام ہے جس کو بنی اسرائیل نے موسیٰ اور یوشع علیہما السلام کے بعد شہر لیث کو فتح کر کے اور اس کے لوگوں کو قتل کر کے اور اس شہر کو جلا کے اس نئے شہر کو آباد کر کے یہ نام رکھا تھا، جیسا کہ کتاب القضاۃ کے اٹھارویں باب میں مصرح ہے، سو یہ فقرہ دلالت کرتا ہے کہ موسیٰ اس کتاب کے مصنف نہیں، بلکہ مصنف اس کا ایسا شخص ہے کہ شہر دان کے آباد ہونے کے بعد گذرا ہے، اور اگر موسیٰ ہوتے تو ضرور ''دان'' کی جگہ ''لیث'' لکھتے، حالانکہ عبری کے سب نسخوں میں دان کا لفظ مرقوم ہے، اس کے علاوہ لوط، ابرہیم کے بھتیجے تھے، نہ کہ بھائی، جیسا کہ کتاب پیدائش کے گیارہویں باب کے اکیسویں درس (۱) میں مصرح ہے۔

فائدہ

اس جگہ مترجم اردو ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء والا کچھ چالاکی کر گیا کہ ''دان'' کہ جگہ ''بانیاس'' لکھ گیا۔

تیرہواں فقرہ

کتاب پیدائش کے تیرہویں باب کا اٹھارواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''اور ابیرام نے اپنا ڈیرا اٹھایا، اور ممری کے بلوطون میں جو جبرون میں ہے جا رہا الخ''۔

اور یہ جملہ ''اور ممری کے بلوطون میں الخ'' اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ

---

(۱) اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء): ''اور تارح نے اپنے بیٹے ابیرام اور اپنے لوط یعنی اپنے بیٹے ہاران کے بیٹے کو الخ''۔ ۱۲ منہ

۱۸۳۹ء):

''در بلوطستان مری یعنی جبرون مقام نمود''۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

''در بلوستان مری کہ نزد جبرون است ساکن شد''۔

اگرچہ ترجموں میں کچھ اختلاف ہے، لیکن ''جبرون'' کا لفظ سب میں پایا جاتا ہے، اور اسی طرح اس کتاب کے پینتیسویں باب کے ستائیسویں درس اور سینتیسویں باب کے چودہویں درس میں ''جبرون'' کا لفظ واقع ہے، اور ''جبرون'' ایک قریہ کا نام ہے، فلسطین کی فتح کے بعد بنی اسرائیل نے یہ نام اس کا رکھا تھا، اور پہلے اس کا نام قریہ اربع تھا۔

کتاب یوشع کے چودہویں باب کے پندرہویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

''اور اگلے وقت میں جبرون کا نام قریہ اربع تھا''۔

سو معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف فلسطین کی فتح کے بعد گذرا ہے، حضرت موسیٰ اس کے مصنف نہیں، اور ہارن صاحب ''دان'' اور ''جبرون'' کے لفظ کی بابت یوں لکھتے ہیں کہ:

''ممکن ہے کہ موسیٰ نے لیث اور قریہ اربعہ ہی لکھا ہو، مگر کسی نقل نویس نے توضیح کے لئے ان لفظوں کو دان اور جبرون کے ساتھ بدل ڈالا''۔

کہتا ہوں میں کہ اس عذر کے موافق وہی بات لازم آتی ہے جس کی تصریح دوسرے فقرے کے بیان میں گذری۔

چودہواں فقرہ

کتاب پیدائش کے تیرھویں باب کا ساتواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و۱۸۲۹ء):

"اورابرام کی مواشی کے چارداہوں (چرواہوں) میں اورلوط کی مواشی کے چارداہوں (چرواہوں) میں جھگڑا ہوا، اس وقت کنعانی اورفرزی اس زمین میں بستے تھے"۔

اور یہ درس چاہتا ہے کہ کنعانی لوگ اس وقت میں تو بستے تھے مگر بعد میں نکالے گئے، اوراس کتاب کی تصنیف کے زمانے کے وقت نہ بستے ہوں، حالانکہ وہ تو فلسطین کی فتح کے بعد بھی وہاں بستے تھے۔

پندرہواں فقرہ

کتاب پیدائش کے بارہویں باب کا چھٹا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و۱۸۲۹ء):

"ابرام نے اس سرزمین میں نابلس کے مقام اورمَمری کے بلوط تک سیر کی، اوراس وقت کنعانی اس زمین میں تھے"۔

یہ فقرہ بھی دلالت کرتا ہے کہ اس کتاب کے مصنف موسیٰ نہ ہوں، اوران کے مفسر لاچار ہوکر وہی عذرالحاق کا بلادلیل پیش کرتے ہیں۔

تفسیر ہنری اوراسکاٹ میں ہے کہ:

"یہ جملہ "اس وقت کنعانی اس زمین میں تھے" اوراسی طرح اور چند جملے مقدس کتابوں میں ربط کے لئے عزرا یا کسی اورالہامی شخص نے ان کتابوں کی تصنیف سے مدت کے بعد اس زمانے میں جب کہ یہ کتابیں جمع کی گئی تھیں بڑھادیئے ہیں"۔

سولہواں فقرہ

ترجمہ سپٹو اجنٹ کے موافق جس کو یہود کے بڑے بڑے بہتر (۷۲) عالموں نے کیا تھا، اور تشریح اس کی عنقریب آتی ہے، اور ترجمہ لاطینی کے موافق جو سلف سے خلف تک رومن کیتھولک کے ایمان کا مبنی ہے، اور ان کے نزدیک اس کا اعتبار نسخۂ عبری اور سپٹو اجنٹ سے بڑھ کر ہے، اور رومن کیتھولک کے سب انگریزی ترجموں کے موافق، اور اسی طرح ڈاکٹر جڈس کے ترجمے کے موافق، بلکہ انگلینڈ کے رہنے والوں کے سوا (شاید کی ترجمہ سریانی کے سوا بھی) سب ملک والوں کے ترجمون کے موافق کتاب استثناء کے پہلے باب کا پہلا درس یوں ہے:

"یہ وہ باتیں ہیں جو موسیٰ نے اردن کے اس پار بیاباں کے میدان میں سوف کے مقابل فاران اور توفل اور لابان اور حصیروث اور ذی ذہب کے درمیان بنی اسرائیل کو کہیں"۔

اور یہ لفظ اس "اس پار" دلالت کرتا ہے کہ اس کتاب کا لکھنے والا اُردن کے دوسرے طرف تھا، اور موسیٰ لکھنے والے نہیں، اسی لئے اسپائی نوازا نے (جو ایک فاضل عیسائی (۱) تھا) اور کئی شخصوں نے اس فقرے سے دلیل پکڑی ہے کہ استثناء کی کتاب موسیٰ کی تصنیف نہیں، اور فرقہ پروٹسٹنٹ کے فاضل اس اعتراض کو دور کرنے کے لئے اس لفظ کا ترجمہ جس کا ترجمہ سب مذکورہ بالا مترجمین نے "اُس پار" کیا ہے، "اِس پار" کرتے ہیں، اور سلف اور خلف کے علماء اپنے مذہب کے ترجموں کو غلط بتلاتے ہیں، بھلا جب کہ سلف سے خلف تک کروڑوں فاضل عیسائی اس ترجمے کی صحت کے قائل ہوں تو ان سب کے مقابلے میں اس فرقے کے قول کی کیا سند؟

---

(۱) اور اس کا عیسائی ہونا آٹھویں فقرے میں بیان ہوا ہے۔ ۱۲ منہ

اوراس فرقے کے اقرار کے موافق دو قباحتوں میں سے ایک قباحت تو ضرور لازم آتی ہے کہ یا تو ان کے وہ سب سلف بڑے ہی محرّف تھے کہ انھوں نے قصداً اپنے ترجموں میں غلط ترجمہ کر کے اس کو کلام الٰہی کا مطلب بتلا کر واجب الاعتقاد کیا یا وہ سب کے سب بے علم اور بے فہم تھے کہ جہل سے ایسی فاحش غلطی میں پڑے، اور اگر ان سب باتوں سے قطع نظر کریں اور انھیں کے قول کو مان لیویں تو بھی یہ استدلال رومن کیتھولک اور اسی طرح ان سب فرقوں پر جو اس ترجمے کی صحت کے قائل ہیں مکمل ہے، اگرچہ دنیا بھر کے عیسائی فرقوں میں سے ایک فرقہ دھاندلی کر کے اور باقی سب کو بے فہم یا محرّف ٹھہرا کے اپنے گمان میں اپنی جان بچالے، اور باوجود اس کے ان کے محقق بھی لاچار ہو کر اس درس کو اس کے بعد کے چار درسوں کے ساتھ الحاقی بتاتے ہیں۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۷۴۹ میں اس جگہ یوں لکھتا ہے کہ:

> ''اس باب کے اول کے پانچ درس باقی کتاب کا مقدمہ ہیں، اور موسیٰ کے کلام سے معلوم نہیں ہوتے، غالباً یوشع یا عزرا نے الحاق کردیئے ہیں''۔

دیکھو آدم کلارک پانچ درس کے الحاقی ہونے کا قائل ہے، مگر گمان اور اٹکل کے سوا اس کو کوئی سند نہیں ملی جسے وہ پیش کرتا، اور ایسے خراب اٹکل کو کون پوچھتا ہے، پس حق یہی ہے کہ پانچ درس کا کیا ذکر ساری توریت موسیٰ کی تصنیف نہیں۔

سترہواں فقرہ

کتاب استثناء کا پورا چونتیسواں باب اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب موسیٰ کی تصنیف نہیں، خصوصاً اس میں یہ الفاظ (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۹۔ آج کے دن تک کسی نے اس کی قبر کو نہ پہچانا۔(۱)

۱۰۔ اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند کوئی نبی قائم نہ ہوا"۔

صاف دلالت کرتے ہیں کہ اس کتاب کا مصنف حضرت موسیٰ کے بہت بعد ہوا ہے۔

اور پروٹسٹنٹ فرقے کے مفسر بھی لاچار ہو کر بلا سند وہی کچا عذر الحاق کا پیش کرتے ہیں، اور اٹکل سے کچھ کچھ کہتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ اس باب کو عزرا نے لکھ دیا ہوگا، اور کبھی سموئیل پیغمبر کا نام لے لیتے ہیں اور کبھی یوشع کو بتلا دیتے ہیں، اور کبھی ستر مشائخ کے سر پر یہ بوجھ رکھ دیتے ہیں، اور کبھی کسی اور پیغمبر کی طرف نسبت کرتے ہیں، اور کبھی دعویٰ کر بیٹھتے ہیں کہ یہ باب یوشع کی کتاب کا پہلا باب تھا، وہاں سے ہٹ کر یہاں لگ گیا، سبحان اللہ! کیا سند ہے، اللہ ایسی بے سر و پا اور بے سند باتوں سے پناہ میں رکھے۔

آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۸۵۰ میں اس جگہ یوں لکھتا ہے:

"موسیٰ کا کلام باب گذشتہ پر تمام ہوا اور یہ باب (یعنی ۳۴ باب) موسیٰ کا لکھا ہوا نہیں۔

اور یہ احتمال کہ موسیٰ نے اس باب کو الہام سے لکھا ہو درستی، اور خوبی سے بعید اور تمام مطلب کو بیہودہ بنا دیتا ہے، اس لئے کہ خدا بدون ضرورت کے الہام نہیں کرتا، اور یہاں کچھ ضرورت نہیں، کیونکہ روح القدس جس کو اگلی کتاب کی تعلیم کرے گا اسی کو اس کتاب کا آخر بھی بتلا دے گا، اس لئے میں یقین کرتا ہوں کہ کتاب استثناء کا چونتیسواں باب کتاب یوشع کا پہلا باب ہے، اور ایک یہودی ہوشیار کا حاشیہ بھی اس جگہ پسند کے قابل ہے، کہ بہت مفسروں کی یہ

---

(۱) یعنی موسیٰ کی۔۱۲

رائے ہے کہ عزرا اس باب کا مصنف ہے، اور بعض نے خیال کیا ہے کہ یوشع اور بعض نے خیال کیا ہے کہ ستر مشائخ نے موسیٰ کی موت کے تھوڑے ہی دن کے بعد لکھا ہے، اور کہتے ہیں کہ:

''کتاب استثناء حقیقت میں الہامی دعا پر جو بارہ فرقوں کے حق میں ہے اس قول پر

''اے بنی اسرائیل تو خوش احوال ہے الخ'' ختم ہوئی، اور یہ اخیر کا باب یوشع کی کتاب کا پہلا باب تھا، جو وہاں سے ہٹ کر یہاں لگ گیا''۔

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

''کلام موسیٰ کا بابِ گذشتہ پر تمام ہوا، اور یہ باب کسی کا الحاق کیا ہوا ہے، وہ شخص یوشع ہو یا سموئیل یا عزرا یا ان کے بعد کوئی اور پیغمبر، ٹھیک دریافت نہیں ہوتا، شاید پچھلے درس رہائی بابل کے بعد عزرا کے عہد میں لکھے گئے ہوں گے''۔

اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں بھی اسی کے موافق ہے۔

بہر حال کوئی سند نہیں، اٹکل پچو کسی کو پکڑتے ہیں کہ شاید فلانا ہو یا فلانا، مگر جب سند نہ ہو تو بے چارے کیا کریں، مگر غضب یہ ہے کہ اس بے سندی پر محض تعصب اور تحکم کی راہ سے یہ دعوے کرتے ہیں کہ ملانے والا کوئی پیغمبر ہوگا، بھلا جب سند نہ ہو تو ایسی بات مخالف شخص کیوں مانے گا، شاید دیدہ و دانستہ لوگوں کو مغالطہ دینے کے لئے یہ لوگ ایسا دعویٰ کرتے ہوں گے، اور صرف قیاس سے سمعیات کا ثبوت نہیں ہوسکتا، ہاں جب سند کامل موجود ہو تو ایسے قیاس بشرطیکہ صحیح بھی ہوں، اس سند کی صحت کے تائیدی قرینے ہوسکتے ہیں، اور چونکہ کسی چیز کو کسی پیغمبر کے الہام کی طرف منسوب کرنا عین خدا کے طرف منسوب کرنا ہے، سو یہ لوگ ان الحاقیات کی نسبت جب سچے

پیغمبروں کے طرف (باوجود نہ پائے جانے اسناد کے) کرتے ہیں، تو عام وخاص کے نزدیک اس آیہ کریمہ کے مضمون "یکتبون الکتاب بأیدیهم ثم یقولون هذا من عند الله" کی تصدیق کرتے ہیں، سچ تو یہ ہے ان کے ایسے ایسے حال دیکھ کر اس آیت کے مضمون کی تصدیق کے واسطے کوئی حالتِ منتظر باقی نہیں رہتی، خدا ان پر رحم کرے، اور اس بیجا تعصب سے ان کو نجات دے کر راہ راست ہدایت فرمادے۔

چوتھی دلیل

کتاب استثناء کے ستائیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۶۔ تو یہواہ اپنے خدا کا مذبح سابوت پتھروں سے بنائیو، اور وہاں یہواہ اپنے خدا کے لئے سوختنی قربانی گذرانیو۔

۸۔ اور ان پتھروں پر شریعت کی ساری باتیں صاف اور واضح لکھیو"۔

اور آٹھواں درس دوسرے ترجموں میں یوں ہے:

(نسخہ ۱۸۴۲ء پچھلے ترجمہ کے بعینہ مطابق ہے)

فارسیہ (۱۸۳۹ء):

"وبران سنگہا تمامی کلمات این توریت را بحسن وضاحت تحریر نمائی"۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

"وبران سنگہا تمامی کلمات این توریت را بخط روشن بنویس"۔

اس کے موافق حکم تھا کہ خدا کا مذبح سابوت (سالم) پتھروں سے بنا کر ساری توریت کو ان پتھروں پر روشن خط سے لکھ دیجو، سو اس حکم کے موافق یوشع نے کیا، جیسا کہ ان کی کتاب کے آٹھویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۳۰۔ تب یوشع نے عیبال کے پہاڑ پر یہواہ خدا کے لئے ایک مذبح بنایا۔

۳۱۔ جیسا یہواہ کے بندے موسیٰ نے بنی اسرائیل کو فرمایا تھا، چنانچہ موسیٰ کی شریعت کی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ سابوت پتھروں کا ایک مذبح جس میں لوہا چھوایا نہ جائے، اور انہوں نے یہواہ کے لئے اس پر سوختنی قربانیاں چڑھائیں، اور سلامتی کی قربانیاں ذبح کیں۔

۳۲۔ اور اس نے وہاں ان پتھروں پر اس شریعت کا جو موسیٰ نے بنی اسرائیل کے حضور لکھی تھی دوسرا نسخہ لکھا"۔

اور بتیسواں درس اور نسخوں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور اس نے وہاں ان پتھروں پر اس شریعت کا جو موسیٰ نے بنی اسرائیل کے حضور لکھی تھی ثنی لکھا"۔

فارسیہ (۱۸۳۸ء):

"ودران جا توریت موسیٰ را بران سنگہا نقل نمود کہ آن را پیش روے بنی اسرائیل بہ تحریر آورد"۔

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

"ودرانجا بران سنگہا نسخہ توریت موسیٰ را کہ درحضور بنی اسرائیل نوشتہ بود نوشت"

سو کتاب استثناء کے ستائیسویں باب کے آٹھویں درس اور کتاب یوشع کے آٹھویں باب کے بتیسویں درس سے ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ کی توریت کا اتنا حجم تھا کہ اگر اس کو روشن خط سے صاف اور واضح کر کے لکھیں تو مذبح کے پتھروں پر تمام وکمال آجائے، اسی لئے موسیٰ نے ایسی وصیت کی تھی اور یوشع نے اسی وصیت کے موافق مذبح کے پتھروں پر اس کا پورا نسخہ نقل کرایا تھا، سو اس صورت میں اگر توریت کی تب بھی یہی پانچ کتابیں تھیں تو ممکن نہ تھا کہ روشن خط سے صاف اور واضح حرفوں میں مذبح

کے پتھروں پر لکھی جاتیں، پس معلوم ہوا کہ وہ توریت اور ہی تھی، اور موجودہ توریت کے مقابلہ میں بہت چھوٹی تھی، اور یہ تو ایک مجموعہ ہے کہ کسی نے اس میں قدیم روایتوں کو (مکتوب ہوں یا غیر مکتوب یا دونوں) جمع کرلیا ہے، اور اس اصلی توریت کے بعض بعض احکام کو اس میں لے لیا ہے، جیسا کہ دوسری دلیل کے بیان میں گذرا۔

اور جس طرح کتاب استثناء کے اکتیسویں باب کے چوبیسویں اور پچیسویں اور چھبیسویں درس میں توریت سے تمام توریت مراد ہے، ایسا ہی اس جگہ بھی توریت سے پوری توریت مراد ہے، اور اکتیسویں باب میں صرف استثناء کی کتاب مراد نہیں ورنہ لازم آئے کہ اول کی چار کتابیں خارج ہوں۔

پانچویں دلیل

فاضل نورٹن لکھتا ہے کہ:

"عہد عتیق کی ان کتابوں کے محاورے میں جو بابل کی قید سے رہائی کے بعد اور فلسطین دوبارہ پہنچنے سے پہلے لکھی گئی ہیں، اور توریت کے محاورے میں معتدبہ فرق معلوم نہیں ہوتا، حالانکہ موسیٰ کے زمانے اور اس زمانے میں نوسو برس کا فرق ہے، اور سب زبانوں کا حال ایسا ہی ہے کہ زمانے کے اختلاف سے ان میں فرق ہوجاتا ہے، مثلاً انگلش کے زبان میں وکلف کے زمانے سے اب تک جو چار سو برس کا زمانہ گذرا ہے بڑا فرق ہوگیا ہے، اور لیوسڈن جو کہ عبرانی زبان میں آخری درجہ کی مہارت رکھتا ہے، کتب مذکورہ کے محاورے اور زبان کا لحاظ کرکے گمان کرتا ہے کہ یہ ساری کتابیں ایک ہی زمانے میں ایک ہی ملک کے اندر تصنیف ہوئی ہیں"۔

کہتا ہوں میں یہ عیسائی فاضل سچ کہتا ہے جس زبان میں ہم کو دخل ہے اس میں بھی یہی حال پاتے ہیں مثلاً ہماری اردو زبان کا یہ حال ہے کہ جو شاہجہاں کے عہد

میں تھی اس عہد کی نسبت اس میں بڑا فرق پڑ گیا ہے، اور جو محاورے اور الفاظ متقدمین ان کو استعمال کرتے تھے اب متاخرین ان کو مکروہ جانتے ہیں، بلکہ بعضے الفاظ ایسے متروک ہو گئے ہیں کہ اب ہم کو ان کے معانی پر بھی اطلاع نہیں۔

چھٹی دلیل

حزقیل کی کتاب کے پینتالیسویں اور چھیالیسویں باب میں بعض احکام لکھے ہیں، اور وہی احکام کتاب شمار کے اٹھائیسویں اور انتیسویں باب میں لکھے ہوئے ہیں، اور دونوں آپس میں مخالف ہیں، اور ظاہر ہے کہ حزقیل تو موسیٰ کی شریعت کے پیرو تھے، اگر ان کے عہد میں اسی توریت کا وجود ہوتا، اور یہی توریت موسیٰ والی تھی تو ممکن نہ تھا کہ حضرت حزقیل اس کے مخالف لکھتے، اور فاضل نورٹن اور دلیلیں بھی لاتا ہے، لیکن چونکہ ان میں سے بعض بعض میری پسندیدہ نہیں، اس لئے دل تو نہیں چاہتا تھا کہ ان بعض کو ذکر کروں مگر چونکہ وہ دلیلیں اس طرز پر جس کو پادری لوگ نبھاتے ہیں بری نہیں تو ان کے مقابلے میں ان سے ملی جلتی اور چھ دلیلوں کو ذکر کر کے حضرت عیسیٰ کے حواریین کے عدد کے موافق بارہ دلیلیں پوری کر دیتا ہوں، سو ناظرین کو خیال رہے کہ ساتویں دلیل سے بارہویں تک خاص نورٹن کی دلیلوں کو ذکر کرتا ہوں، گو ان میں سے بعض میری پسندیدہ نہ ہوں۔

ساتویں دلیل

"موسیٰ کے زمانے میں لکھنے کی رسم نہ تھی"۔

کہتا ہوں میں کہ اس دلیل کا حاصل یہ ہے کہ جب اس زمانے میں لکھنے کی رسم نہ تھی تو یہ پانچ کتابیں موسیٰ کی تصنیف کس طرح ہو سکیں، اور یہ دلیل بڑی قوی ہے، اگر یہ بات معتبر تاریخوں سے ثابت ہو جائے۔

آٹھویں دلیل

"یوشع کی کتاب کے سوا عہد عتیق کی کسی کتاب میں جس کی تالیف کا گمان بابل کی قید سے پہلے کا ہو کہیں صراحتہً ایک ایسی کتاب کا جو موسیٰ کی طرف منسوب ہو ذکر نہیں پایا جاتا، اور نہ سموئیل کی کتاب میں ایسا ذکر صریح ہے، اور نہ کسی اور پیغمبر کی کتاب میں ایسی کتاب کی بابت گواہی ہے، اور یہ بھی ایک بڑی دلیل ہے، اس لئے کہ یہ پیغمبر تو علانیہ دین کی تعلیم کرتے تھے، اگر ان کے عہد میں کوئی ایسی کتاب ہوتی جو موسیٰ کے طرف منسوب ہوتی، اور ان کے نزدیک ان کی سند ہوتی تو ضرور اپنی کتابوں میں اس بات کی تصریح کرتے، سو اب شبہ قوی ہے کہ ان کے وقت میں بھی یہ کتاب نہ تھی، اور جو پیغمبر کہ بابل کی قید کے بعد ہوئے ان کے پاس بھی کوئی ایسی کتاب تواتر کی راہ سے نہیں پہنچی، اس صورت میں عیسائی معلموں کی گواہی کا اس امر میں کس طرح اعتبار کریں کہ ان کی کتابوں میں تو عہد جدید کی گواہی بھی خاطر خواہ نہیں"۔

کہتا ہوں میں کہ یوشع کی کتاب کے بعض فقرات میں جو توریت کا ذکر ہے تو اس توریت سے وہی توریت مراد ہے جس کا ذکر چوتھی دلیل میں گذرا، علاوہ اس کے یوشع کی کتاب اس توریت سے بھی زائد بے سند ہے، اور چونکہ ان حوادث کا لحاظ کر کے جن کا ذکر پہلی دلیل میں گذرا بخت نصر کے حادثے سے پہلے توریت کا خاتمہ ہو چکا تھا، تو اس لئے اکثر انبیاء کی کتابوں میں ذکر اس کا نہ ہوا، اور یہ فاضل اس بات میں بہت ہی سچا ہے کہ عیسائی معلموں کی کتابوں میں عہد جدید کی بھی پوری سند نہیں عہد عتیق کو تو کیا رو دیں۔

نویں دلیل

کتاب خروج کے پہلے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء ۱۸۲۹ء):

"۷۔ اسرائیل کی اولاد برومند ہوئی اور بڑھی اور فراواں ہوئی، اور نہایت زور پیدا کیا، اور وہ زمین ان سے معمور ہوگئی۔

۸۔ تب مصر میں ایک نیا بادشاہ جو یوسف کو نہ جانتا تھا پیدا ہوا۔

۹۔ اور اس نے اپنے لوگوں سے کہا: دیکھو بنی اسرائیل ہم سے زیادہ اور قوی تر ہیں۔

۲۲۔ اور فرعون نے اپنے سب لوگوں کو حکم کیا کہ ان میں جو بیٹا پیدا ہو تم اسے دریا میں ڈال دو، اور جو بیٹی پیدا ہو جیتی رہنے دو"۔

اور اسی کتاب خروج کے بارہویں باب کا سینتیسواں درس یوں ہے (نسخہ مذکورہ):

"اور بنی اسرائیل نے عین الشمس سے عریش تک پیادے سفر کیا، ان کے مرد سوا لڑکوں کے چھ لاکھ تھے"۔

اور اسی کتاب خروج کے اڑتیسویں باب کے چھبیسویں درس میں ہے (نسخہ مذکورہ):

"جو شخص کہ گنتی میں آیا بیس برس کا یا زیادہ اس سے اور وہ چھ لاکھ تین ہزار ساڑھے پانچ سے (سو) تھے"۔

اور کتاب شمار کے پہلے باب میں ہے (نسخہ مذکورہ):

"۴۵۔ سو وے سب جو بنی اسرائیل میں سے اپنے باپ دادوں کے گھرانوں میں بیس کے سے لیکے اوپر تک گنے گئے، سب جو جنگ کے لئے نکلتے تھے۔

۴۶۔ چھ لاکھ تین ہزار پانچ سے (سو) پچاس تھے، لیکن وے جو لیوا نے تھے اپنے باپ دادوں کے فرقے کے مطابق ان کے ساتھ گنے نہیں گئے"۔

پھر کتاب شمار کے دوسرے باب کے بتیسویں درس میں ہے (نسخہ مذکورہ):

"وہ سب جو خیمہ گاہ میں ان کے لشکروں میں گنے گئے چھے لاکھ تین ہزار پانچ سے (سو) پچاس تھے"۔

پھر اسی کتاب شمار کے گیارہویں باب کے اکیسویں درس میں ہے (نسخہ مذکورہ):

"تب موسیٰ نے کہا کہ یہ لوگ جن میں میں ہوں چھے لاکھ پیادے ہیں"۔

اور کتاب شمار کے پہلے باب سے معلوم ہوتا ہے کہ لیوی کا تمام فرقہ حساب میں نہیں آیا، جیسے تمام عورتیں اور مردوں میں سے جن کی عمر بیس برس سے کم تھی محسوب ان میں نہیں، تو اب قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے سب مرد، عورت، بال بچے پچیس لاکھ سے کم نہ ہوں گے، اور یہ چار وجہ سے غلط معلوم ہوتا ہے:

اول

اول یہ کہ جب یہ مصر میں آئے تھے تو ستر آدمی تھے جیسا کہ کتاب پیدائش کے چھیالیسویں باب کے ستائیسویں درس اور کتاب خروج کے پہلے باب کے پانچویں درس اور کتاب استثناء کے دسویں باب کے بائیسویں درس میں مصرح ہے، اور مصر میں بنی اسرائیل کل دوسو پندرہ برس ٹھہرے اور یہی قوی ہے۔

اس لئے کہ کتاب شمار کے چھبیسویں باب کا انسٹھواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"اور عمرام کی جورو (بیوی) کا نام یوخابد تھا، لیوی کی بیٹی، جسے اس کی ماں لیوی سے مصر میں جنی، سو عمرام سے ہارون اور موسیٰ اور ان کی بہن مریم کو جنی"۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یوخابد موسیٰ کی ماں لیوی کی صلبی بیٹی تھی۔

اور کتاب خروج کے چھٹے باب میں ہے (نسخہ مذکورہ):

"۱۶۔ اور بنی لیوی کے نام ان کے گھرانوں کے مطابق یہ ہیں:
جیوشون اور قہات اور مراری اور لاوی کی عمر ایک سو سینتیس برس کی تھی۔
۱۸۔ بنی قہات عمرام اور یصہار اور حبرون اور عزیائل تھے، اور قہات ایک سو تینتیس برس جیا۔
۲۰۔ عمرام نے اپنے باپ کی بہن یوخابد سے بیاہ کیا، وہ اس سے دو بیٹے جنی، ایک ہارون دوسرا موسی، عمرام نے ایک سو سینتیس برس کی عمر پائی"۔

ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ لیوی کے نواسے اور قہات کے پوتے ہیں، اور قہات مصر آنے سے پہلے پیدا ہوا تھا، جیسا کہ کتاب پیدائش کے چھیالیسویں باب کے گیارہویں درس میں ہے، پس اس حساب سے ممکن نہیں کہ بنی اسرائیل چار سو تیس برس مصر میں رہے ہوں، بلکہ موسی کا نسب نامہ چھوٹے عدد کے موافق منطبق نہیں ہوتا، اور اسّی برس پہلے لڑکوں کا قتل بھی جاری تھا، جیسا کہ کتاب خروج کے پہلے باب کے بائیسویں باب میں مصرح ہے۔

سو اب اگر قتل کی آفت سے قطع نظر کریں اور فرض کریں کہ بنی اسرائیل ہر پچیس برس کے پیچھے دوگنے ہوتے تھے تو بھی دو سو پندرہ برس میں ایک لاکھ (۱) کو ان کی نوبت نہیں پہنچتی، پھر باوجود قتل اور دوسرے مصائب کے اتنے عرصے میں پچیس لاکھ کس طرح ہوگئے؟

دوم

دوم یہ کہ قیاس سے یہ بھی بعید ہے کہ بنی اسرائیل کی باوجود ان مصائب کے ستر (۷۰) سے اس کثرت کو نوبت پہنچے، اور قبطیوں کی ایسی کثرت نہ ہو، حالانکہ مصر قبطیوں کا ملک اور ان کا دار السلطنت تھا، اور ان کو ہر طرح کی فراغت تھی، اور باوجود

(۱) بلکہ ایک لاکھ کا کیا ذکر، چالیس ہزار کو بھی نوبت نہیں پہنچتی۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

ان کی ایسی کثرت اور قوت کہ بادشاہ اور اس کا ملک اس کے ملاحظہ سے ڈرنے لگا، بادشاہ ان پر ایسا ظلم کرنے کہ ان کے بچوں کو قتل کراوے، اور یہ برداشت کریں اور مقابلہ سے پیش نہ آویں، حالانکہ چوپائے بھی اپنی اولاد کے واسطے جان دینے کو موجود ہوجاتے ہیں۔

سوم

سوم یہ کہ کتاب خروج کے بارہویں باب کے اڑتیسویں درس کے موافق ان کے ساتھ گلّے اور بہت مواشی تھے، اور باوجود اس کے پھر لکھا ہے کہ ہر ایک ہر روز کوچ کرتا تھا، اور ایک رات میں سب کے سب دریائے نیل سے اتر گئے۔

چہارم

چہارم یہ کہ اتنے آدمیوں اور گلّے اور بہت سے مواشی کے اترنے کے واسطے بہت بڑا میدان چاہئے، اور کوہ سینا کے گرد تو ہموار زمین بھی نہ تھی سو اس کے گرد، اور اس طرح ایلیم میں بارہ چشموں کے اوپر کس طرح اترے ہوں گے، پس حق یہ ہے کہ یہ غلط ہے، اور اتنے آدمی ہوں گے کہ مصر کا بادشاہ جس طرح چاہتا ان پر حکم جاری کرسکتا، اور حضرت موسیٰ کا زبانی حکم ان کے کوچ کرنے اور اترنے کے واسطے کفایت کرجاتا تھا، اور اتنے تھے کہ معہ اپنے گلّے اور مواشی کے کوہ سینا کے گرد اور ایلیم کے بارہ چشموں پر بفراغت اتر سکتے تھے۔

میں کہتا ہوں اس کا یہ قول ''اور مصر میں بنی اسرائیل کل دو سو پندرہ برس ٹھہرے'' محقق ہے، اور وہ جو کتاب خروج کے بارہویں باب کے چالیسویں درس میں چار سو تینتیس برس واقع ہوئے ہیں محض غلط ہیں، اور اس جعلی توریت کی بے اعتباری ثابت کرتے ہیں، اور اس کی تحقیق پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں

پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب کے اندر قسم اول کے مثالوں میں سے پہلی مثال کے ذیل میں گذر چکی۔

دسویں دلیل

کتاب استثناء کے ساتویں باب کا بائیسویں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اور یہواہ تیرا خدا ان گروہوں کو تیرے آگے سے تھوڑی تھوڑی کر کے دفع کرے گا تو انہیں جلد ہلاک نہ کر سکے گا تا (تا کہ ایسا) نہ ہووے کہ جنگلی درندے تجھ پر زیادتی کریں"۔

اور یہ بھی غلط ہے، کیونکہ فلسطین کے ملک کا طول دو سو میل اور عرض سو میل تھا، اور جب بنی اسرائیل پچیس لاکھ کے قریب تھے تو اگر فلسطین کے رہنے والوں کو ایک بار قتل کر کے اس ملک پر مسلط ہو جاتے تو بھی درندے ان پر غالب نہ آ سکتے۔

گیارہویں دلیل

اس میں قبیح قبیح حکم موجود ہیں مثلاً کتاب خروج کے اکیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۲۰۔ اور اگر کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو لاٹھیاں مارے، اور وہ مار کھاتے ہوئے مر جاوے تو اسے سزا دی جائے۔

۲۱۔ لیکن اگر وہ ایک یا دو دن جیوے تو اسے سزا نہ دی جاوے، اس لئے کہ وہ اس کا مال ہے۔

اور اسی کتاب خروج کے بائیسویں باب کا اٹھارواں درس یوں ہے (نسخہ مذکورہ):

"تو جادوگرنی کو جینے مت دے"۔

اور کتاب قوانین کے بیسویں باب کا ستائیسویں درس یوں ہے (نسخہ مذکورہ):

"اور جو مرد یا عورت بھان متی اور جادوگر ہو البتہ قتل کیجاوے، چاہئے کہ تم ان پر پتھراؤ کرو"۔

اور کتاب استثناء کے اٹھارہویں باب میں ہے (نسخہ مذکورہ):

"۱۰۔ چاہئے کہ تم میں کوئی ایسا نہ ہو کہ اپنے بیٹے یا بیٹی کو آگ میں گذروائے یا غیب کی بات بتلاوے، یا بھلائی یا برائی کا شگونیا یا جادوگر بناوے۔

۱۱۔ اور افسون گر نہ ہو اور ان دیؤوں سے جو مسخر ہوتے ہیں سوال کرنے والا اور ساحر اور سیانا نہ ہو"۔

اور اسی طرح اور احکام ہیں اور اب یوروپ والے سب عیسائی جادو اور نجوم کے بالکل قائل نہیں۔

بارہویں دلیل

اس میں بار بار واقع ہوا ہے کہ اللہ تعالی باپ دادوں کے گناہوں کی سزا ان کی اولاد کو دیتا ہے، مثلاً کتاب خروج کے بیسویں باب کے پانچویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"میں یہواہ تیرا خدا غیور ہوں، کہ آباء کی بدکاریوں کی سزا ان کے لڑکوں کو جو میرا کینہ رکھتے ہیں ان کی تیسری اور چوتھی نسل تک دینے والا ہوں"۔

اور اسی کتاب کے چونتیسویں باب کے ساتویں درس میں ہے (نسخہ مذکورہ):

"آباء کے گناہ ان کے فرزندوں اور فرزندوں کے فرزندوں سے تیسرے اور چوتھے پشت تک مطالبہ کرتا ہے"۔

اور کتاب قوانین کے بیسویں باب کے پانچویں درس میں بھی ہے (نسخہ مذکورہ):

"میں اس شخص پر اور اس کے گھرانے پر قہر نازل کروں گا"۔

اور کتاب شمار کے چودہویں باب میں ہے (نسخہ مذکورہ):

"۱۸۔ باپ دادوں کے گناہوں کو ان کے لڑکوں سے جو وہ تیسری اور چوتھی پشت ہیں مطالبہ کرتا ہے۔

۳۳۔ اور تمہارے لڑکے اس دشت میں چالیس برس تک بھٹکتے پھریں گے، اور تمہاری حرام کاری کے اٹھانے والے ہوں گے جب تک کہ تمہاری لاشیں اس دشت میں نیست ونابود ہوں"۔

اور کتاب استثناء کے پانچویں باب کے نویں درس میں ہے (نسخہ مذکورہ):

"میں یہواہ تیرا خدا غیور خدا ہوں، جو باپ دادوں کی بدکاری کا بدلہ کہ میرا کینہ رکھنے والے ہیں، ان کی اولاد سے تیسرے اور چوتھے پشت تک لیتا ہوں"۔

حالانکہ یہ صریح ظلم ہے، اور دوسرے اقوال کے مخالف ہے۔

کتاب استثناء کے چوبیسویں باب کا نواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اولاد کے بدلے باپ دادے مارے نہ جاویں، نہ باپ دادوں کے بدلے اولاد قتل کی جاوے، ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائے گا"۔

اور کتاب حزقیل کے اٹھارویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"۴۔ وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو وہی مرے گی۔

۲۰۔ وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو وہی مرے گی، بیٹا باپ کے گناہ نہ سہے گا، اور نہ باپ بیٹے کے گناہ سہے گا، صادق کی صداقت اسی پر ہوگی، اور شریر کی شرارت اسی پر پڑے گی"۔

اور کتاب یرمیا کے اکتیسویں باب کے تیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

''ہر ایک اپنی برائی سے مرے گا''۔

اور ایسا ہی دوسری کتابِ سلاطین کے چودھویں باب کے چھٹے درس اور دوسری کتاب اخبار الایام کے پچیسویں باب کے چوبیسویں درس میں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جب ایسی باتوں سے اس فاضل کے نزدیک توریت موسیٰ کی تصنیف نہیں ہو سکتی تو اس حساب سے عہد عتیق کی اور کتابیں بھی انبیا کی تصنیف نہ ہوں گی، اس لئے کہ ان میں بھی ایسی باتیں موجود ہیں مثلاً سلاطین کی پہلی کتاب کے اکیسویں باب کا انتیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''تو دیکھتا ہے احاب نے میرے حضور کیونکر خاکسار بنایا ہے، سو اس لئے کہ وہ میرے آگے خاکسار بنا، میں اس کی زندگی بھر اس پر بلا نہ بھیجوں گا، بلکہ اس کے بیٹوں کے عصر میں اس کے گھرانے پر بلا نازل کروں گا''۔

اور کتاب ایوب کے اکیسویں باب کے انیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

''خدا اس کے بچوں کے لئے اس کے گناہوں کا پھل چھپا رکھتا ہے''۔

اور زبور اناسیویں کا درس آٹھواں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

''ہماری اگلی بدکاریوں کو یاد مت کر''۔

اور زبور ایک سو نویں میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

''۹۔ اس کے بچے یتیم ہو جاویں اور اس کی جورو رانڈ ہو جائے۔

۱۰۔ اس کے بچے سدا در بدر پھریں، اور بھیک مانگیں وے اپنے ویرانوں میں خوراک ڈھونڈتے پھریں۔

۱۲۔ کوئی اس پر ترس نہ کھاوے، اس کے یتیموں پر کوئی رحم نہ کرے۔

۱۳۔ اس کی نسل باقی نہ رہے، اور اس کی پچھلی پیڑیوں میں اس کا نام مٹایا جاوے"۔

اور اسی طرح کتاب ایوب کے پانچویں باب کے چوتھے درس میں ہے۔

اب ان سب دلیلوں سے صاف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان پانچ کتابوں کی نسبت موسیٰ کی طرف کسی کامل سند سے ثابت نہیں، بلکہ اس کا خلاف ثابت ہے، تو اب حق ہماری جانب ہے، کہ اس توریت کی سب روایتوں کو درست اور صحیح نہیں جانتے، اور جب تک عیسائی ہماری ان دلیلوں کا اچھی طرح جواب نہ دیں گے، اور کامل سند پیش نہ کریں گے، تب تک بلاشبہ ہمارا الزام ان پر تمام رہے گا، شاید اس توریت کی اسی بے سندی کے سبب عیسائیوں کے مقدس پولوس اس کے احکام کو کمزور اور بے فائدہ اور بے مصرف اور ضعیف اور عیب دار بتلاتے ہیں، جیسا کہ چودھویں سوال کے جواب میں چوتھے مبحث کے اندر پہلی قسم کی مثالوں کے بیان میں گذرا، اور فرقۂ پروٹسٹنٹ کے پیشوا جناب لوتھر اور ان کے شاگرد رشید (جس سے فرقہ انٹی نومینس کا نکلا ہے) اپنے مقدس کی تقلید کر کے اس توریت کی نسبت بہت کلمات بے ادبانہ کہتے تھے، لیکن بمحواۓ:

ہر کہ آمد براں مزید کرد

کے حضرت موسیٰ کو بھی توریت کے ساتھ لتاڑتے تھے۔

وارڈ صاحب اپنی کتاب اغلاط نامہ کے صفحہ سینتیسویں میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"جناب لوتھر اپنی کتاب کی تیسری جلد کے چالیسویں اور اکتالیسویں صفحہ میں لکھتے ہیں ہم نہ سنیں گے، اور نہ دیکھیں گے موسیٰ کو، اس لئے کہ وہ صرف یہودیوں کے لئے تھا، اور ہم سے اس کو کسی چیز میں علاقہ نہیں"۔

اور ایک دوسری کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

''ہم نہ قبول کریں گے موسیٰ کو، اور نہ اس کی توریت کو، اس لئے کہ وہ عیسیٰ کا دشمن ہے''۔

پھر لکھتے ہیں کہ:

''موسیٰ تو جلادوں کا استاد ہے''۔

پھر لکھتے ہیں کہ:

''دس حکموں کو عیسائیوں سے کچھ علاقہ نہیں''۔

پھر لکھتے ہیں کہ:

''ان دس حکموں کو خارج کرنا چاہیے، کہ تمام بدعت ابھی موقوف ہو جائے گی، کیونکہ یہ احکام چشمے سب بدعتوں کے ہیں، اور اسی بیں ان کا شاگرد یوں کہتا تھا، یہ دس حکم کلیسہ میں نہ سکھائے جائیں، اور اسی شخص سے فرقہ انٹے نومینس کا نکلا ہے، اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ توریت اس قابل نہیں کہ اس کو خدا کا کلام سمجھا جائے، اور ان کا قول یہ تھا کہ اگر زانی ہو یا حرام کار یا اور کسی طرح کا گنہگار تو یقیناً نجات کے راستے میں ہے، اور اگر گناہ میں ڈوبا ہے، بلکہ اس کے قعر میں پڑا ہوا یقین کرتا ہے تو خوشی میں ہے، اور جو اپنے آپ کو دس احکام میں مصروف رکھتے ہیں وہ علاقہ شیطان سے رکھتے ہیں، وے سولی پائیو موسیٰ کے ساتھ''۔

دیکھو کہ یہ پیشوا اور اس کا شاگرد اور اس کا فرقہ کیا کہتا ہے(۱) اور میں حیران ہوں کہ جب اس پیشوا کے نزدیک دسوں حکم ایسے ٹھہرے تو اب ان کے نزدیک دین

(۱) پیشوا ممدوح موسیٰ کو عیسیٰ کا دشمن اور جلادوں کا استاد اور دس کلموں کو واجب الاخراج اور سب بدعات کے چشمے اور توریت کو غیر واجب التسلیم بتلاتا ہے، اور کہتا ہے کہ موسیٰ کو ہم سے کسی چیز میں تعلق نہیں، اور اسی طرح دس حکموں کو عیسائیوں سے کچھ تعلق نہیں، اور اس کے شاگرد اور اس کے فرقے کے نزدیک توریت خدا کا کلام نہیں، اور دسوں حکم واجب الاخراج ہیں، اور جو ان سے تعلق رکھے وہ شیطان سے تعلق رکھتا ہے، اور ان بے ادبوں کو دیکھو کہ ان دس حکموں کی اطاعت کرنے والوں کے حق میں موسیٰ سمیت کیا ہی اچھی دعا دیتے ہیں۔ ۱۲ منہ

عیسوی میں ان بدعات کے چشموں کے مخالف اعتقاد اور عمل چاہیئے، اور اس صورت میں شرک اور بت پرستی اور ماں باپ کی تعظیم نہ کرنا، اور ہمسائے کو تکلیف دینا اور خون کرنا اور زنا کرنا اور جھوٹی گواہی دینا مسیحی مذہب کے ارکان ٹھہرتے ہیں، اس لئے کہ ان بدعات کے سرچشموں میں تو تاکید سے توحید اور ماں باپ کی تعظیم اور یوم السبت کی تعظیم کا حکم اور بت پرستی اور قتل اور زنا اور چوری اور ہمسائے کے تکلیف پہنچانے سے ممانعت لکھی ہوئی ہے۔

اگر عیاذاً باللہ یہ دین ہو تو اس سے کفر اور بے دینی بہت افضل ہے، اور بھلا جب موسیٰ کو عیسائیوں سے کسی چیز میں تعلق نہ ہوا، اور وہ اور اس کی توریت قبول کے قابل نہ ٹھہری تو پھر پروٹسٹنٹ اس جلادوں کے استاد اور عیسیٰ کے دشمن کو ظاہر میں کیوں پیغمبر کہتے ہیں، اور اس نامقبول توریت کو کیوں مانتے ہیں؟

اور مجھ سے پروٹسٹنٹ فرقے کا ایک عیسائی کہتا تھا کہ ہمارے مذہب کے موافق موسیٰ تو ایک چور اور ڈکیت تھا، جب میں نے اس سے دلیل پوچھی تو یوحنا کی انجیل کے دسویں باب کے آٹھویں درس کو اپنی دلیل بتلائی، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"سب جتنے مجھ سے آگے آئے چور اور رہزن ہیں، اور بھیڑوں نے ان کی نہ سنی"۔

(نسخہ ۱۸۴۲ء):

"سب جتنے مجھ سے آگے آئے چور اور بٹ مار ہیں الخ"۔

اور لارڈنر اپنی تفسیر کی تیسری جلد کے چھٹے حصے میں مانی کینز فرقے کے عقیدے کے بیان میں لکھتا ہے کہ:

"جیروم ہم کو اطلاع دیتا ہے کہ بشپ مانی اس فرقے کا بانی کہتا تھا کہ

جناب مسیح کا وہ قول جو یوحنا کی انجیل کے دسویں باب کے آٹھویں درس میں ہے موسیٰ کے حق میں ہے"۔

اور فاسٹیس کہتا ہے کہ:

"ہمارے خداوند نے اس قول سے موسیٰ کی طرف اشارہ کیا ہے"۔

شاید فرقۂ پروٹسٹنٹ کے پیشوا اور ان کے شاگرد اور اس کے فرقے نے مانی اور فاسٹس کی طرح اسی درس سے استدلال کیا ہوگا، اور وہ عیسائی اپنے پیشوا کی طرح کہتا ہوگا، اور اکھارن اور شلز اور ڈاٹھ اور وزن ملر اور ڈاکٹر جدس نے بھی موسیٰؑ کو پیغمبر نہیں مانا، اور علمائے جرمن میں اب یہی رائے عام ہے، جیسا کہ انشاء اللہ دسویں ہدایت میں آتا ہے۔

یوشع کی کتاب کا بیان

اور جب توریت کا (جو اسرائیلی مذہب کی جڑ تھی) حال معلوم ہو چکا تو اب اوروں کا حال سنئے کہ:

یوشع کی کتاب کا پوری طرح سے نہ مصنف معلوم ہے، اور نہ اس کی تصنیف کا زمانہ متعین ہے، اور عیسائی اٹکل پچو جو چاہتے ہیں سو کہتے ہیں، جرہارڈ اور ڈیوڈٹی اور ہیوٹ اور بشب پاٹرک اور ٹاملائن اور ڈاکٹر گری یوشع کی تصنیف بتلاتے ہیں، اور ڈاکٹر لائٹ فٹ فیخاس (۱) کی، اور کالون العازار کی، اور ہنری یرمیا کی، اور وانٹل سموئیل کی تصنیف کہتا ہے، اور ان پانچوں اقوال والوں کے پاس کوئی دلیل نہیں، اور غضب خدا کا کہاں یوشع اور کہاں یرمیا، ان دونوں میں تو تقریباً ساڑھے آٹھ سو برس کا فرق ہے۔

اگر اس کتاب کی بے سندی کامل نہ ہوتی تو ان کے علما کے ایسے اناپ شناپ قول کیوں ہوتے؟ اور اس کتاب کے پندرہویں باب کے ترسٹھویں درس کو اگر سموئیل کی دوسری کتاب کے پانچویں باب کے چھٹے اور ساتویں اور آٹھویں درسوں

---

(۱) اور انگریزی مورخ اسی کو اختیار کرتے ہیں، مگر ان کے پاس بھی مجرد گمان کے سوا کوئی سند نہیں، لب التواریخ کے دوسرے دفتر کے جدول میں لکھا ہوا ہے (برمنس قبل ولادت مسیح کے):
"یوشع کی کتاب جو گمان کی گئی ہے کہ سردار کاہن فیخاس نے لکھی"۔ ۱۲ منہ

سے ملادیں تو اتنی بات نکلتی ہے کہ داؤدؑ کے ساتویں سال جلوسی سے پیشتر یہ کتاب لکھی گئی ہو، اور اس کا مصنف یوشع کے زمانے اور داؤد کے ساتویں سال جلوسی کے درمیانی عہد کا کوئی شخص ہوا ہو، اور ان کے مفسر بھی مجبوراً اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔

تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں اس کتاب کے پندرہویں باب کے ترسٹھویں درس کے ذیل میں مرقوم ہے کہ:

"اس فقرے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یوشع کی کتاب داؤد کے ساتویں سال جلوسی سے پہلے لکھی گئی ہے"۔

اور اس کتاب کے دسویں باب کے تیرہویں درس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف بعض بعض حالات کو کتاب البسیر سے دیکھ کر لکھتا ہے، اور البسیر کی کتاب کا ٹھکانہ نہیں کہ کیا تھی؟ اور اس کا مصنف کون تھا؟ اور کس زمانہ میں تھا؟ لیکن سموئیل کی دوسری کتاب کے پہلے باب کے آٹھویں درس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف داؤدؑ کا ہم عہد یا ان کے بعد ہوا ہو، سو اس حساب سے اس کتاب کا مؤلف بھی شاید کہ داؤدؑ کا ہم عہد یا ان کے بعد ہوا ہو، اور اسی کا ظنِ غالب ہے، بہر حال یقین کے ساتھ کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا، اسی لئے ان کے بعض علماء نے اس کو یرمیا کی تصنیف بتلایا ہے، اور چونکہ اکثر بلا دلیل یہ دعوے کرتے ہیں کہ یہ کتاب یوشع کی تصنیف ہے، اس لئے اس قول کو اور طرح سے بھی باطل کرتا ہوں، اور کہتا ہوں کہ یہ بیہودہ دعویٰ چار وجہ سے مردود ہے:

پہلی وجہ

پہلی وجہ وہی ہے جو توریت کے بے سند ہونے میں پہلی دلیل کے طور پر لکھی گئی۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ بھی وہی ہے جو وہاں دوسری دلیل کے طور پر لکھی گئی ہے، اس لئے اس کتاب میں بھی کسی جملے سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ یوشع نے اس کتاب کو خود لکھا ہو، بلکہ اس میں جہاں یوشع کا ذکر ہے وہاں غائب کے صیغہ سے ان کو تعبیر کیا گیا ہے، چنانچہ مطالعہ کرنے والا ان کو اول سے آخر تک دیکھ لے۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ بھی وہی ہے جو وہاں تیسری دلیل تھی، اس لئے کہ اس کتاب میں بعضے بعضے فقرے ایسے ہیں جو دلالت کرتے ہیں کہ وہ یقیناً یوشع کا کلام نہیں ہو سکتے، اور یہ دعوے کہ کسی پیغمبر نے بعد میں الحاق کر دیئے ہوں گے، ہرگز سماعت کے قابل نہیں جب تک کہ اس کی کوئی دلیل نہ ہو، جیسا کہ تیسری دلیل میں اس کا بیان گذرا اور ان فقروں میں سے یہاں چند فقروں کو نقل کرتا ہوں:

پہلا فقرہ

چوتھے باب کا نواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"اور یوشع نے اُردن کے بیچوں بیچ اس جگہ پر جہاں ان کاہنوں کے قدم ثابت ہوئے جو شہادت کے صندوق کے حامل تھے، بارہ پتھر نصب کئے، چنانچہ وہ آج کے دن تک وہاں ہیں"۔

تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

یہ جملہ "وے آج کے دن تک وہاں ہیں" اور اس کے مانند عہد عتیق کی اکثر کتابوں میں پائے جاتے ہیں اغلب ہے کہ الحاقی ہوں"۔

دیکھو مجبوراً اٹکل اور ظن غالب سے الحاقی کہتے ہیں، اور ان کے پاس کوئی

دلیل الحاقی ہونے کی نہیں، اور ان کے اقرار سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عہد عتیق کی کتابوں میں جہاں ایسے جملے ہوں گے ان کے گمان کے موافق وہ سب الحاقی ہیں۔

دوسرا فقرہ

پانچویں باب کا نواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"پھر یہواہ نے یوشع کو کہا کہ آج کے دن میں نے مصر کے ننگ وعار کو تم پر سے لڑکایا (لڑھکایا)، اسی لئے آج کے دن تک اس جگہ کا نام جلجل ہے یعنی لڑکنے کی جگہ"۔

تیسرا فقرہ

ساتویں باب کے چھبیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"پھر انہوں نے ان پتھروں کا بڑا تودہ کیا جو آج تک ہے الخ"۔

چوتھا اور پانچواں فقرہ

آٹھویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۲۸۔ اور یوشع نے عی کو جلا کے ہمیشہ کے لئے راکھ کا تودہ کر دیا، سو وہ آج کے دن تک ویران ہے۔

۲۹۔ اور اس نے عی کے بادشاہ کو پھانسی دے کے شام تک درخت پر لٹکا رکھا، اور جوں ہی آفتاب غروب ہوا یوشع نے حکم کیا کہ اس کی لاش کو درخت سے اتاریں، اور شہر کے دروازے پر پھینک دیں، اور اس پر پتھروں کا بڑا تودہ کریں، سو وہ آج کے دن تک ہے"۔

چھٹا و ساتواں فقرہ

دسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۱۳۔تب آفتاب نے درنگ کی (توقف کیا) اور ماہتاب کھڑا رہا یہاں تک کہ ان لوگوں نے اپنے دشمنوں سے انتقام لیا، یہ باشا کی کتاب میں نہیں لکھا کہ آفتاب آسمان کے بیچوں بیچ ٹھہرا رہا۔

۲۷۔اور غار کے منہ پر بڑے بڑے پتھر رکھے، چنانچہ وہ آج کے دن تک ہیں"۔

اور یہ جملہ "یہ باشا کی کتاب میں نہیں لکھا" ترجمہ ۱۸۴۲ء میں یوں ہے:
"کیا یہ کتاب الیسیر میں نہیں لکھا ہے"۔

آٹھواں فقرہ

تیرہویں باب کا تیرہواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):
"لیکن بنی اسرائیل نے جسوری اور معاخاتیوں کے مارنے کا ارادہ نہ کیا، اور وہ آج تک بنی اسرائیل کے درمیان بستے ہیں"۔

نواں فقرہ

چودہویں باب کا چودہواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):
"سوجیرون اس وقت سے آج تک قنزی یفنا کے بیٹے کالب کی میراث ہوا الخ"۔

دسواں فقرہ

پندرہویں باب کے ترسٹھویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):
"یبوسی جو تھے اور شلیم میں رہتے تھے، سو ان کو بنی یہودا خارج نہ کر سکے، چنانچہ یبوسی بنی یہودا کے ساتھ آج کے دن تک اور شلیم میں بستے ہیں"۔

گیارہواں فقرہ

سولہویں باب کے دسویں درس میں ہے(نسخہ ۱۸۲۹ء):

"سووہ آج کے دن تک بنی افرائیم کے ساتھ بستے ہیں اور جزیہ دیتے ہیں"۔

بارہواں فقرہ

چوبیسویں باب میں ہے(نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۲۹۔ اور ایسا ہوا کہ بعد ان باتوں کے نون کا بیٹا یوشع یہواہ کا بندہ جو ایک سودس برس کا بوڑھا تھا رحلت کر گیا۔

۳۰۔ اور انہوں نے اپنی میراث کے اطراف میں جبل جارش کے درمیان جو کوہستان افرائیم میں کوہ جاعس کے سمت شمال کو ہے، اسے دفن کیا۔

۳۱۔ اور بنی اسرائیل یوشع کی زندگی تک اور ان مشائخ کے وقت تک کہ جن کی عمر یوشع کے بعد دراز ہوئی اور یہواہ کے سارے کاموں کو جو اس نے بنی اسرائیل کے لئے کئے، جانتے تھے، یہواہ کی بندگی کرتے رہے۔

۳۲۔ اور یوسف کی ہڈیوں کو جنہیں بنی اسرائیل مصر سے چھڑالائے تھے، انہوں نے نابلس کے بیچ اس زمین کے قطعہ میں جسے یعقوب نے سخاب کے باپ حمور کے بیٹوں سے سودراہم کو مول لیا تھا گاڑا، سووہ زمین بنی یوسف کی میراث ہوئی۔

۳۳۔ اور ہارون کا بیٹا العاذار بھی مرگیا اور انہوں نے اسے اس پہاڑ میں جو اس کے بیٹے فینحاس کا تھا جو کوہستان افرائیم میں اسے دیا گیا تھا، دفن کیا"۔

تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں اس مقام پر جو لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

اس باب کے آخر کے پانچ درس بلاشبہ یوشع کی تصنیف نہیں، فینحاس یا سموئیل نے الحاق کیئے ہوں گے، اور ایسا الحاق قدماء میں بہت رائج تھا۔

دیکھو اس جگہ الحاق کو تو یقینی مانا، لیکن سند کے نہ ہونے کے سبب الحاق کرنے والا متعین نہ ہوسکا، اور جب ایسے ایسے الحاق قدماء میں بہت رائج تھے تو ان کے اس رواج نے عہد عتیق کی کتابوں کی خوب ہی گت کی ہوگی، اور اس صدہا سال کے عرصے میں بہت کچھ ان میں الحاق ہوا ہوگا، گو ہر جگہ قرینہ نہ ہونے کے سبب نہ پہچانا جائے۔

چوتھی وجہ

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب کے تیرہویں باب کا پچیسواں درس کتاب استثناء کے دوسرے باب کے انیسویں اور سینتیسویں درس کے سراسر مخالف ہے، اب دو حال سے خالی نہیں، یا تو یہ توریت موسیٰ کا کلام نہیں، یا یہ کتاب یوشع کی تصنیف نہیں، ورنہ ممکن نہ تھا کہ یوشعؑ ایسے معاملہ کو جو ان کے سامنے ہوا تھا اور موسیٰ نے اس کو توریت میں ضبط کیا تھا ایسا مخالف لکھتے، بلکہ اگر توریت حق ہے تو یہ کتاب کسی اور الہامی شخص کی تصنیف بھی نہیں ہوسکتی، یوشع کا تو کیا ذکر، اور اس مخالفت کا بیان پہلی جلد میں دوسرے سوال کے جواب کے اندر پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب میں پہلی قسم کی مثالوں کے بیان میں دسویں مثال کے اندر گذرا، اور وہاں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بشپ ہارسلی نے لاچار ہوکر یوں کہا کہ:

”اس جگہ عبرانی متن محرف ہے“۔

کتاب القضات کا بیان

اور کتاب القضات میں بھی بڑا اختلاف ہے، اور اس کا بھی نہ مصنف متعین ہے، اور نہ اس کی تصنیف کا زمانہ، اور اٹکل پچو چھ (۶) قول ہیں، (۱) بعضے فینحاس کی اور (۲) بعضے خرقیا کی اور (۳) بعض یرمیا کی اور (۴) بعضے خرقیل کی اور (۵) بعضے عزرا کی تصنیف بتلاتے ہیں، غضب خدا کا، کہاں فینحاس اور کہاں عزرا، دونوں کے عہد میں نوسو برس سے زائد کا تفاوت ہے، اور اگر خرقیا یا فینحاس اس کا مصنف ہو تو یہ کتاب الہامی بھی نہیں، اور (۶) یہودی کہتے ہیں کہ سموئیل کی تصنیف ہے۔

راعوث کی کتاب

اور راعوث کی کتاب میں بھی جو ایک عورت کا قصہ ہے، بڑا اختلاف ہے، اور اس کے بھی نہ مصنف کا ٹھکانہ ہے، اور نہ اس کی تصنیف کے زمانے کا پتہ، اور اس میں اٹکل سے تین قول ہیں (۱) بعضے خرقیا کی اور (۲) بعضے عزرا کی، اور (۳) یہودی اور جمہور عیسائی سموئیل کی تصنیف بتلاتے ہیں، اگر خرقیا کی تصنیف ہو تو الہامی بھی نہیں۔

اور کیتھولک ہرلڈ کی ساتویں جلد کے صفحہ ۲۰۵ میں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

> "۱۸۱۹ء میں جو اسٹار برگ کے اندر ایک بائبل چھپی تھی، اس پر ایک مقدمہ لکھا ہے، اور اس مقدمہ میں یہ مرقوم ہے کہ راعوث کی کتاب ایک گھر کا قصہ ہے، اور یونس کی کتاب ایک کہانی"۔

سو اس کے موافق تو یہ دونوں کتابیں غیر معتبر افسانے ہیں۔

نحمیا کی کتاب

اور نحمیا کی کتاب میں اختلاف ہے، اور مختار قول یہ ہے کہ یہ تصنیف نحمیا کی ہے، اور اتھانیسیش اور اپی فانیس اور کریزاستم وغیرہم عزرا کی تصنیف بتلاتے ہیں، اور پہلی صورت جو مختار ہے اس کے موافق وہ کتاب الہامی نہیں، اور نہ سب کی سب نحمیا کی تصنیف ہوسکتی ہے، اس لئے کہ بارہویں باب میں پہلے درس سے چھبیسویں درس تک نحمیا کا کلام معلوم نہیں ہوتا، اور ان درسوں کو اس جگہ کے قصے سے اچھا تعلق نہیں، اور ان میں دارا (۱) بادشاہ ایران کا ذکر ہے، اور وہ تو نحمیا سے سو برس بعد میں ہوا ہے، پس یہ چھبیس درس کسی دوسرے کے کلام سے ہیں، اور ان کے مفسر بھی ان درسوں کو مجبوراً الحاقی کہتے ہیں، اور الحاق کرنے والا ان کے نزدیک متعین نہیں ہوسکتا، چنانچہ ہارن صاحب اپنی تفسیر کی چوتھی جلد میں اس بات کو ترجیح دیتا ہے کہ یہ درس الحاقی ہیں۔

اور آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں صفحہ ۱۶۷۶ کے اندر لکھتا ہے کہ:

"عربی کے ترجمہ میں اول کے چھبیس درس اور انتیسواں درس نہیں ہے"۔

(۱) یعنی چوبیسویں درس میں، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۳۸ء):
"وکاہنان نیز تابہ وقت دارا ایرانی"۔ ۱۲ منہ

ایوب کی کتاب

اور کتابِ ایوب کا حال تو بہت ہی ابتر ہے، اور اہل کتاب کے علماء میں اس کی بابت بڑا ہی اختلاف ہے۔

ربی ممانی ڈیز جو یہودیوں کا مشہور عالم گذرا ہے، اور لیکلرک اور میکالز اور سیمنلر اور بشپ اسٹاک وغیرہم کہتے ہیں کہ ایوب کوئی شخص نہ تھا، اور یہ تو محض ایک فرضی نام ہے، اور اس کی کتاب محض ایک افسانہ اور جھوٹی کہانی ہے۔

اور کامٹ اور وائٹل وغیرہما کہتے ہیں کہ ایوب کوئی شخص تھا، پھر ان لوگوں میں اس کے زمانے کی بابت اختلاف ہے کہ اگر تھا تو کس زمانے میں تھا؟ اور اس میں سات قول ہیں، (۱) بعضوں کے نزدیک موسیٰ کا ہم عہد اور (۲) بعضوں کے نزدیک یوشع کے زمانے کے بعد قضات کا ہم عہد اور (۳) بعضوں کے نزدیک اہاسی رودیا اردشیر ایران کے بادشاہ کا ہم عہد اور (۴) بعضوں کے نزدیک یعقوب کا ہم عہد، اور (۵) بعضوں کے نزدیک سلیمان کا ہم عہد، اور (۶) بعضوں کے نزدیک بخت نصر کا ہم عہد گذرا ہے، اور (۷) بعضوں کے نزدیک اس زمانے میں تھا، جو ابراہیم کے کنعان کے ملک میں تشریف لانے سے پہلے گذرا ہے۔

ہارن صاحب کہتا ہے کہ:

''ان خیالوں کا ہلکا پن ان کی کمزوری کی دلیل کافی ہے''۔

پھر ان میں وطن کی بابت اختلاف ہے کہ کس ملک کا رہنے والا تھا، اور اس کی بستی غوط جس کا ذکر اس کتاب کے پہلے باب کے پہلے درس میں ہے کس ملک میں

تھی؟ اور اس میں تین قول ہیں:

یوچارٹ اور اسپاہیم اور کامٹ وغیرہم کہتے ہیں کہ ملکِ عرب کے علاقہ میں ریگستانی زمین میں۔

اور میکالس اور الجن درۂ دمشق میں ہے۔

اور بشب لوڈا اور آرچ بشب ماجی اور ڈاکٹر ہیلز اور ڈاکٹر گوڈا اور بعض متاخرین کہتے ہیں کہ غوط اومیہ کا نام ہے۔

پھر ان میں اس کتاب کے مصنف کی بابت اختلاف ہے، اور اس میں دس قول ہیں، (۱) بعضے الیہو کو اور (۲) بعضے ایوب کو اور (۳) بعضے سلیمان کو اور (۴) بعضے اشعیا کو کہتے ہیں، اور (۵) بعضے موسیٰ کو اس کا مصنف بتلاتے ہیں، لیکن ان میں اختلاف ہے، (۶) بعضے متقدمین کے نزدیک تو حضرت موسیٰ نے ابتداءً اس کو تصنیف کرکے عبرانی میں لکھا ہے، اور اِرُجن کے نزدیک حضرت موسیٰ نے عبرانی میں سریانی سے ترجمہ کیا ہے، اور (۷) بعضے کہتے ہیں کہ اس کا مصنف کوئی شخص منا بادشاہ کے وقت میں تھا، اور اس کا نام معلوم نہیں، اور (۸) بعضے خرقیل کو اور (۹) بعضے عزرا کو بتلاتے ہیں، اور (۱۰) اِلجن کہتا ہے کہ اس کا مصنف کوئی شخص الیہو کی اولاد سے ہے۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ کتاب کس جگہ مکمل ہوئی ہے؟ جیسا کہ انشاء اللہ تیسری ہدایت کے چوالیسویں اختلاف میں آتا ہے، پس اس کتاب میں تفصیل کے رو سے چوبیس طرح کا اختلاف ہے، دو طرح ایوب کے فرضی اور غیر فرضی ہونے کے اعتبار سے، اور سات طرح زمانے کے اعتبار سے، اور تین طرح وطن کے اعتبار سے اور دس طرح مصنف کے اعتبار سے اور دو طرح خاتمہ کے اعتبار سے۔

شاید انہیں اختلافات اور خرافات کو دیکھ کر فرقۂ پروٹسٹنٹ کے پیشوا لوتھر

صاحب نے فرمایا ہے کہ "وہ تو ایک کہانی ہے" جیسا کہ وارڈ صاحب نے اپنی کتاب "اغلاط نامہ" میں ان کے قول کو نقل کیا ہے، اور تھیوڈور نے بھی اس کتاب کو بہت برا کہا ہے، جیسا کہ انشاء اللہ کتاب نشید الانشاد کے بیان میں آتا ہے، اور عیسائی مؤرخ بھی اٹکل سے ہانکتے ہیں۔

لب التواریخ کے دوسرے دفتر میں جدول کے اندر ان مدتوں کے بیان میں جو ولادت مسیح سے قبل کی ہیں، یوں لکھا ہوا ہے:

"۱۵۱۳۔ ایوب کی تاریخ کا مظنونی زمانہ۔

۱۴۵۲۔ موسیٰ کی کتب خمسہ مکتوب ہوئیں"۔

اس کے موافق ایوب کی کتاب کی تصنیف کے زمانے میں اور موسیٰ کی کتابوں کی تصنیف کے زمانے میں اکسٹھ برس کا فرق (۱) ہے، اور رب ممانی ڈیز اور لیکلرک اور میکالس اور سملر اور بشپ اسٹاک وغیرہم کے قول کے مطابق یعقوب حواری کی بھی جہالت اور اس کے نامہ کا غیر الہامی ہونا ثابت ہے، کیونکہ وہ اپنے نامہ کے پانچویں

(۱) مرزاپور کے پادری میتر صاحب اپنے مطبع کے اخبار میں کہتا ہے (خیر خواہ ہند غرہ جولائی ۱۸۴۲ء):

"ایوب کا وطن اودمیہ تھا جو ملک پالسطین کے دکھن ملک عرب اور مصر کے سرحدوں میں ہے، بعضوں نے ایسا سمجھا کہ ایوب وہی ہے جس کا ذکر بنام ایوب باب تاریخ کی کتاب کے پہلے باب میں ہے جو عیص میں اسحاق کا پوتا تھا مگر اور شرح والوں نے ایسا ٹھہرایا ہے کہ یہ ابراہیم کے وقت سے پیشتر تھا، اور اس زمانے کا نور تھا جو ابراہیم اور نوح کے درمیان گذرا، یقین ہے کہ ایوب نے آپ ہی یہ کتاب تصنیف کی ہو، مگر (وہ) صورت جس میں اب ہے اس کی ترتیب موسیٰ سے ہوئی، شاید پیدائش کی کتاب کو چھوڑ کر ایوب کی کتاب سب کتابوں میں قدیم ہو"۔

میں کہتا ہوں کہ اولاً اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایوب سے شارحین بائبل تک کوئی سند قطعی نہیں پہنچی، اور ثانیاً جب مؤرخین کی تصریح کے موافق ایوب کی کتاب موسیٰ کی کتب خمسہ سے اکسٹھ برس پہلے تصنیف ہوئی ہے، اور موسیٰ کو نبوت مسیح کے ولادت سے چودہ سے (سو) اکانویں (۱۴۹۱) برس پہلے ہوئی ہے، اور =

باب کے گیارہویں درس میں لکھتا ہے:

''تم نے ایوب کا صبر سنا ہے''؟

بھلا جب ایوب کوئی شخص نہ تھا، اور اس کی کتاب محض افسانہ اور جھوٹی کہانی ہے، تو اس کا صبر کہاں سے آیا؟

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) کتب خمسہ کی تصنیف نبوت کے بعد اکتالیس برس پیچھے ظہور میں آئی، سو اگر اس کتاب کی ترتیب انہوں نے دی ہوگی تو نبوت سے بائیس برس پہلے دی ہوگی، تو اب کتاب پیدائش کی قدیم ہونے کا کیا معنی؟ شاید مؤرخ غلط کہتے ہوں یا یہ پادری۔ ۱۲ منہ''

زبورِ داوٗدؑ

اور زبور داوٗد کا حال بھی ایوب کی کتاب کے قریب قریب ہے، کہ اس جگہ بھی سند سے ثابت نہیں کہ مصنف اس کا کون ہے؟ اور کس زمانے میں ایک جلد میں جمع ہوئی؟ اور زبوروں کے نام الہامی ہیں یا غیر الہامی؟ قدماء میں سے ارجن اور گریزاشٹم اور اگسٹاین اور انبردس اور یوتھمیس اور دوسرے قدماء کہتے ہیں کہ ساری کتاب زبور داوٗد کی تصنیف ہے، اور بہترویں زبور کا بیسواں درس اس قول کو باطل ٹھہراتا ہے، اور ان کے مقابلے میں ہلیری اور اتھانیشیس اور جیروم اور یوسی بیس اور دوسرے مشائخ اس امر سے منکر ہیں، اور ہارن صاحب کہتا ہے کہ:

"قول اول محض غلط ہے، اور بعض مفسروں نے بعضے زبوروں کو کہا ہے کہ مقابیس کے زمانے میں تصنیف ہوئے ہیں، لیکن یہ رائے ضعیف ہے"۔

(یہاں تک ہارن کا قول تھا جو خلاصہ کے طور پر نقل ہوا)۔

اور دوسرے فرقے کے نزدیک تیس زبور سے زائد ایسے ہیں کہ ان کا مصنف معلوم نہیں، اور دس زبور یعنی نوے (۹۰) سے ننانوے (۹۹) تک موسیٰ کی، اور اکہتر زبور داوٗد کی، اور بارہ زبور اساف کی تصنیف ہیں، مگر چوہترویں (۷۴) اور اناسیویں (۷۹) زبور کو جو اساف کے طرف منسوب ہیں بعض نے انکار کیا ہے، کہ وہ تصنیف اساف کی نہیں، اور گیارہ زبور قورح کے تین بیٹوں کے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ گیارہ زبور کسی اور کی تصنیف ہیں کہ اس نے ان کے نام پر کر دیئے ہیں، اور اٹھاسیویں (۸۸) زبور ہمان کی، اور نواسیوں (۸۹) زبور اتھان کی، اور بہترواں

(۷۲) اور ایک سو ستائیسواں (۱۲۷) زبور سلیمانؑ کی، اور تین زبور جدوتھن کی تصنیف ہیں، اور بعض کسی اور کی۔

اور کامٹ کہتا ہے کہ زبور میں داؤدؑ کی تصنیف کل پینتالیس زبور ہیں اور بس، باقی اوروں کی تصنیف ہیں، اور یہود کے علماء کہتے ہیں کہ یہ زبور ان شخصوں کی تصنیف ہیں آدم، ابراہیم، موسیٰ، اساف، ہمان، جدوتھن، قورح کے تین بیٹے، اور داؤد نے سب زبوروں کو لے کر ایک جلد میں جمع کر دیا ہے۔

اور ہارن صاحب کہتے ہیں کہ:

''یہود کے علماء متاخرین اور سب عیسائی مذہب کے مفسرین کا مختار یہ ہے کہ یہ کتاب تصنیف ان شخصوں کی ہے موسیٰ، داؤد، سلیمان، اساف، ہمان، اتھان، جدوتھن، قورح کے تین بیٹے''۔

اور میرے پاس جو ترجمے ہیں ان میں سے ترجمہ اردو ۱۸۴۳ء و ترجمہ فارسی ۱۸۴۵ء میں زبوروں کی پیشانی پر ان کے مترجموں نے اپنی تفسیروں سے جہاں جہاں مصنف کا نام معلوم ہوسکا ہے نکال کر لکھ دیا ہے، سو ان کے موافق یوں ہے کہ اس کتاب میں داؤد کی تصنیف تہتر اور قورح کی بیٹوں کے گیارہ، اور اساف کے بارہ، اور سلیمان کے دو، اور ایتان اشراقی کی ایک، اور موسیٰ کی ایک ہے، اور یہ سب ایک سو زبور ہوئے اور پچاس زبور باقی ایسے ہیں کہ ان پر کسی کا نام مرقوم نہیں، سو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بابت بالکل کسی طرح کی سند ہاتھ نہیں لگی، وگرنہ لکھ دیتے اور ان ترجموں کے موافق پتے وار تفصیل یوں ہے:

نام مصنف	زبوروں کے نام جو اس مصنف کی تصنیف ہیں
داؤد	۳ تا ۹ و ۱۱ سے ۳۲ تک و ۳۴ سے ۴۱ تک و ۵۱ سے ۶۵ تک و ۶۸ سے ۷۰ تک و ۸۶ و ۱۰۱ و ۱۰۳ و ۱۰۸ سے ۱۱۰ تک و ۱۲۲ و ۱۲۴ و ۱۳۱ و ۱۳۳ و ۱۳۸ سے ۱۴۵ تک۔ کل: ۷۳
قورح کے بیٹے	۴۲ و ۴۴ سے ۴۹ تک و ۸۴ و ۸۵ و ۸۷ و ۸۸۔ کل: ۱۱
اساف	۵۰ و ۷۳ سے ۸۳ تک۔ کل: ۱۲
سلیمان	۷۲ و ۱۲۷ زبور۔ کل: ۲
ایتان	۸۹ زبور۔ کل: ۱
موسیٰ	۹۰ زبور۔ کل: ۱
جن زبوروں مصنفین کے نام نہیں لکھے	۱ و ۲ و ۱۰ و ۳۳ و ۴۳ و ۶۶ و ۶۷ و ۷۱ و ۹۱ سے ۱۰۰ تک و ۱۰۲ و ۱۰۴ سے ۱۰۷ تک و ۱۱۱ تا ۱۲۱ و ۱۲۳ و ۱۲۵ و ۱۲۶ و ۱۲۸ سے ۱۳۰ تک و ۱۳۲ و ۱۳۴ سے ۱۳۷ تک و ۱۴۶ سے ۱۵۰ تک۔ کل: ۵۰

اور جمع ہونے کی بابت بعضے کہتے ہیں کہ داؤد کے زمانے میں جمع ہوئے، اور بعض خرقیا کے زمانے میں بتلاتے ہیں، کہ خرقیا کے دوستوں اور نوکروں نے ان کو جمع کیا ہے، اور بعضے مختلف زمانوں میں کہتے ہیں، اور ان زبوروں کے ناموں کی بابت بعضے مدعی ہیں کہ الہامی ہیں، اور بعضے کہتے ہیں کہ کسی غیر نبی نے اپنے طرف سے ان کے نام لکھ دیے ہیں۔

فائدہ

بہتر ویں زبور کا بیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):
"لیسی کے بیٹے داؤد کی دعائیں یہاں تمام ہوئیں"۔

(نسخہ ۱۸۴۳ء):

''داؤد بن لیسی کی نمازیں یہاں تمام ہوئیں''۔

(فارسیہ ۱۸۳۸ء):

''مناجات داؤد بن لیسی اتمام پذیرفت''۔(۱)

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

''دعاہائے داؤد پسر لیشی تمام شد''۔

اور یہ درس دلالت کرتا ہے کہ اس کے بعد کے اٹھہتر (۷۸) زبور داؤدؑ کی تصنیف نہیں۔

اور مترجم عربی ۱۸۱۱ء نے عجب بے ایمانی برتی ہے، کہ بہتر ویں زبور کو اکہتر ویں کے ساتھ ملا گیا، اور اس درس کو صاف ہضم کر گیا۔

شاید لوگوں کے مغالطہ دینے کے واسطے ایسا کچھ کیا ہوگا، کہ لوگ سب زبوروں کو داؤد کی تصنیف جانیں، یا شاید اس کے نزدیک اپنے بعضے قدما کا مذہب مختار ہوگا، اور یہ درس ان کے مخالفوں کی تحریفات میں سے ہوگا، بہرحال یا یہ محرّف ہے یا اس کے مذہب کے اور علماء اور مترجم، مگر یوں کہو کہ یہ بات تو ہلکی ہے، کیونکہ کتب مقدسہ میں عموماً اور زبور میں خصوصاً مترجموں کا اس قسم کا تصرف بہت ہے۔

ایک مترجم بعض درسوں کو ایک زبور میں لکھتا ہے، اور دوسرا انہیں درسوں کو دوسرے زبور میں، اور نسخہ ۱۸۱۱ء میں ایک سو اکاون زبور میں، اور نسخہ ۱۸۲۵ء و ۱۸۳۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۳ء و ۱۸۴۵ء میں ایک سو پچاس، اور ایک عربی ترجمہ زبور کا مازنی نحوی کی طرف منسوب ہے، اس کو جب ان ترجموں سے ملا کر دیکھا گیا تو سوائے بعض بعض فقرات اوائل زبور کے، اور چند فقرات متفرق جا بجا کے ان ترجموں سے

---

(۱) اس میں اس درس کو انیسویں میں ملا لیا ہے، اور مترجم جمع کی جگہ مفرد کا صیغہ بولا ہے۔ ۱۲ منہ

مطلق مناسبت نہیں رکھتا، بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی اور کتاب کا ترجمہ ہے، اور یہ ترجمے کسی اور کتاب کے ہیں، اور ترجمہ ۱۸۴۳ء و ۱۸۴۵ء کے موافق درس مذکور کی روسے دو قباحتیں لازم آتی ہیں:

ایک یہ کہ جب بہترویں زبور کو سلیمان کی تصنیف بتلاتے ہیں تو پھر اس درس (درس ۲۰) کو اس زبور کے آخر میں کس طرح لکھتے ہیں؟

دوسری یہ کہ جب اس زبور پر داؤدؑ کے زبور تمام ہوئے تو پھر اس کے بعد اٹھارہ زبور پر مثلاً چھیاسواں زبور وغیرہ داؤد کا نام کیوں لکھتے ہیں؟

کتاب امثال

اور کتاب امثال کا حال بھی ابتر ہے، بعض لوگ ساری کتاب کو سلیمان کی تصنیف بتلاتے ہیں، مگر یہ بالکل غلط ہے، اور محاورے کا اختلاف اور فقروں کا تکرار اور تیسویں اور اکتیسویں باب کا پہلا درس اس بیہودے خیال کو رد کرتا ہے، اور جو شخص کہ اصل سے واقف نہیں، اور فقط ترجموں کا ہی ناظر ہے اس پر بھی یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ اس کتاب کے سارے امثال تو یقیناً سلیمان کی تصنیف نہیں، اور نہ جتنی کتاب ان کی تصنیف ہے اس کو انہوں نے بذات خود جمع کیا ہے، بلکہ پانچ بابوں کو پچیسویں سے انتیسویں تک خرقیا بادشاہ (جو سلیمان کی اولاد میں سے بارہواں تخت نشیں تھا) کے نوکروں نے جمع کیا ہے۔

اور انگریزی بائبل کے حاشیہ کی تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ جمع سلیمان کی وفات سے دو سو ستر برس کے بعد ظہور میں آئی ہے، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پہلے فائدے کے اندر بھی اس کا بیان گذرا، اور تیسواں باب آجور بن وقی کی، اور اکتیسواں باب لموئیل کی تصنیف ہے، اور عیسائی مفسروں اور مؤرخوں کو اب تک تحقیق سے معلوم نہیں کہ آجور اور لموئیل کون تھے، اور کس زمانے میں گذرے ہیں؟ اور نہ یہ بات کسی دلیل سے اب تک ثابت ہوئی ہے کہ یہ دونوں شخص پیغمبر تھے، البتہ ان کے مفسر محض اٹکل سے ایسا وہم کرتے ہیں، مگر ان کا مخالف فقط اٹکل کو بلا دلیل کس طرح تسلیم کرے گا، اور بعضوں نے گمان کیا ہے کہ لموئیل

سلیمانؑ کا نام ہے، مگر یہ گمان بھی ایک گمان فاسد اور وہم باطل ہے۔

تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے:

"کہ ہولڈن نے اس خیال کو کہ لموئیل سلیمان کا نام ہے، رد کر کے تحقیق کیا ہے کہ یہ کوئی اور شخص ہے، اور اس بات کی کوئی کافی دلیل ملی ہوگی کہ لموئیل کی کتاب اور آجور کی کتاب الہامی ہیں، ورنہ کتب قانونی میں داخل نہ ہوتیں"۔

میں کہتا ہوں: اے حضرات! یہ فقط آپ کا گمان ہے، اور کسی کافی دلیل کے ملنے کی حاجت نہیں، آپ کے قدماء نے کئی کتابوں کو قانونی کتب میں داخل کر رکھا ہے، جن کو اب آپ رد کر کے غیر قانونی بتلاتے ہو۔

اور آدم اپنی تفسیر کی تیسری جلد میں صفحہ ۲۵۱۲ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء):

"کوئی دلیل نہیں کہ لموئیل سے مراد سلیمان ہو، یہ باب اس کے زمانے سے بہت پیچھے ملایا گیا، اور بہت سے جالدی زبان کے محاورے جو اس کے شروع ہی میں ہیں اس بات کی چھوٹی دلیل نہیں"۔

اور اکتیسویں باب کی بابت لکھتا ہے کہ:

"یہ باب سلیمان کی یقیناً تصنیف نہیں"۔

اور پچیسویں باب کا پہلا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"اور یہ بھی سلیمان کی تمثیلیں ہیں، جنہیں شاہ یہوداخرقیا کے رفیقوں نے قلمبند کیا ہے"۔

(فارسیہ ۱۸۳۸ء):

"ایں نیز امثال سلیمان است کہ مردمان خرقیا بادشاہ یہودا نقل کردند"۔

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

"ایں ہاں نیز امثال سلیمان اند کہ آنہارا مردمانِ خرقیا ملک یہودا جمع نمودند"۔

(عربیہ۱۸۳۱ء):

"فهذه أمثال سليمان التى استكتبها أصدقاء خرقيا ملك يهودا"۔

اور دوسرے ترجمے ان کے موافق ہیں۔

اور تیسویں باب کا پہلا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"اجور بن وقی کی باتیں، اس مرد کا منشا کا کلام آتی ایل سے، ہاں آتی ایل اور اوکال سے"۔

(فارسیہ ۱۸۳۸ء):

"ایں است کلمات اجور بن یقہ یعنی مقالات کہ او برائے ایشیل بلکہ برائے ایشیل واوکال برزبان آورد"۔

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

"کلمات اگور پسر یافہ یعنی وحی کہ آں مرد بہ ایثیئیل وا وقال بیان کردانیست"۔

عربی مترجم کی چالاکی

اور عربی کے مترجموں نے اس جگہ تماشا کیا کہ ۱۸۱۱ء والا تو الحاق کے الزام کو دور کرنے کے لئے تحریف کرتے ہوئے اس درس کو صاف ہضم کر گیا، اور ۱۸۳۱ء والے نے یوں ترجمہ کیا:

"هذه أقوال الجامع بن القارى الرويا التى تكلم به الرجل الذى الله معه وإذا كان الله معه أيده"۔

دیکھو یہ کہاں اور اگلے ترجمے کہاں۔

اور اکتیسویں باب کا پہلا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

''لموئیل بادشاہ کے منشاء کی باتیں جواس کی ماں نے اسے سکھلائیں''۔

(فارسیہ ۱۸۳۸ء):

''انیست کلمات بادشاہ لموئیل مقالاتے کہ مادرش ویرا تعلیم واد''۔

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

''کلمات لموئیل ملک یعنی وحئیکہ مادرش باو تعلیم نمود''۔

(عربیہ ۱۸۳۱ء):

"كلمات لموئيل الملك الرويا التى أدبته فيها أمه"۔

بہر حال ہرگز ہرگز کوئی اس بات کی دلیل نہیں کہ اس ساری کتاب کو سلیمان نے تصنیف کیا ہے، اس لئے جمہور نے مجبوراً اعتراف کیا کہ بہت لوگوں نے مثلاً خرقیا اور اشعیا اور شاید عزرا نے بھی جمع کیا ہے۔

کتاب جامعہ

اورکتاب جامعہ میں بھی بڑا اختلاف ہے، بعضے سلیمان کی تصنیف کہتے ہیں، اور ربی کچی جو یہودیوں کا مشہور عالم ہے اشعیا کی تصنیف بتلاتا ہے، اور ٹالمیوڈی کے علماء خرقیا کی تصنیف کہتے ہیں، اور گروٹیس کہتا ہے کہ زور بابل کے حکم سے کسی شخص نے اس کے بیٹے ابیہود کی تعلیم کے واسطے تصنیف کی تھی، اور جہان (جو عیسائی مذہب کا فاضل ہے) اور جرمن کے بعض علماء خیال کرتے ہیں کہ بابل کی قید کے بعد تصنیف ہوئی، اور رزقیل کہتا ہے کہ انٹیوکس اپے فانس کے وقت میں لکھی گئی، اور یہودی لوگ جب قید سے چھوٹ کر آئے تھے اس وقت انہوں نے اس کتاب کے مضمون کو بدعت اور اختلافی سمجھ کر الہامی کتابوں سے الگ کردیا تھا، مگر بعد میں باوجود اسی بدعتی اور اختلافی مضمون کے پھر ملائی گئی۔

کتاب نشید الانشاد

اور نشید الانشا کو بعضے سلیمان کی یا کسی ان کے ہم عہد کی تصنیف بتلاتے ہیں، اور ڈاکٹر کنی کاٹ اور بعض متاخرین کہتے ہیں کہ سلیمان کی تصنیف اس کو کہنا محض غلط ہے، بلکہ سلیمان سے بہت عرصے کے بعد تصنیف ہوئی ہے، اور تھیوڈ ور جو سوشیا کا بشب پادری تھا اور چوتھی اور پانچویں صدی میں گذرا ہے اس کتاب کو اور ایوب کی کتاب کو بہت ہی برا کہتا ہے، اور سیمن اور لیکلرک کو بھی اس کی صداقت پر کلام تھا۔

اور وِسٹن کہتا ہے کہ:

"یہ تو ایک راگ اوباشانہ ہے، اس کو الہامی کتابوں سے نکالنا چاہیے"۔

اور بعض متاخرین کی بھی یہی رائے۔

اور سملر کہتا ہے کہ:

"بہ ظاہر یہ کتاب جعلی ہے"۔

اور وارڈ صاحب اپنی کتاب اغلاط نامے میں لکھتا ہے کہ:

"کاسٹیلیو نے حکم کیا ہے کہ یہ کتاب عہد عتیق کی کتابوں سے نکالی جاوے، کہ ایک ناپاک راگ ہے"۔

دانیال کی کتاب

اور دانیال کی کتاب کا یہ حال ہے کہ جناب مسیح کے ہم عہد یہودی اور اسی طرح متاخرین یہودی دانیال کو نبی نہیں کہتے، بلکہ کہتے ہیں کہ وہ تو بادشاہ بابل کا ایک نوکر تھا، پس ان کے نزدیک ان کی کتاب الہامی نہیں۔

اور یوسفیس ان کو نبی کہتا ہے، اور اس کتاب میں تھیوڈوش کے ترجمہ یونانی اور لاطینی ترجمے کے موافق تیسرے باب میں تیئسویں اور چوبیسویں درس میں تین لڑکوں کا راگ اور اس کتاب کے اول میں تاریخ سیینا اور احرمن اور بل اور ڈریگن کی کہانی تیرہواں اور چودہواں باب کر کے لکھی ہوئی ہے، اور رومن کیتھولک کے سب انگریزی ترجموں میں اب تک موجود اور واجب التسلیم ہے۔

اور قدماء میں سے ارجن نے اس کتاب کی نسبت ترجمہ سپٹواجنٹ کو غلط سمجھ کر اس کتاب کو نکال دیا تھا، اور ترجمہ تھیوڈوشن سے اس کو لے کر اس کے جگہ رکھ دیا تھا، سو اس کے نزدیک اور اس کے بعد اس کتاب کی نسبت بھی ترجمہ معتبر تھا، اور اب پروٹسٹنٹ اس راگ اور ان دونوں باتوں کو رد کرتے ہیں۔

اور آدم کلارک اپنی تفسیر کے چوتھے جلد کے اندر صفحہ ۳۲۱۵ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء):

"دانیال کی کتاب کے تیسرے باب میں ۲۳ و ۲۴ درس کے باب میں جیروم اور اوردن نے تین لڑکوں کا جھوٹا راگ داخل کرلیا ہے، اور میں نے اس کو عبرانی نسخوں میں نہیں پایا"۔

کتاب استیر

اور کتاب استیر کے بارے میں قدیم عیسائیوں کو شبہ تھا، اور تین سو چوسٹھ برس تک اس کو واجب التسلیم نہیں جانتے تھے، لیکن جب ۳۶۴ء میں کونسل لڑ ڈیسیا منعقد ہوئی، اس کے حکم سے اس کو واجب التسلیم مانا گیا، اس کے بعد بارہ سو (۱۲۰۰) برس تک واجب التسلیم رہی، اور رومن کیتھولک اور یونانی کلیسا اس سب کو آج تک واجب التسلیم جانتا ہے۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی چوتھی جلد میں لکھتا ہے:

"ہمارے یہاں استیر کی کتاب دسویں باب کے تیسرے درس پر ختم ہوتی ہے، اور یونانی اور لاطینی میں دس درس اس باب میں اور چھ باب اور زائد ہیں، اور ان سب کو رومی اور یونانی کلیسہ واجب التسلیم جانتا ہے"۔

اور آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں صفحہ ۱۱۷۱ میں دسویں باب کے تیسرے درس کے ذیل میں لکھتا ہے:

"اس درس پر عبرانی نسخہ تمام ہوتا ہے، اور یونانی اور پرانے لاطینی میں دس درس اور ہیں، اور چھ باب بھی اور ہیں، پس استیر کتاب کے کل باب سولہ ہیں"۔

سو اس کے مطابق پروٹسٹنٹ کے فرقے نے کونسل کے اس حکم کو کچھ بحال

رکھا، اور کچھ توڑا، یعنی ایک حصہ کا انکار کیا اور ایک حصہ کو تسلیم کیا۔

مگر حق یہ ہے کہ وہ سب کا سب واجب الانکار ہے، کیونکہ نہ تو اس ساری کتاب میں کہیں خدا کا نام مذکور ہے، اور نہ اس کے مصنف کا پتا لگتا ہے، بائبل کے شارحین اٹکل سے کچھ کچھ بے ٹھکانے کی باتیں کہتے ہیں، بعضے اس کو معبد خانے کے علماء کے طرف (جو عزرا کے زمانے سے سمین کے زمانے تک گذرے ہیں) نسبت کرتے ہیں، اور فلو یہودی یہوکین (جو اس یسوع کا بیٹا ہے جو بابل کے قید سے رہائی پا کر آیا تھا) کی تصنیف بتلاتا ہے۔

اور اگستائن عزرا کی تصنیف، اور بعضے مردکی کی تصنیف، اور بعضے مرد کی اور استیر کی تصنیف بتلاتے ہیں۔

کیتھولک ہرلڈ کے جلد دوم کے صفحہ ۳۴۷ میں ہے:

"سنت میلٹیو نے کتب واجب التسلیم کی فہرست میں اس کتاب کا نام درج نہیں کیا"۔

چنانچہ یوسی بیس نے اپنی تاریخ کلیسیا کی چوتھی کتاب کے چھبیسویں باب میں لکھا ہے:

"اور سنت گریگری نازین زن نے اپنے شعروں میں صحیح کتابوں کے نام ضبط کیے ہیں سوا اس کتاب کا نام نہیں لکھا، اور سنت ایم فی لوکیس نے اپنے شعروں میں جو سلیوکس کو لکھی تھی (اس کے واجب التسلیم ہونے پر) شبہ کیا ہے، اور سنت اتھانائی سیئش نے اپنے انتالیسویں چٹھی میں اس کتاب کو رد اور ناپسند کیا ہے، اور سناپ سس کے مصنف نے اسے رد کیا ہے"۔

یرمیا کی کتاب

اور کتاب یرمیا کے اکاونویں باب کے چوسٹھویں درس میں ہے (نسخہ

۱۸۴۴ء):

''یرمیا کی باتیں یہاں تک ہیں''۔

(فارسیہ ۱۸۳۸ء):

''کلمات یرمیا تابدیں جا اتمام پذیرفت''۔

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

''کلام یرمیاہ تابدیں جاست''۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یرمیا کی کتاب اکاون باب پر ختم ہوئی، اور باونواں باب یرمیا کی تصنیف نہیں، اور ان کے مفسر بھی اس کو الحاق کہتے ہیں، لیکن الحاق کرنے والے ان کے نزدیک متعین نہیں، اٹکل سے کسی کسی کو پکڑتے ہیں، اور اسی طرح اس کتاب کے دسویں باب کا گیارہواں درس الحاقی ہے، کیونکہ ساری کتاب عبری زبان میں ہے، اور یہ درس کسدیوں کے زبان میں ہے، اس لئے یقین ہوتا ہے کہ کسی کسدی زبان والے نے اس کو الحاق کر دیا ہوگا۔

اور باونویں باب کے بارے میں تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے:

''معلوم ہوتا ہے کہ اس باب کو عزرا یا کسی اور شخص نے یرمیا کی پیشگوئی کی توضیح کے لئے جو باب گذشتہ پر تمام ہوئیں اور ان کے نوحہ کی توضیح کے لئے الحاق کر دیا ہے''۔

اور ہارن صاحب اپنی تفسیر کی چوتھی جلد کے صفحہ ۱۹۵ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

''کہ یہ باب یرمیا کے بعد یہودیوں کی بابل کے قید سے رہائی کے بعد (جس کا تھوڑا سا بیان اس باب میں پایا جاتا ہے) ملایا گیا ہے''۔

اور اسی جلد میں لکھتا ہے کہ:

''اس پیغمبر کے سب ملفوظات عبری میں ہیں، مگر دسویں باب کا گیارہواں درس کہ وہ کسدیوں کی زبان میں ہے''۔

اور فاضل ونما کہتا ہے کہ:

''یہ درس الحاقی ہے''۔

اشعیا کی کتاب

اور کیتھولک کارکرن کا مباحثہ پروٹسٹنٹ پادری وارن سے ہوا تھا، اور کارکرن نے اس کو ۱۸۵۲ء میں آگرہ کے اندر چھپوایا ہے، سو وہ اس مباحثہ کے تیسرے رسالہ میں لکھتا ہے کہ:

''اشاہلن نامی ایک فاضل مشہور جرمنی نے کہا ہے کہ اشعیا کی کتاب میں چالیسویں باب میں چھاسٹویں باب تک ممکن نہیں کہ اشعیا کی تصنیف ہو''۔

دیکھو اس کے موافق ستائیس باب اشعیا کی تصنیف نہیں۔

اس تحریر سے معلوم ہوا کہ عہد عتیق کے کتابوں کے واسطے کوئی کامل سند نہیں۔

عہد جدید کی کتابوں کا حال

اور جب عہد عتیق کی بعض بعض کتابوں کا حال معلوم ہو چکا تو اب عہد جدید سے ان بعض کتابوں کا حال جو حواریوں کے طرف منسوب ہیں سنئے کہ:

متیٰ کی انجیل

متی کی انجیل جو سب سے پہلی انجیل ہے اس کا حال بھی عہد عتیق کے کتابوں سے ابتر ہے، اس لئے کہ اولاً اس کتاب کا ظاہر علی الاعلان گواہی دیتا ہے کہ یہ جناب متی کی تصنیف نہیں، کیونکہ متی نے تو جناب مسیح کے اکثر حال کو بچشم خود دیکھا، اور ان کے بہت اقوال کو اپنے کانوں سے سنا ہے، باوجود اس کے اس ساری انجیل میں کسی

جگہ سے ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ اس کا لکھنے والا جناب متی حواری ہے یا اس کے لکھنے والے نے اپنے یا اپنی آنکھ کے دیکھے ہوئے حال کو لکھا ہے، حالانکہ ان دنوں میں بھی تالیف اور تصنیف کا طریقہ ایسا ہی تھا جیسا اب ہم میں رائج ہے، کہ لکھنے والا اگر اپنا حال یا اپنے دیکھے ہوئے معاملہ کو لکھتا ہے تو اس طرح پر لکھتا ہے کہ جس سے کسی نہ کسی جگہ معلوم ہو جاتا ہے کہ لکھنے والا آپ اپنا حال یا اپنا دیکھا ہوا معاملہ لکھتا ہے۔

دیکھو حواریوں کے خطوط کو اگر صحیح ہوں تو ان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے، اور دیکھو لوقا کی تحریر کو کہ اس نے جو ساری انجیل کو اور کتاب اعمال کے انیس باب کو سنی ہوئی روایتوں سے لکھا ہے تو ایسا لکھا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنی سنائی روایتیں لکھتا ہے، اور پھر جب جناب پولوس سے مل گیا، اور ان کے ساتھ رہا تو بیسویں باب سے ایسا لکھتا ہے کہ جس سے معلوم ہو جائے کہ لکھنے والا یہاں سے اب اپنے دیکھے ہوئے حال کو لکھتا ہے، اور یہاں سے اپنے آپ کو صیغۂ متکلم سے بیان کرتا ہے، اور یہ بات اس کتاب کے مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں۔

اور ولیم میور صاحب سکرتر اپنی اردو تاریخ کلیسیا کے پہلے باب میں انتیسویں دفعہ کے اندر لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۸ء صفحہ ۲۱):

> "پولس ایشیائے کوچک (۱) کے بیچوں بیچ میں گذر کے اور اس کے سب ملک اور بڑے بڑے شہروں میں گشت کر کے یونانی بحر کے کنارے تک شہر تر واس میں پہنچا، وہاں اس کو لوقا ملا کہ اس کے بعد وہ پولس کے ساتھ برابر رہا، اس واسطے لوقا باقی احوال مندرجہ کتاب اعمال کو متکلم کے صیغہ میں لکھتا ہے"۔

بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس انجیل والے کو جناب متی والا نسخہ ہاتھ آیا ہو، اور اس نے اس میں سے کچھ حال لے کر اور گھٹا بڑھا کر اپنی طرز پر لکھا ہو، یا شاید

(۱) یعنی ولایت روم۔ ۱۲ منہ

اپنے ہی طرف سے سب حال لکھ کر جناب متی کا نام لگا دیا ہو، جیسا اس وقت میں ایسا جھوٹ مستحبات دینی میں سے تھا، جیسا کہ انشاء اللہ چوتھی ہدایت کے بارہویں وجہ میں آتا ہے، اور جب اس کا ظاہر ایسے ایسے احتمالوں کو ترجیح دیتا ہو تو اب ہم کو اور دلیل کی حاجت نہیں، جیسا توریت کے بے سند ہونے کی دلیلوں میں سے دوسری دلیل میں گذرا۔

ثانیاً یہ کہ متی حواری جو ان کے نزدیک الہامی شخص تھے یہ انجیل اگر ان کی تصنیف ہوتی تو اس میں غلطیاں نہ ہوتیں حالانکہ وہ تو غلطیوں سے پُر ہے، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں اس کا بیان گذرا۔

ثالثاً یہ کہ اگر اس کے طرز تحریر اور غلطیوں سے قطع نظر کریں تو بھی عیسائی مذہب کے علماء متقدمین کے مذہب اور بہت سے متاخرین کے قول مختار کے موافق وہ انجیل عبرانی زبان میں تھی جو گم ہوگئی، اور یہ جواب موجود ہے اس کا ترجمہ ہے، اور جیروم کے اقرار کے موافق اس کے زمانے تک اس اصل کا وجود بھی تھا، اور یہ ترجمہ ایسا بے سند ہے کہ آج تک یقین کے ساتھ اس کے مترجم کا حال معلوم نہیں، بلکہ حال کا کیا ذکر نام بھی معلوم نہیں، اور جب علمائے متقدمین کا مذہب اور بہت سے متاخرین کا قول مختار وہ ہو تو ان سب کی کثرت خصوصاً قدماء کے زمانے کا لحاظ کر کے چند پروٹسٹنٹ علماء کی مخالفت ہرگز اہل دانش کے نزدیک اعتبار کے قابل نہیں، خصوصاً اس صورت میں کہ ان کے پاس کوئی کامل دلیل نہ ہو، اور انکلوں ہانکتے ہوں، اور اب سندیں اس امر کی کان لگا کر سنئے۔

انجیل متی کے عبرانی میں ہونے کے دلائل

ریو صاحب اپنی تاریخ انجیل میں لکھتا ہے کہ:

"یہ بات غلط ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ متی نے انجیل یونانی میں لکھی تھی، اس لئے کہ یوسی بیس نے اپنی تاریخ میں اور اسی طرح اور بہت مرشدوں عیسائی نے لکھا ہے کہ متی نے انجیل عبرانی میں لکھی ہے نہ یونانی میں، جیروم کہتا ہے کہ پین تی نس نے اس انجیل کی ایک عبری جلد انڈیا (یعنی حبش) میں پائی تھی، اور اس نے اسکندریہ میں اسکولا کرسی سریا کے کتب خانے میں رکھی تھی، کہ وہاں سے وہ جاتی رہی، مگر اس کا ترجمہ یونانی باقی رہا اور مترجم کا نام ٹھیک معلوم نہیں"۔

(یہاں تک ریو کا قول ہے)۔

اور انسائیکلو پیڈیا برٹینکا کی انیسویں جلد میں لکھا ہے کہ:

"عہد جدید کی سب کتابیں یونانی میں لکھی گئیں، مگر متی کی انجیل اور نامہ عبرانیہ کہ ان کا عبرانی زبان میں لکھا جانا بدلائل متیقن ہے"۔

اور لارڈنر کی کلیات کے دوسری جلد کے صفحہ ۱۱۹ میں یوں لکھا ہے (نسخہ ۱۸۲۷ء):

"پی پیس لکھتا ہے کہ متی نے انجیل عبری میں لکھی، اور ہر کسی نے اپنی لیاقت کے موافق اس کا ترجمہ کیا"۔

پھر صفحہ ۱۷۰ میں یوں مرقوم ہے کہ:

"ارینیوس لکھتا ہے کہ متی نے یہودیوں کے لئے ان کی زبان میں انجیل لکھی جن دنوں پولوس اور پطرس روم میں وعظ کرتے تھے"۔

پھر صفحہ ۲۱۷ میں یوں لکھا ہوا ہے کہ:

"یوسی بیس کہتا ہے کہ پین ٹی نس جب انڈیا (یعنی حبش) (۱) میں آیا، اس نے وہاں ایک نسخہ عبری متی کے انجیل کا پایا جو وہاں کے لوگوں کو برتولما

(۱) یہ تفسیر بھی اسی تفسیر کے حاشیہ کے موافق ہے۔۱۲ منہ رحمہ اللہ

حواری سے پہنچا تھا، اور اس وقت سے ان کے پاس محفوظ تھا، اور جیروم کہ پین تی نس اس نسخہ کو وہاں سے اسکندریہ میں لایا اور لارزنقل کے بعد یوسی بیس کے قول کی تزئیف کرتا ہے"۔

پھر صفحہ ۷۴ ۵ میں لکھتا ہے کہ:

"ارجن کے تین فقرے ہیں، ایک یہ کہ یوسی بیس نے نقل کیا ہے کہ متی نے انجیل یہودی ایمان داروں کو عبری میں دی۔

دوسرا یہ کہ روایت ہے کہ متی نے پہلے لکھا اور عبریوں کو انجیل دی۔

تیسرا یہ کہ متی نے عبریوں کے واسطے جو اس شخص کے منتظر تھے جو ابراہیم اور داؤد کی نسل سے ہونے والا تھا، لکھا"۔

پھر چوتھی جلد کے صفحہ ۹۵ میں لکھتا ہے کہ:

"یوسی بیس لکھتا ہے کہ متی نے عبریوں میں وعظ کر کے جب اور قوموں کے طرف ارادہ جانے کا کیا تو ان کو ان کی زبان میں انجیل لکھ کر دے گیا"۔

اور صفحہ ۱۶۵ میں اتھانی سیش کا قول یوں نقل کرتا ہے کہ:

"متی نے اپنی انجیل عبری میں یروشالم کے اندر لکھی تھی، اور خداوند کے بھائی یعقوب نے اس کا ترجمہ کیا (یعنی یونانی میں)"۔

اور صفحہ ۱۷۴ میں لکھتا ہے کہ:

"سرل کہتا ہے کہ متی نے انجیل عبری میں لکھی"۔

اور صفحہ ۱۸۷ میں لکھتا ہے کہ:

"اپے فانیس لکھتا ہے کہ متی نے انجیل کو عبری میں لکھا، اور وہی صرف عہد جدید کا لکھنے والا ہے جس نے اس زبان کا استعمال کیا"۔

اور صفحہ ۴۳۹ میں لکھتا ہے کہ:

"جیروم لکھتا ہے کہ متی نے یہودیہ میں ایمان دار یہودیوں کے لئے

انجیل عبرانی میں لکھی، اور ائین کا سایہ انجیل کے بیچ کے ساتھ نہیں ملایا''۔

پھر ۴۴۱ میں لکھتا ہے کہ:

''جیروم اپنی فہرست مؤرخین میں لکھتا ہے کہ متی نے اپنی انجیل یہودیہ میں یہودی ایمانداروں کے لئے عبری زبان اور عبری حرفوں میں لکھی، اور یہ بات کہ اس کا ترجمہ یونانی میں ہے، اور یہ بات کہ کس نے اس کا ترجمہ کیا ہے تحقیق نہیں ہے، علاوہ اس کے کتب خانہ سے سیریا میں جس کو پیمفلس شہید نے بڑی جانفشانی سے جمع کیا تھا وہ نسخہ عبری موجود ہے، اور میں نے ناصریوں کی اجازت سے، جو بریا ضلع سریا میں رہتے تھے، اور اس نسخے کا استعمال کرتے تھے، ایک نقل لی''۔

پھر صفحہ ۵۰۱ میں لکھتا ہے کہ:

''اگستاین لکھتا ہے کہ ان چاروں میں سے متی ہی صرف کہا گیا ہے کہ اس نے عبری میں لکھی، اور باقی نے یونانی میں''۔

پھر صفحہ ۵۳۸ میں لکھتا ہے کہ:

''گریزاسٹم لکھتا ہے کہ کہا گیا ہے کہ متی نے ایمان دار یہودیوں کی درخواست سے اپنی انجیل عبری میں لکھی''۔

پھر پانچویں جلد کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھتا ہے کہ:

''اسی ڈور لکھتا ہے کہ ان چاروں میں سے متی نے صرف عبرانی میں لکھی ہے، اور باقیوں نے یونانی میں''۔

اور ہارن صاحب (۱) اپنی تفسیر کے چوتھی جلد میں ان شخصوں کے نام جو اس انجیل کے عبری الاصل ہونے کے قائل ہیں، یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

---

(۱) گو اب ظن و تخمین کے طور پر یوں کہتا ہے کہ غالباً متی کی انجیل عبرانی اور یونانی دونوں زبانوں میں لکھی گئی ہوگی ۱۲ منہ''

"(۱) بلرمن (۲) گروٹیس (۳) کسابن (۴) بشپ والٹن، (۵) بشپ ٹاملائن (۶) ڈاکٹر کیو (۷) ہمنڈ (۸) مل (۹) ہارود (۱۰) اوڈن (۱۱) کین مل (۱۲) ای کلارک (۱۳) سائمن (۱۴) ٹلی منٹ (۱۵) پری ٹیس (۱۶) دوٹن (۱۷) کامٹ (۱۸) میکالس (۱۹) اری نیس (۲۰) ارجن (۲۱) سرل (۲۲) اپی فانیس (۲۳) گریزاشٹم (۲۴) جیروم، اور علماء متقدمین (۱) اور متاخرین کے نزدیک بے پس کا قول مختار ہے کہ یہ انجیل عبری میں لکھی گئی تھی"۔

اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں ہے (نسخہ ۱۸۴۸ء):

"پچھلے زمانے میں بڑا اختلاف تھا کہ کس زبان میں یہ انجیل لکھی گئی اور بہت سے قدماء صراحۃً کہتے ہیں کہ متی نے اپنی انجیل عبری زبان میں لکھی ہے، جو اس کے زمانے میں فلسطین کے ملک میں بولی جاتی تھی، اور اس قسم میں قدماء کا قول متفق علیہ (یعنی یہ کہ انجیل عبری زبان میں لکھی گئی) قول فیصل گنا جائے"۔

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

"عبری نسخہ کے گم ہونے کا یہ سبب ہوا کہ فرقہ ابیونیہ نے جو جناب مسیح کی الوہیت کا منکر تھا اس نسخے میں تحریف کی تھی، اور یروشالم کی تباہی کے بعد انجیل عبری کا نسخہ جاتا رہا، اور بعضے کہتے ہیں کہ ناصریوں یا یہودیوں نے جو نئے عیسائی ہوئے تھے انجیل عبری کو محرف کیا تھا، اور فرقہ ابیونیہ (Ebionites) نے بہت سے فقرے اس کے نکال ڈالے تھے"۔

اور یوسی بیس اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ:

"ارنیس کہتا ہے کہ متی نے اپنی انجیل عبری میں لکھی ہے"۔

---

(۱) مثلاً گری گرے نازین وزن، اور ایڈ جسو، اور تھیو فلکٹ اور یوتھی میں اور یوسی بیس اور اتھانیسیس اور اگسٹائن اور اسی ڈور وغیرہم کی جن کو لارڈنر اور والسن وغیرہما نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ ۱۲ منہ"

اور نورٹن جو انجیل کا بڑا حامی ہے، اپنی کتاب میں جس کا نام ای وی اوف دی جنی ولسن اوف دی گاسپل (یعنی انجیل کی اصالت کی گواہی) کی پہلی جلد کے دیباچہ میں پینتالیسویں صفحہ کے اندر حاشیہ کے طور یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۳۷ء مطبوعہ بلدۂ بوسٹن):

"ہم اعتقاد کرتے ہیں کہ متی نے انجیل کو عبرانی زبان میں (یعنی اس زبان میں جو اس کے زمانے میں یہودی لوگوں میں عموماً جاری تھی) لکھا ہے، کیونکہ قدماء مشائخ کا جنہوں نے اس امر میں اشارہ کیا ہے بالاتفاق ایک ہی بیان ہے۔

اور ان لوگوں کو جن کی سند بہت محکم نہیں چھوڑ کر لکھتا ہوں کہ پی پیس، ارینیوس، ارجن، یوسی بیس، جیروم نے اقرار کیا ہے کہ اس نے عبرانی میں لکھی، اور ایک نے بھی قدماء میں سے اس بات کے مخالف نہیں کہا، اور یہ اس سبب سے بڑی گواہی ہے کہ اس وقت میں بھی ایسا ہی تعصب تھا، جیسے اب ہم متاخرین میں دیکھتے ہیں، سو اگر اس میں شک ہوتا تو ان کے مقابل تعصب سے اس یونانی کو اصل بتلاتے، اور ترجمہ نہ کہتے، اس صورت میں اگر ہم تمام زمانہ قدیم کی گواہی کو جو ایک ہی طور پر ہے، اور اس میں کسی طرح کا استحالہ نہیں، ردنہ کریں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ یہ اعتقاد رکھیں کہ متی نے اپنی انجیل عبری میں لکھی تھی۔

اور اس گواہی پر اب تک کوئی ایسا اعتراض میری نظر سے نہیں گذرا کہ اس کے سبب بڑی تحقیق کی گنجائش نکلے، بلکہ اس کے برخلاف قدماء مشائخ کی گواہی ہے کہ متی کے انجیل کا اصل نسخہ عبرانی ان مسیحیوں کے پاس تھا جو قوم سے یہودی تھے خواہ محرف ہو خواہ غیر محرف۔

اور اوراپی فینیس کہتا ہے کہ:

''متی نے انجیل کو عبرانی میں لکھا تھا نہ یونانی میں، جیسے کہ بعض قائل ہیں کہ متی نے انجیل کو دونوں زبان میں لکھا ہے''۔(۱)

(یہاں تک کہ نورٹن کا کلام تھا)

اب ان علماء کے اقوال اوران مفسرین کی تصریح سے معلوم ہوا کہ متی کی انجیل عبری زبان میں تھی اور یہی قیاس بھی چاہتا ہے، کیونکہ متی حواری یہودی تھے، اوران کی بولی عبری بھی اورانہوں نے اس انجیل کو یروشلم اوراس کے نواح کے ان یہودیوں کے واسطے جو مسیحی ہو گئے تھے، اوران کی بولی بھی عبری تھی، لکھی تھی، پس کوئی سبب نہ تھا کہ یونانی میں لکھتے، اوروہ تو اب اس دنیا سے گم ہے، اوراس کا یہ بے سند ترجمہ موجود ہے، تو بھلا ایسے بے سند ترجمے کو جس میں غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں ہم کس طرح مانیں خصوصاً جبکہ اس کے ساتھ اور کئی امور کا لحاظ کیا جائے:

ایک یہ کہ ظاہر ہے کہ کسی دو زبانوں میں سارے الفاظ کے اندر ترادف کا پایا جانا تمام اہل علم کے استقراء سے ناممکن ہے، پس اگر مترجم ہوشیار سلیقہ شعار بھی ہو تو بھی اس صورت میں کہ اصل کھوئی جائے، اور ترجمہ باقی رہ جائے، ایک نوع کا شبہ رہتا ہے۔

دوسرے یہ کہ پچھلے زمانے میں عیسائیوں میں علم کا چرچا بہت کم تھا، اور جہل کا زور تھا، پس جب تک ٹھیک ٹھیک مترجم کا حال معلوم نہ ہو اس کے ترجمہ کا کیا اعتبار۔

تیسرے یہ کہ شروع سے ان لوگوں کو ترجمہ کا سلیقہ نہیں تھا، افعال کو اسماء سے، اور اسماء کو افعال سے، اور مذکر کو مؤنث سے، اور مؤنث کو مذکر سے، اور تثنیہ کو مفرد سے، اور مفرد کو تثنیہ سے بدل ڈالنا سلف سے خلف تک ان کا ہتکنڈا رہا ہے، اور اب تک ہم دیکھتے چلے آتے ہیں گو اب لاکھوں لاکھ روپیہ ایسے امور میں صرف ہوتا ہے، اور

---

(۱) اس قول سے ہارن کا قول مختار بھی رد ہو گیا ۱۲ منہ

بڑا اہتمام ہوتا ہے لیکن تب بھی وہی خرابی موجود ہے۔

چوتھے یہ کہ ترجمے میں جملے کے جملے اپنی طرف سے بڑھا دینے یا کچھ گھٹا دینے کی ان کی عادت ہے، اور اصل کے گم ہو جانے کے بعد ہرگز ہرگز معلوم نہیں ہو سکتا کہ اصل کس قدر تھی، اور مترجم نے کیا گھٹایا، کیا بڑھایا ہے، اور انجیل متی میں الحاق کا ہونا عیسائیوں کے نزدیک اب تک یقینی بات ہے، جیسا کہ انشاء اللہ ان پچھلے تین امور کی توضیح چوتھی اور بارہویں ہدایت کے اندر آئے گی۔

پانچویں یہ کہ محقق نورٹن کی تحقیق کے موافق وہ مترجم کوئی ایسا شخص ہے جس کو جھوٹی اور سچی روایت میں تمیز نہیں، اور اس نے بعضے روایت جھوٹی بھی اپنے ترجمہ میں داخل کر لی ہے، جیسا کہ انشاء اللہ دسویں ہدایت کے اندر اس کا بیان آ جائے گا۔

اور فاسٹس جو فرقہ مانی کیز کا چوتھی صدی میں بڑا مشہور فاضل گذرا ہے لکھتا ہے کہ:

"انجیل جو متی کی طرف منسوب ہے اس کی تصنیف نہیں"۔

اور جرمنی کا پروفیسر باسر جرمنی (اگرچہ اب عیسائی اس کو اچھا نہیں کہتے) کہتا ہے کہ:

"یہ ساری انجیل جھوٹی ہے"۔

اور سیوز اور شلس بہت ہی تھوڑا اعتقاد اس انجیل سے رکھتے تھے۔

اور پروٹسٹنٹ فرقہ کے پیشوا جناب لوتھر اس انجیل اور مرقس اور لوقا کی انجیل پر شبہ کرتے تھے، اور ان کو ناقص سمجھتے تھے، اور کتاب لسنگہام موسومہ بہ "تدارک فی الدین" میں ان کے ارشادات یوں منقول ہیں:

"یہ جھوٹی رائے واجب الرد ہے، کہ انجیلیں چار ہیں، اس لئے کہ یوحنا

کی انجیل درست ہے (۱)، اور پال اور پطرس کے خط ان تینوں انجیلوں سے بہت اچھے ہیں، اور ان کے کلام میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اوروں نے نہیں لکھی، اور جن لوگوں نے اس مسئلہ کو (جناب مسیح کی الوہیت پر ایمان لانا نجات کی دلیل ہے) خوب بیان کیا ہے وہی اچھے انجیل نویس ہیں، اس لئے ہم درستی سے کہہ سکتے ہیں کہ پولوس کے خط انجیل ہیں، ان چیزوں کی نسبت جن کو مرقس متی لوقا نے لکھا ہے، اور پطرس کا خط سب سے بہتر اور عمدہ رسائل و مسائل عہد جدید کا ہے، اور یہی سچی اور پاک انجیل ہے"۔

دیکھو یہ پیشوا کیا کہتا ہے، اور ان کے اقوال کو وارڈ صاحب نے اپنی کتاب اغلاط نامہ میں نقل کیا ہے، اور کچھ اس پیشوا پر منحصر نہیں، دوسرے علماء کبار کے قول بھی ان کے قریب قریب ہیں، وہی وارڈ صاحب لکھتا ہے کہ:

"جیروم اپنی چٹھی میں لکھتا ہے کہ بعضے علماء متقدمین کو مرقس کی انجیل کے آخر کے باب پر شبہ تھا، اور بعض متقدمین کو لوقا کی انجیل کے بائیسویں باب کے بعضے بعضے درسوں پر شبہ تھا، اور بعضوں کو اس انجیل کے اول کے دو باب پر شبہہ تھا، اور فرقہ مارسیونی کے نسخہ میں شروع کے یہ دونوں باب نہ تھے"۔

کیتھولک ہرلڈ کی ساتویں جلد میں ہے (صفحہ ۲۰۵):

"بعضے لاطینی نسخوں کے ترجمے میں نسب نامہ کو اس انجیل متی سے علٰحدہ کیا ہے"۔

میں کہتا ہوں کہ اول کے دو باب کا الحاقی ہونا ان کے علماء محققین کے نزدیک ثابت ہے جیسا کہ انشاء اللہ پانچویں ہدایت کے اندر دوسرے قسم کے شواہد میں آتا ہے، اور ڈاکٹر ولیمس اور فرقہ یونی ٹیرین والوں کے انجیل کے چھاپنے والوں نے متی

---

(۱) اور اس قول کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ لوتھر کی غرض یہ ہے کہ چاروں انجیلیں حقیقت میں ایک ہیں، ان کو چار نہ ماننا چاہئے، یہ توجیہ بالکل کمزور ہے۔ ۱۲ منہ

کے پہلے اور دوسرے باب کو الحاقی بتلایا ہے، اور فرقہ ابیونی کے نسخے میں یہ دونوں باب نہ تھے۔

یوحنا کی انجیل کا حال

اور جب ایک حواری کی انجیل کا حال معلوم ہوگیا، اب دوسرے کی انجیل کا حال سنئے کہ یوحنا کی انجیل کا حال بھی متی کے انجیل کے قریب قریب ہے، کیونکہ اولاً اس کا خود ظاہر ہی علی الاعلان گواہی دیتا ہے، جیسا کہ متی کی انجیل کے بیان میں گذرا۔

اور ثانیاً اس انجیل کے اکیسویں باب کا چوبیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"یہ وہ مرید ہے جس نے ان کاموں کی گواہی دی، اور ان باتوں کو لکھا، اور ہم کو یقین ہے کہ اس کی گواہی سچی ہے"۔

اس میں اس انجیل کا مؤلف یوحنا کے حق میں یہ الفاظ "یہ وہ مرید ہے، اور اس کی گواہی سچی ہے" اور جو ضمائر مرید کے طرف پھرتے ہیں انہیں غائب کے صیغے سے بولتا ہے، اور یہ لفظ "ہم کو یقین ہے" اپنے حق میں متکلم کے صیغہ سے کہتا ہے، سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس انجیل کا مؤلف یوحنا حواری کے سوا کوئی اور شخص ہے، جس نے یوحنا حواری کا کچھ لکھا ہوا پاکر اس سے اس انجیل کو لکھا ہے، سو اس صورت میں سٹاولن کے قول کے موافق یہی بات قوی معلوم ہوتی ہے، کہ مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب علم نے اس کو تالیف کیا ہوگا، اور یوحنا کی انجیل متی کے انجیل کے طرح گم ہوگئی ہوگی۔

اور ثالثاً دوسری ہی صدی میں جب لوگوں نے اس انجیل سے انکار کیا تھا تو ارینیوس نے ان کے جواب میں کہیں یہ نہیں کہا کہ پولی کارب سے مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ انجیل یوحنا کی تصنیف ہے، حالانکہ ارینیوس پولی کارب کا شاگرد ہے، اور پولی

کارب یوحنا حواری کا مرید اور شاگرد ہے، پس اگر یہ انجیل یوحنا حواری کی تصنیف ہوتی تو پولی کارب کو ضرور معلوم ہوتی، اور وہ ارینیوس کو بتلا دیتا، اور یہ بات قیاس سے بہت ہی بعید معلوم ہوتی ہے، کہ ارینیوس پولی کارب سے ذرا ذرا سی بات بار بار سنے، اور اس معاملہ میں ایک دفعہ بھی کچھ نہ سنے۔

اور دوسرے سوال کے جواب میں گذر چکا کہ ارینیوس روایت زبانی کو بہت مانتا تھا، اور دعوے کرتا تھا کہ خدا کے فضل سے میں نے احادیث کو بڑے غور سے سنکر اپنے سینہ پر لکھا ہے، نہ کاغذ پر، اور قدیم سے میری عادت ایسی ہے کہ ان کو دیانت سے ہمیشہ دور کرتا ہوں، سو اس صورت میں یہ بھی بعید ہے کہ ایسے امر کو سن کر بھول گیا ہو، اور یہ بھی بعید ہے کہ یاد ہونے کی صورت میں منکروں کے مقابلے میں یہ سند پیش نہ کرے۔

اور رابعاً کیتھولک ہرلڈ کی ساتویں جلد (مطبوعہ ۱۸۴۴ء) کے صفحہ ۲۰۵ میں ہے کہ:

"اسٹاڈلن اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ یوحنا کی انجیل یقیناً بلا ریب مدرسۂ اسکندریہ کے کسی طالب علم نے لکھی ہے"۔

اور باردن صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"فرقہ الوجین جو دوسری صدی میں تھا اس انجیل سے اور اسی طرح یوحنا کی سب تصنیفات سے انکار کرتا تھا"۔

اور محقق برطشنیدر کہتا ہے کہ:

"یہ سب انجیل اور نامے یوحنا کے اس کی تصنیف نہیں، بلکہ دوسری صدی کے شروع میں کسی عیسائی نے لکھدئے ہیں"۔

اور گروٹیس جو بڑا عالم مشہور محقق ہے کہتا ہے کہ:

"یوحنا کی انجیل میں بیس باب تھے، یوحنا کے موت کے بعد اکیسواں

باب افسس کے کلیسا نے اپنی طرف سے ملا دیا ہے"۔

اور آٹھویں باب کے پہلے درس سے گیارہویں درس تک کو جمہور علماء رد کرتے ہیں، جیسا کہ پانچویں ہدایت کی دوسری قسم میں آیا ہے۔

کہتا ہوں میں کہ اگر اس انجیل کی سند ہوتی تو ان کے محقق علماء ایسی ایسی باتیں کیوں کہتے، اور دوسری ہی صدی میں انکار کیسے ہو سکتا؟

اور خامساً ان چاروں انجیلوں کی تالیف کے زمانے میں ایسا اختلاف ہے، اور اس میں ایسی روایتیں بے سند اور گپیں ہیں کہ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان انجیلوں کو کوئی سند متصل ان کے پاس نہیں۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی چوتھی جلد کے دوسرے حصہ کے دوسرے باب میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

"کہ کلیسا کے قدیم مؤرخین سے انجیلوں کی تالیف کے زمانے کی بابت جو احوال ہم تک پہنچے، وہ ایسے غیر معین اور ابتر ہیں کہ کسی ایک امر معین کی طرف نہیں پہنچاتے، اور پرانے سے پرانے قدماء نے اپنے وقت کی گپوں کو سچ سمجھ کر لکھ دیا، اور ان لوگوں نے جو ان کے بعد ہوئے ادب کر کے ان کے لکھے ہوئے کو قبول کر لیا اور یہ روایتیں جھوٹی سچی ایک لکھنے والے سے دوسرے لکھنے والے تک پہنچیں، اور مدت دراز کے گذر جانے کے بعد ان کی تنقید دشوار ہوئی"۔

پھر اسی جلد میں لکھتا ہے کہ:

"پہلی جلد ۳۷ء یا ۳۸ء یا ۴۱ء یا ۴۳ء یا ۴۸ء یا ۶۱ء یا ۶۲ء یا ۴۶ء عیسوی میں، اور دوسری انجیل ۵۶ء سے ۶۵ء تک، اور غالباً ۶۰ء یا ۶۳ء میں اور تیسری انجیل ۵۳ء یا ۶۳ء یا ۶۴ء میں، اور چوتھی انجیل ۶۸ء یا ۶۹ء یا ۷۰ء یا ۹۷ء یا ۹۸ء عیسوی میں تالیف ہوئی۔

نامہ عبرانیہ اور نامہ دوم پطرس و دوم وسوم یوحنا و نامہ یعقوب و نامۂ یہودا و مشاہدات کا بیان

اور نامہ عبرانیہ اور نامہ دوم پطرس اور نامہ دوم اور سوم یوحنا اور نامہ یعقوب اور نامہ یہودا اور مشاہدات یوحنا اور نامہ اول یوحنا کے بعض درس کا حال تو ایسا ابتر ہے کہ کہنے کے لائق نہیں، کہ ان کی تو محض زبردستی سے بلاسند حواریوں کے طرف نسبت کرتے ہیں، اور ۳۴۶ء تک سب کے سب مشکوک تھے، اور نامہ اول یوحنا کے بعضے درس تو اب تک بدستور مشکوک ہیں، بلکہ جمہور محققین کے نزدیک واجب الرد اور غلط، اور نامہ دوم پطرس اور نامہ دوم وسوم یوحنا اور نامہ یہودا اور مشاہدات کو عرب کے سب کلیسے رد کرتے تھے، اور سریانی کلیسا ابتدا سے اب تک ان کو رد کرتا ہے، اور واجب التسلیم نہیں مانتا۔

یوسی بیس اپنی تاریخ کلیسیا کی تیسری کتاب کے تیسرے باب میں لکھتا ہے کہ:

> ''پطرس کا پہلا نامہ سچا ہے، مگر دوسرا نامہ کبھی پاک کتاب میں شمار نہیں کیا گیا، لیکن پڑھا جاتا تھا، اور پولوس کے نامے چودہ (۱۴) ہیں، مگر نامہ عبرانیہ کو بعض لوگوں نے الگ کر دیا ہے''۔

اور اسی کتاب کے پچیسویں باب میں لکھتا ہے کہ:

> ''نامہ یعقوب اور نامہ یہودا اور نامہ دوم پطرس اور نامہ دوم اور سوم یوحنا پر گفتگو ہے کہ آیا یہ سب انجیل نویسوں نے لکھے ہیں، یا اور لوگوں نے کہ جن کے یہی نام تھے، اور اعمال پولوس اور پاشٹر اور مشاہدات پطرس اور نامہ برنباہ اور اس کتاب کو جس کا نام انس ٹی ٹوشن حوارئین ہے جعلی کتابیں سمجھنی چاہئیں، اور اگر

درست معلوم ہو تو مشاہدات یوحنا کو بھی ایسا ہی گنا جائے"۔

اور اسی تاریخ کی چھٹی کتاب کے پچیسویں باب میں نامہ عبرانیہ کے بارے میں ارجن کا قول یوں نقل کیا ہے کہ:

"جو حال ہمارے قبل میں زبان زد رہا ہے یہ ہے کہ بعضے کہتے ہیں کہ کلیمنٹ نے جو روم کا بشپ تھا اس نامہ کو لکھا ہے، اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ لوقا کا ترجمہ کیا ہوا ہے"۔

ارنیس بشپ لینس نے جو اندازاً ۱۷۸ء میں تھا، اور ہپ پولی ٹس نے جو ۲۲۰ء میں تھا، اور نوئیٹس پر سپٹر روم نے جو اندازاً ۲۵۱ء میں تھا بالکل اس نامہ سے انکار کیا ہے، اور ٹرٹیلین پر سپٹر کارتھیج کا جو ۲۰۰ء میں تھا، اس نامہ کو پربناہ (۱) کا نامہ بتلاتا تھا اور کیس نے جو کلیسا روم کا پر پیٹر اور اندازاً ۲۱۲ء میں تھا، پولوس کے نامے تیرہ گنے ہیں اور اس نامہ کو نہیں گنا، اور سائی پرن بشپ کارتھیج کا جو تقریباً ۲۴۸ء میں تھا اس نامہ کا حوالہ نہیں دیتا، اور سریا کا کلیسہ اب تک نامۂ دوم پطرس کو اور نامہ دوم اور سوم یوحنا کو نہیں مانتا اور اسکالجر کہتا ہے کہ:

"جس نے نامہ دوم پطرس کو لکھا ہے اس نے ناحق اپنی فرصت کے وقت کو کھویا ہے"۔

اور ہارن صاحب اپنی تفسیر کے دوسری جلد کے صفحہ ۲۰۶ و ۲۰۷ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

"کہ ترجمہ سریانی میں نامۂ دوم پطرس اور نامہ یہودا اور نامہ دوم وسوم یوحنا اور مشاہدات یوحنا نہیں ہیں، اور انجیل یوحنا کے آٹھویں باب کے دوسرے درس سے گیارہویں درس تک اور نامہ اول یوحنا کے پانچویں باب کا ساتواں درس نہیں ہے"۔

(۱) ﴿یعنی جعلی اور نادرست ۱۲ منہ﴾

اور لارڈ نر اپنی تفسیر کے چوتھی جلد کے صفحہ ۱۷۵ میں لکھتا ہے کہ:

"سرل کتاب مشاہدات کو واجب التسلیم نہیں مانتا تھا، اور نہ اس کے وقت میں یروشلم کا کلیسا اور نہ اس کا اس فہرست قانونی میں ذکر ہے، جسے اس نے لکھا ہے"۔

پھر اسی جلد کے صفحہ ۳۲۳ میں لکھتا ہے کہ:

"مشاہدات یوحنا پرانے سریانی ترجمے میں نہیں ہے، اور نہ بار ہی بریوس اور نہ یعقوب نے اس پر شرح لکھی ہے، اور اے بد حسیو نے بھی اپنی فہرست میں نامہ دوم پطرس اور نامہ دوم وسوم یوحنا اور نامہ یہودا اور مشاہدات یوحنا کو چھوڑ دیا ہے، اور یہی رائے اور سریانیوں کی ہے۔

اور یوسی بیس اپنی تاریخ کلیسیا کی ساتویں کتاب کے پچیسویں باب میں لکھتا ہے کہ:

"ڈیونی سیش کہتا ہے کہ:

بعض نے ہم سے پہلے تمام کتاب مشاہدات کو علیحدہ کر دیا، اور اس کے رد میں کوشش کی ہے، اور کہا ہے کہ یہ سب بے معنی اور بے عقلی اور بڑا بھائی حجاب جہالت کا ہے، اور یوحنا حواری کے طرف نسبت اس کی غلط ہے، اور اس کا مصنف نہ کوئی حواری ہے، اور نہ کوئی مسیحی، بلکہ سرن تھس ملحد نے یوحنا کا نام لگا دیا ہے، مگر میں اسے علیحدہ نہیں کر سکتا، اس لئے کہ بہت بھائی ہیں، جو اس کی قدر کرتے ہیں۔

اور میں قبول کرتا ہوں کہ یہ پاک اور الہامی کا ہے، مگر میں آسانی سے قبول نہ کروں گا کہ یہ شخص حواری تھا، زبدی کا بیٹا یعقوب کا بھائی جو انجیل کا مصنف ہے، بلکہ انداز محاورے وغیرہ سے معلوم کرتا ہوں کہ وہ حواری نہیں، بلکہ ایک اور یوحنا ہے جس کا ذکر رسالہ اعمال میں ہے، اس کو بھی مشاہدات کا مصنف

نہیں کہہ سکتا، کیونکہ ایشیا میں اس کا آنا معلوم نہیں، پس یہ کوئی اور ہے، ایشیا والوں میں سے، افسیس میں دو قبریں ہیں اور دونوں پر یوحنا کا نام ہے، اور عبارت اور مضمون سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یوحنا انجیلی اس کا مصنف نہیں، اس لئے کہ انجیل کی عبارت اور نامہ یوحنا کی عبارت یونانی کے موافق اچھی ہے، اور الفاظ سخت نہیں، اور مشاہدات کی عبارت یونانی کے محاورے کے خلاف ہے، اور استعمال کرتا ہے وحشی سیاق کو، اور حواری اپنا نام کبھی ظاہر نہیں کرتا، نہ انجیل میں اور نہ نامہ عام میں، بلکہ کبھی اپنے آپ کو متکلم یا غائب کے صیغہ سے بیان کرتا ہے، اور بغیر کسی تمہید کے شروع کرتا ہے، بخلاف اس شخص کے جس نے پہلے باب میں لکھا ہے۔

۱۔ یہ یسوع مسیح کی نبوت کی بات ہے تا کہ اپنے بندوں کو سب کچھ جو جلد ہونے والا ہے دیکھائے، اور اس نے اسے اپنے فرشتے کی معرفت سے بھیج کے اپنے بندے یوحنا پر ظاہر کیا۔

۴۔ یوحنا ان سات کلیسے کو جو آشیا میں ہیں لکھتا ہے

۹۔ میں یوحنا جو تمہارا بھائی اور یسوع مسیح کے دکھ بادشاہت اور صبر میں تمہارا شریک ہوں، اس جزیرے میں جو پتمہ کہلاتا ہے، خدا کے کلام اور یسوع مسیح کی گواہی کے لئے آ پڑا۔

اور بائیسویں باب کے آٹھویں درس میں لکھتا ہے:

''میں یوحنا نے ان چیزوں کو دیکھا اور سنا الخ''۔

پس ان درسوں میں حواری کے محاورے کے خلاف اپنا نام ذکر کرتا ہے، اور یہ احتمال بھی نہیں ہوسکتا کہ اس جگہ حواری نے اپنا تعارف کرانے کے لئے اپنی عادت کے خلاف اپنے نام کو ذکر کردیا ہے، اس لئے کہ اگر یہ مقصود ہوتا تو کسی ایسی خصوصیت کو ذکر کرتا جو فقط اسی کے حق میں صادق آتی، مثلاً یوحنا زبدی کا بیٹا، یا یوحنا یعقوب کا بھائی، یا یوحنا خداوند کا پیارا مرید، اور مانند اس کے،

حالانکہ اس نے تو کسی خصوصیت کو ذکر نہیں کیا، بلکہ عام وصف کو ذکر کیا کہ تمہارا بھائی دکھ اور صبر میں تمہارا شریک اور میں کچھ خوش طبعی سے نہیں کہتا، بلکہ میرا ارادہ یہ ہے کہ دونوں شخصوں کی عبارت کا فرق ظاہر کردوں"۔

یہاں تک ڈیوتی سیس کا کلام تھا جو خلاصہ کے طور پر یوسی بیس کی تاریخ سے نقل ہوا۔

اور کیتھولک ہرلڈ کی ساتویں جلد مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے صفحہ ۲۰۶ میں ہے کہ:

"روز صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۱ میں لکھتا ہے کہ بہت سے محققین پروٹسٹنٹ نے کتاب مشاہدات کے واجب التسلیم ہونے پر جھگڑا کیا ہے"۔

اور پروفیسر ابوالڈ نے بڑی دھوم دھام کی گواہی سے ثابت کیا ہے، کہ یوحنا کی انجیل اور نامے اور مشاہدات ممکن نہیں کہ ایک ہی مصنف کی تصنیف ہوں۔

اور یوسی بیس اپنی تاریخ کلیسیا کی دوسری کتاب کے تیئسویں باب میں لکھتا ہے کہ:

"یہ لحاظ کیا جائے کہ یہ نام (یعنی یعقوب کا نامہ) جعلی خیال کیا گیا ہے لیکن قدماء میں سے بہت لوگوں نے اس کا ذکر کیا ہے، اور اسی طرح یہودا کا نامہ خیال کیا گیا ہے، مگر اکثر کلیسوں میں مستعمل ہے"۔

اور جناب لوتھر فرقۂ پروٹسٹنٹ کے پیشوا نامہ یعقوب کے بارے میں کہتے تھے کہ:

"یہ تو گھانس پھونس ہے (یعنی بڑا ہی بے اعتبار اور بے قدر) اور سلف میں سے بہت عیسائی عالم نامہ یہودا کے منکر تھے"۔

اور تاریخ بائیبل مطبوعہ ۱۸۵۰ء میں ہے کہ:

"گروٹیس کہتا ہے کہ:

"یہ نامہ اس یہودا کا ہے جو یروشالم کا پندرہواں اسقف اور ایڈرین کی

سلطنت میں تھا"۔

اور وارڈ صاحب اپنی کتاب "اغلاط نامے" کے صفحہ ۳۷ میں لکھتا ہے کہ:

"لوتھر کا شاگرد رشید پومرن جو فرقۂ پروٹسٹنٹ کے بڑے علماء میں سے ہے لکھتا ہے کہ یعقوب اپنے نامہ کو واہیات میں تمام کرتا ہے، اور کتابوں کا حوالہ ایسا مخالف دیتا ہے کہ جس میں روح القدس نہیں رہ سکتا، اس لئے وہ نامہ الہامی کتابوں میں نہ گنا جائے"۔

اور وائے ٹس تھیوڈورس پروٹسٹنٹ نرم برگ کا واعظ لکھتا ہے کہ:

"مشاہدات یوحنا اور نامہ یعقوب کو ہم نے قصداً چھوڑ دیا ہے، اور نامہ یعقوب صرف بعض ہی جگہ میں جہاں اس نے اعمال کو ایمان پر بڑھایا ہے ملامت کے قابل نہیں، بلکہ اس میں مسئلے اور مطالب ایک دوسرے کے ضد پائے جاتے ہیں"۔

اور میگ ڈی برجن سنٹیورسٹس کہتے ہیں کہ یعقوب کا نامہ حواریوں کے مسئلوں سے اس جگہ الگ ہوتا ہے جس جگہ نجات کو فقط ایمان پر موقوف نہیں بتلاتا، بلکہ اعمال پر بھی موقوف کہتا ہے، اور جس جگہ توریت کو آزادی کا آئین کہتا ہے۔

اور راجرس جو فرقہ پرٹسٹنٹ کا بڑا عالم ہے بہت علماء پروٹسٹنٹ کا نام لکھتا ہے، جنہوں نے ان کتابوں کو جھوٹی سمجھ کر نکال دیا ہے (۱) نامہ عبرانیہ (۲) نامہ یعقوب (۳) نامہ دوم و (۴) سوم یوحنا (۵) نامہ یہودا (۶) مشاہدات یوحنا۔

اور ڈاکٹر بلسن پروٹسٹنٹ لکھتا ہے کہ:

"یوسی بیس کے زمانے تک سب کتابیں واجب التسلیم نہیں ہوئی تھیں، اور نامہ یعقوب اور نامہ یہودا اور نامہ دوم پیٹرس اور نامہ دوم وسوم یوحنا میں اختلاف کیا گیا ہے، کہ حواریوں کے لکھے ہوئے نہیں ہیں، اور نامہ عبرانیہ ایک مدت تک رد کیا گیا تھا، اور سریانی کلیسوں نے نامہ دوم پطرس اور نامہ دوم وسوم

یوحنا اور نامہ یہودا اور مشاہدات کو واجب التسلیم نہیں مانا، اور ایسا ہی عرب کے کلیسوں کا حال تھا، لیکن ہم مانتے ہیں"۔

(یہاں تک ڈاکٹر بلسن کا قول ہے، جو یہاں تک اغلاط نامہ سے نقل ہوا)

اور یوسی بیس اپنی تاریخ کلیسیا کی چھٹی کتاب کے پچیسویں باب میں لکھتا ہے کہ:

"ارجن نے یوحنا کی انجیل کی شرح کی پانچویں جلد میں لکھا ہے کہ پولوس نے تمام گرجوں کو کچھ لکھ کے نہیں بھیجا، اور بعض کو جو لکھا ہے تو یہی دو چار سطر عبارت"۔

اس سے معلوم ہوا کہ نامہ عبرانیہ کے مثل اور نامے بھی بے سند ہیں، اور کسی اور نے لکھے ہیں، سو اس کے موافق بعض نامجات میں شاید دو چار سطر عبارت پولوس مقدس کی بھی ہوگی، اور کچھ ارجن ہی پر موقوف نہیں، دوسرے علماء نے بھی نامہ عبرانیہ کے سوا پولوس مقدس کے اور نامجات کی نسبت ایسا ہی کچھ کہا ہے، مثلاً نامہ فلیمون کے حق میں جیروم کے زمانے میں بعضے عیسائی عالم کہتے تھے کہ یہ تو ایک خانگی چھٹی ہے، عہد جدید سے نکال دینے کے قابل، اور انہوں نے ارادہ نکال دینے کا بھی کیا تھا"۔

اور کیتھولک ہرلڈ کی ساتویں جلد کے صفحہ ۲۰۶ میں ہے کہ:

"روز صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۰ میں لکھتا ہے کہ شلی میجر نے اول نامہ تمتھی پر اور اکہارن نے تمتھی کے دونوں ناموں اور نامہ طیطس پر حملہ کیا ہے (یعنی برا کہا اور واجب التسلیم نہیں مانا) بہر حال وہ چھے نامے اور کتاب مشاہدات چوتھی صدی تک مشکوک تھے اور کونسل نائس میں جو ۳۲۵ء میں قسطنطین کے حکم سے نائس شہر میں مقرر ہوئی تھی، مشکوک رہے تھے، اور ان کونسل والوں نے تو عہد عتیق کی کتابوں میں سے کتاب جوڈتھ کو جو یہ بھی اس زمانے تک

مشکوک تھی، واجب التسلیم ٹھہرایا تھا، لیکن جب ۳۶۴ء میں کونسل لوڈلسیا جمی تو اس نے عہد عتیق اور جدید میں سے مزید سات کتابوں کو جو ان کے وقت تک مشکوک تھیں واجب التسلیم ٹھہرادیا، اور وہ سات کتابیں یہ ہیں:

۱۔ کتاب استیر

۲۔ نامہ یعقوب

۳۔ نامہ دوم پطرس

۴ اور ۵۔ نامہ دوم اور سوم یوحنا

۶۔ نامہ یہودا

۷۔ نامہ عبرانیہ"

اور یہ حکم چھٹی کونسل جنرل سے مستحکم ہوا، اور ان دونوں کونسلوں میں مشاہدات یوحنا خارج رہے تھے، پھر جب ۳۹۷ء میں کونسل کارتھیج (جس میں اگسٹاین اور ایک سو چھبیس دوسرے پادری تھے) منعقد ہوئی تو اس کونسل نے اور سات کتابیں واجب التسلیم کردیں، اور ایک کے واجب التسلیم ہونے کو مؤکد کیا، اس تفصیل سے۔

۱۔ کتاب جوڈتھ جس کے واجب التسلیم ہونے کو مؤکد کیا۔

۲۔ کتاب وزڈم ۔

۳۔ کتاب ٹوبیاس۔

۴۔ کتاب باروق۔

۵۔ کتاب ایکلیز یاسٹیکس۔

۶۔ و ۷۔ دو کتابیں مقابیین کی۔

۸۔ مشاہدات یوحنا۔

اور اس کونسل کا حکم چھٹے ٹرلو سے مستحکم ہوا، اور باروق جو پیغمبر یرمیا کے سکریٹری

تھے تو ان کی کتاب یرمیا کی کتاب کا تتمہ سمجھی گئی، اس لئے کونسل کارتھیج نے اس کتاب کا نام علیحدہ فہرست میں نہ لکھا، اور کونسل کارتھیج کے حکم کو کونسل ٹرلو اور کونسل فلورنس اور کونسل ٹرنٹ نے درست اور مسلم رکھا، اور پچھلی دو کونسلوں نے کتاب باروق کا نام فہرستوں میں درج کیا، اس کے بعد یہ کتابیں جو تین صدی کے بعد مختلف وقتوں میں واجب التسلیم اور قانونی ہوئی تھیں بارہ سو برس تک مسیحیوں کے سب فرقوں میں واجب التسلیم رہیں، اور رومن کیتھولک آج تک واجب التسلیم سمجھتے ہیں، مگر فرقہ پروٹسٹنٹ نے ان کونسلوں کے حکموں کو منسوخ کیا چنانچہ کتاب باروق اور کتاب توبیاس اور کتاب جوڈتھ اور کتاب وزڈم اور کتاب ایکلیز یاسٹیکس اور اسی طرح مقابیں کی دونوں کتابوں کو مکمل طور پر اور کتاب استیر کے ایک حصہ کو قانونی کتابوں سے نکال ڈالا، اور ان کو واجب التسلیم نہ مانا، سو اب معلوم ہوا کہ عہد عتیق کی طرح عہد جدید کے کتابوں کی بھی کوئی سند کامل نہیں، اور ان چھ نامجات اور کتاب مشاہدات کے بارے میں وہی کونسلی حکم ہے جیسا کتاب جوڈتھ وغیرہ کے بارے میں ہے۔

کونسل کے حکم کے حجت نہ ہونے کے وجوہ

اور یہ حکم کئی وجہ سے حجت ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا:

پہلی وجہ

اول وجہ یہ ہے کہ جس کونسل لوڈیسیا نے ان چھ نامجات کو واجب التسلیم ٹھہرایا، اور کتاب مشاہدات کو مشکوک رکھا تھا، اسی کونسل نے پوری کتاب استیر کو واجب التسلیم قرار دیا تھا، اور جس کونسل کارتھیج نے کتاب مشاہدات کو الہامی ٹھہرا کے داخل قانون کیا اسی نے کتاب ٹوبیاس وغیرہ کو الہامی ٹھہرا کے داخل قانون کیا تھا، سو جس طرح کتاب جوڈتھ کے حق میں چھ کی چھ کونسلوں کا اور کتاب استیر کے ایک حصہ

کے حق میں پانچ کونسلوں کا اور کتاب وزدم وغیرہ کے حق میں چار کونسلوں کا حکم تمام پروٹسٹنٹ کے نزدیک) جس سے بالفعل ہمارا کلام ہے) واجب الرد ہے، ایسا ہی ہمارے نزدیک ان چھ ناموں کے حق میں پانچ کونسلوں کا، اور کتاب مشاہدات کے حق میں چار کونسلوں کا حکم بھی اعتبار کے قابل نہیں، کیونکہ اگر ان کونسلوں کا حکم ناموں اور کتاب مشاہدات کی نسبت اعتبار کے قابل ہو تو چاہئے کہ ان دوسری کتابوں کی نسبت بھی خصوصاً کتاب جوڈتھ کی نسبت جس کے بارے میں چھ کی چھ کونسلوں نے برابر حکم دیا اعتبار کے قابل ہو۔

اور اگر ان کتابوں کی خصوصاً کتاب جوڈتھ کی نسبت کونسلوں کا حکم اعتبار کے قابل نہیں تو ان ناموں اور مشاہدات کی نسبت بھی اعتبار کے قابل نہیں۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ کہ پروٹسٹنٹ کے فرقے نے انہیں تسلیم نہ کرنے کے درج ذیل اعذار پیش کیے ہیں:

اول

اول یہ کہ یہ کتابیں ان زبانوں میں مثل عبری اور چالدی وغیرہما کے جن میں تصنیف ہوئی تھیں نہیں پائی جاتیں۔

دوم

دوم یہ کہ یہودی انہیں الہامی نہیں سمجھتے تھے

سوم

سوم یہ کہ تمام کلیساؤں نے انہیں نہیں مانا

چہارم

چہارم یہ کہ جیروم کہتا ہے کہ یہ کتابیں مسائل دینی کے مقرر کرنے کے لئے کافی نہیں۔

پنجم

پنجم یہ کہ کلوس کہتا ہے کہ پڑھی جاتی ہیں لیکن سب جگہ نہیں، اس میں اشارہ ہے کہ سب نے انہیں قبول نہیں کیا۔

ششم

ششم یہ کہ یوسی بیس اپنی تاریخ کی چوتھی کتاب کے بائیسویں باب میں لکھتا ہے کہ:

"وہ محرف ہویں اور جعلی ہیں"۔

خصوصاً مقابیں کی دوسری کتاب (ان دلائل کو الیوٹنس نے لکھا ہے)۔

میں کہتا ہوں کہ چھٹی دلیل کو ہم بسروچشم قبول کر کے کہتے ہیں کہ تمہارے اقرار کے موافق تمہارے سلف کی یہ دیانت تھی کہ ہزار وہ عام اتفاق کر کے جھوٹی اور محرف کتابوں کو واجب التسلیم ٹھہرا کے سب مسیحیوں کو بے ایمانی پر جمع کرتے تھے، اور واجب الرد چیز کو واجب الاعتقاد بتلاتے تھے، تو اس صورت میں ایسے بے دیانتوں کے اتفاق اور اجماع کا کیا اعتبار، تو بھلا ہم کس طرح ایسوں کے اتفاق سے کتاب مشاہدات جیسی کتاب کو (جو چارسو برس تک مشکوک رہی، اور قدماء میں سے بعض نے اس کو سرن ٹس ملحد کی تصنیف کہا، اور اس کو بے عقلی اور بے معنی اور بڑا حجاب جہالت کا بتلایا، اور بعض نے دلائل سے ثابت کیا کہ اس کا مصنف یوحنا حواری نہیں ہوسکتا)،

الہامی مانیں، اور پہلی دلیل مخدوش ہے، کیونکہ سنت جیروم گواہی دیتا ہے کہ اس کو کتاب توبیاس اور کتاب جوڈتھ چالدیک زبان میں جو ان کتابوں کی اصل زبان ہے ملی تھی، اور کتاب اول مقابیین اور کتاب ایکلیز یاسٹیس عبری زبان میں جو ان کتابوں کی اصل زبان ہے ملی تھی، اور انہیں سے اس نے ترجمہ کیا، تو بھلا ان کتابوں کو کیوں نہیں مانتے؟ اور اس کی گواہی کیتھولک مذہب والوں نے بڑی دھوم دھام سے نقل کی ہے، اس کے علاوہ اسی دلیل سے قدماء کے مذہب کے موافق انجیل متی سے بھی انکار کرنا چاہئے کہ جس زبان میں وہ تصنیف ہوئی تھی، نہیں پائی جاتی۔

تیسری دلیل بھی مردود ہے، ورنہ لازم آتا ہے کہ کتاب استیر اور ان چھ ناموں اور کتاب مشاہدات سے بھی انکار کرو کہ ان کونسلوں سے پہلے تمام کلیسیا نے انہیں نہیں مانا، اور دلیل دوم اور چہارم اور پنجم کے موافق پھر تمہارے سب سلف (جو چوتھی صدی کے آخر اور اس کے بعد میں ہوئے) کی بددیانتی ثابت ہوتی ہے، جیسا کہ گذرا، اس کے علاوہ ایک کلوس کا قول اگر سند ہو تو ان نامجات اور کتاب مشاہدات کے بارے میں بہت علماء کا قول کیوں نہ سند ہوگا؟ اور کیتھولک علماء اس قول کی نقل میں تمہاری بددیانتی اور تحریف ثابت کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اصل قول کلوس کا یوں ہے:

"کہ یہ کتابیں پڑھی جاتی ہیں شاید سب جگہ نہیں"۔

سوتم نے تحریف کر کے لفظ شاید کا اڑادیا، اور اس سے بڑھ کر یوسی بیس نے نامہ یعقوب اور نامہ یہوذا کے حق میں کہا ہے، کیونکہ وہاں لفظ شاید کا نہیں۔

تیسری وجہ

سوم یہ کہ ان کے سلف کے علماء جو روایت زبانی کا بڑا اعتبار کرتے تھے، اور

پروٹسٹنٹوں کے قول کے موافق ان میں روایت کی تنقید اچھی نہ تھی، بلکہ ہارن کے بہ قول پرانے سے پرانے قدماء اپنے وقت کی گپوں کو سچ سمجھ کر لکھدیتے تھے، اور پچھلے لوگ ان کا ادب کر کے قبول کرلیتے تھے، سوان کونسل والوں نے ایسی ہی گپوں کی رو سے کسی کتاب کو تین سو برس کے بعد اور کسی کو چار سو برس کے بعد واجب التسلیم ٹھہرادیا ہوگا، اور غلطی ان سے کچھ عجب نہیں، جیسے اور باتوں میں کی اس میں بھی کی، انگلینڈ اور ایرلینڈ کے کلیسیا کے عقائد میں انیسویں عقیدے کے ذیل میں درج ہے (نسخہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۷ء):

''جیسے کہ اورشلیم اور اسکندریہ وانطاکیہ کے کلیسیا نے خطا کی ویسا ہی روم کے کلیسیا نے بھی صرف چال اور دستورات کی باتوں میں نہیں، بلکہ اعتقادات کے مقدمہ میں بھی خطا کی''۔

چوتھی وجہ

چوتھی وجہ یہ کہ اگر کوئی غور کرے گا تو معلوم ہوگا کہ ان کے سلف اور خلف میں دینی کتابوں کا حال قانون سرکاری سے بڑھ کر نہیں، کبھی مصلحت وقت کے موافق ایک کتاب کو مانا، اور کبھی اس کو منسوخ اور مردود کیا، اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

پہلی مثال

دیکھو ترجمہ سپٹواجنٹ کو جس سے انجلیوں نے فقرے کے فقرے نقل کئے ہیں، اور ارجن اور جیردم کے سوا عیسائی مذہب کے سب قدماء اور مشائخ جو عبری سے ناواقف تھے اسی پر راضی رہے، اور ان میں بڑا معتبر تھا، اور گریز اسٹم اور تھیو دور نے اسی پر شرح کی تھی اور علمائے متکلمین کے ہاتھ میں وہی ترجمہ تھا اور لاطینی کلیسا میں پندرہ سو برس تک وہی پڑھا جاتا تھا، اور یونانی کلیسا اور مشرقی کلیسوں میں اب تک

وہی پڑھا جاتا ہے، اور قدماء میں سے بڑے بڑے فاضل اس کو صحیح اور عبری کو محرف جانتے تھے، جیسا کہ انشاء اللہ دوسری ہدایت میں آتا ہے، اب پروٹسٹنٹوں کے نزدیک وہ محرف ٹھہر گیا، اور بے اعتبار ہوگیا۔

دوسری مثال

کتاب دانیال ارجن سے پہلے اسی ترجمہ والی واجب التسلیم گنی جاتی تھی، اور ارجن نے اسے غلط ٹھہرا کر نکال دیا، اور تھیوڈوشن کے ترجمہ سے اس کتاب کو لے کر اس میں رکھ دیا، اس روز سے وہ کتاب تھیوڈوشن کے ترجمہ والی معتبر ٹھہر گئی۔

تیسری مثال

نامہ ارس ٹیس کو سترویں صدی سے پہلے مانتے تھے، اور سترویں صدی میں اس کی صداقت پر گفتگو ہوئی، پھر جمہور پروٹسٹنٹ کے نزدیک جعلی ٹھہر گیا۔

چوتھی مثال

ترجمہ لاطینی کو جس کو رومن کیتھولک اب تک بڑا معتبر جانتے ہیں، اور عبری سے زیادہ صحیح سمجھتے ہیں پروٹسٹنٹ معتبر نہیں سمجھتے بلکہ محرف گنتے ہیں۔

پانچویں مثال

پیدائش کی چھوٹی کتاب جو چوتھی صدی تک پائی جاتی تھی، اور جیروم اپنی کتاب میں اس کا حوالہ بھی دیتا ہے، اور سیڈریلش اپنی تاریخ میں اکثر جگہ اس سے نقل کرتا ہے، اور ارجن کہتا ہے کہ پولوس کے گلاتیوں کے نامہ میں پانچویں باب کا چھٹا درس اور چھٹے باب کا پندرہواں درس اسی کتاب سے نقل کیا ہے، اور اس کا ترجمہ سولہویں صدی تک موجود تھا، مگر اس صدی میں کونسل ٹرنٹ نے اس کو جھوٹا ٹھہرا دیا، اور

وہ کتاب جھوٹی پڑ گئی، سو دیکھو کہ یہ کتاب قدماء میں معتبر تھی، یہاں تک کہ جناب پولوس نے بھی اس سے سند پکڑی اور سولہویں صدی میں کونسل ٹرنٹ نے اس کو غیر معتبر کر دیا۔

چھٹی مثال

عزرا کی تیسری کتاب کو کلیسا گریک اب تک مانتا ہے، رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ اس کو رد کرتے ہیں۔

ساتویں مثال

زبور سلیمانؑ کو قدماء مانتے تھے، اور اپنی سچی کتابوں میں اس کو ملا کر لکھے تھے، چنانچہ اب تک اس کا نسخہ کوڈکس اسکندریانوس میں اور کتابوں کے ساتھ ملا ہوا ہے، اور اب عیسائی اس کو جھوٹا جانتے ہیں۔

سو جیسا ان کتابوں کے بارے میں ظہور میں آیا، ایسا ہی ان کونسلوں کے احکام کو کتاب وزڈم وغیرہ اور ان چھ ناماجات اور کتاب مشاہدات کے بارے میں سمجھنا چاہئے۔

ظاہر ہے کہ اگر اس مجموعہ عہد جدید کی سند ہوتی تو متی کی انجیل کی بابت اس بات میں کہ وہ عبرانی میں تھی جو گم ہوگئی یا یونانی میں تصنیف ہوئی، اور اگر عبرانی میں تھی تو اس کا مترجم کون ہے کیوں اختلاف ہوتا؟ اور جناب لوتھر شروع کی تینوں انجیلوں پر کیوں شبہ کرتے، اور مرقس کی انجیل کے سولہویں باب پر اور لوقا کی انجیل کے بائیسویں باب کے بعض درسوں پر علماء متقدمین کو، اور لوقا کی انجیل کے اول کے دونوں بابوں پر بعض علماء کو کیوں شبہ ہوتا ہے، اور استاولن اور محقق برشنید اور گروٹیس اور فرقہ الوجین یوحنا کی انجیل کے بارے میں کیوں ایسا کچھ کہتے جس کا ذکر گذرا، اور اس مجموعہ کی بعض کتابوں کی تالیف کے زمانے کی بابت کیوں ایسا بڑا اختلاف ہوتا؟ اور ان

ناجات اور مشاہدات کے بابت کیوں ایسا جھگڑا پڑتا، اور کس طرح جناب لوتھر نامہ یعقوب کو گھاس پھوس بتلاتے، اور کس طرح کتاب مشاہدات کو بعض علماء ایک مرتد ملحد کی تصنیف بتلاتے؟

سو اس سارے بیان سے جو سند کی بابت اس ہدایت میں ہم نے کیا ثابت ہو گیا کہ نہ عہد عتیق کی سند کامل ہے، اور نہ عہد جدید کی اور جب پادری لاچار ہو جاتے ہیں، تو عہد عتیق کی صداقت کے لئے جناب مسیح کی گواہی کو دلیل بناتے ہیں، مگر یہ بھی ضعیف ہے، جیسا کہ انشاء اللہ بارھویں ہدایت میں مفصل آئے گا، اور اس پہلی ہدایت کو "میزان الحق" کے مولف کے بعض اقوال کے رد پر ختم کرتا ہوں، دیکھو! سند کے بابت کیا کہتا ہے؟

حل الاشکال والے کارد

استفسار کے جواب میں حل الاشکال کے نسخہ مطبوعہ ۱۸۴۷ء کے اندر لکھتا ہے (صفحہ ۱۲۱):

"انجیل الہام کے راہ سے حواریوں کی معرفت یونانی زبان میں لکھی گئی، چنانچہ یہ بات خود انجیل سے اور مسیحی قدیم کتابوں سے صاف آشکار و مثبت ہے، ہاں صرف متی کی انجیل کی بابت جو انجیل کے قریب دسویں حصے کے ہے، بعض علماء نے گمان کیا ہے کہ شاید وہ اول عبرانی یا عرامائی زبان میں لکھی گئی، اور بعد یونانی میں ترجمہ ہوئی، مگر غالباً یہ بھی متی حواری سے یونانی ہی میں لکھی گئی ہے"۔

(صفحہ ۱۲۵):

"جاننا چاہئے کہ مسیحیوں کو اول ہی سے معلوم ہے کہ موسیٰ اور یشوع اور توریت کے بعض اور کتاب میں ایسے آیات اور زبور میں ایسے زبور ہے جو موسیٰ اور یشوع اور داؤد سے نہیں ہیں، لیکن اس سے توریت باطل نہیں ہو سکتی کیونکہ

ماورائے مسیح کی گواہی کے کتاب کتاب اسناد میں بادلائل معتبرہ ثابت ہے کہ یہ آیات وزبور پچھلے نبیوں سے لکھی گئیں، اور داخل کتاب ہوئیں، لیکن ایسے بھی بہت آیات ہیں جو خودہی نبی یا حواری نے اپنے تئیں غائب فرض کر کے بصیغہ غائب کلام فرمایا ہے"۔

قول اس کا "الہام کی راہ سے مخدوش" اس کا ردانشاءاللہ دسویں ہدایت میں آتا ہے۔

قول اس کا "الہام کی معرفت الخ" مردود ہے۔

اور ہر ایک ناظر اس انجیل کا جانتا ہے کہ اس میں کہیں اس بات کا پتانہیں کہ فلانی انجیل فلانے حواری کی تصنیف ہے، اور نہ اس بات کا پتہ ہے کہ فلانے انجیل کو فلانے حواری نے الہام کے رو سے یونانی میں لکھا ہے، اور چھے نامجات اور کتاب مشاہدات کی نسبت بہت سے قدماء اور بہت سے علماء پروٹسٹنٹ نے انکار کیا ہے، اور کوئی اچھی دلیل ہم کو مسیحی قدیم کتابوں کے اثبات میں نظر سے نہیں گذری، البتہ ضعیف ضعیف دلیلیں تو اس امر کی دیکھنے میں آئیں، سووہ التفات کے قابل نہیں، اگر پادری صاحب کو ان میں سے کسی کی قوت کا دعویٰ ہو تو نقل کریں، انشاءاللہ تعالیٰ اس کے ضعف کو بخوبی ثابت کیا جائے گا، اور اس پادری صاحب کی زبان زوری اور دروغ بے فروغ کی کیا شکایت کریں کہ انجیل متی کی نسبت تو خود ان کو بر سبیل جزم و یقین معلوم نہیں ہے کہ یونانی میں اس کو کس نے لکھا؟

اور خود صفحہ ۱۴۵ میں لکھتے ہیں:

"سچ ہے کہ انجیلیوں میں سے دوسری اور تیسری یعنی مرقس اور لوقا کی انجیل خود حواری سے نہیں لکھی گئی"۔

اور چوتھی انجیل کے اکیسویں باب کا چوبیسواں درس اور اس تمام انجیل کا ظاہر

اور دوسری دلیلیں اس بات کی مقتضی ہیں کہ وہ یوحنا کی تصنیف نہیں، اور ان چھے نامجات اور مشاہدات میں جھگڑا ہے، اور پہلی انجیل کے مؤلف نے کہیں دعوی نہیں کیا کہ میں رسول اللہ ہوں یا میں نے کچھ الہام سے لکھا ہے، باوجود اس کے پادری صاحب بکمال بے باکی کہتے ہیں کہ:

''انجیل الہام کی راہ سے حواریوں کی معرفت یونانی زبان میں لکھی گئی''۔

قول اس کا:

''ہاں متی کے انجیل کے بابت بعض علماء نے گمان کیا ہے''۔

میں کہتا ہوں کہ اس بعض سے کیا مراد ہے؟ اگر قدماء اور بہت سے متاخرین مراد ہیں کہ جن کے مخالف چند علماء نکلتے ہیں کہ ان کی کثرت اور علماء کی ثقاہت کا لحاظ کر کے ان چند علماء کا کچھ بھی شمار نہیں تو مسلم ہے، اور اس انجیل کے بے سند ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ان کے قول کے موافق یہ تو ایک صرف ترجمہ ہے، اور اس کے مترجم کا بھی نام اب تک ٹھیک معلوم نہیں، اور اگر چند علماء قلیل ہیں تو یہ قول محض غلط ہے، جیسا کہ متیٰ انجیل کے بیان میں گذرا۔

قول اس کا:

''مگر غالباً یہ بھی الخ''۔

میں کہتا ہوں کہ الحمد اللہ کہ پادری صاحب کو باوجود اس جد وجہد کے اب تک اٹکل اور گمان کے سوا کوئی سند ایسی ہاتھ نہیں لگی کہ اس کے رو سے بر سبیل جزم ویقین معلوم ہو جائے کہ متی نے اس کو یونانی زبان میں لکھا ہے، اور ان کا بڑا محقق ہارن اٹکل سے یوں کہتا ہے کہ:

''غالباً متی کی انجیل عبری اور یونانی دونوں زبانوں میں مرقوم ہوئی

ہو گی"۔

سو اس کو بھی سند نہیں ملی، اور مخالف ایسے بلا دلیل اٹکل کو کب مانے گا۔

اور پادری صاحب اور ہارن کے ان قولوں سے جس طرح معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کوئی سند نہیں ملی، اسی طرح پادری صاحب کے اس قول سے "بعضے علماء نے گمان کیا ہے کہ شاید الخ" معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب کے قدماء کے پاس بھی اٹکل کے سوا کوئی سند نہ تھی، سو اس انجیل کے بارے میں سلف سے خلف تک عیسائیوں کے پاس اٹکل کے سوا کوئی سند نہیں۔

قول اس کا:

"مسیحیوں کو اول ہی سے معلوم ہے الخ"۔

کہتا ہوں میں کہ الحمد اللہ پادری صاحب نے اتنا تو اقرار کیا کہ ان کتابوں میں فقط انہیں مصنفوں کا کلام نہیں، جن کے طرف وہ کتابیں منسوب ہیں، مگر یہ قول کہ "کتاب اسناد میں با دلائل معتبرہ ثابت ہے الخ" خالص جھوٹ ہے، اور اسناد کی کتابوں اور ان کی تفسیروں میں کسی ایک دلیل معتبر سے بھی اب تک نہ یہ بات ثابت ہوئی ہے، کہ یوشع اور ایوب اور راعوث اور استیر وغیرہا کی کتابیں کس کی تصنیف ہیں، اور نہ یہ بات کسی ایک دلیل قوی سے ثابت ہے کہ اگر بالفرض یہ کتابیں انہیں کی تصنیف ہوں، جن کے طرف منسوب ہیں تو وہ الحاقات کس پیغمبر نے کئے ہیں، البتہ ان کے کتب اسناد والے اور مفسر اٹکل سے تو ایسا کہتے ہیں کہ شاید فلانے یا فلانے نے یہ الحاق کیا ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا، پادری صاحب کو ہم دلائل معتبرہ سے جو بصیغۂ جمع فرماتے ہیں معاف رکھ کے کہتے ہیں کہ آپ ایک دلیل معتبر اپنی کتابوں سے نقل کیجئے ورنہ ایسے دروغ بے فروغ سے توبہ کیجئے۔

قول اس کا "ایسی بھی بہت آیات ہیں الخ"۔

میں کہتا ہوں کہ موسیٰ کی پانچوں کتابوں میں اور یوشع کی ساری کتاب اور متی اور یوحنا کی ساری انجیل میں ایک جگہ بھی ایسا جملہ نہیں کہ جس سے یہ بات سمجھی جائے، کہ ان کا مصنف موسیٰ اور یوشع اور متی اور یوحنا ہے، بلکہ ان کتابوں کا ظاہر اس کے مخالف گواہی دیتا ہے، اور اس ظاہر کی اور دلیلیں تائید کرتی ہیں، تو اس صورت میں پادری صاحب کے اس دعوے بلا دلیل کو کوئی احمق ہی مانے گا اور بس، اور عاقل تو محض ایک جھوٹا دعویٰ شمار کرے گا، اور مسیح کی گواہی کا حال انشاء اللہ بارہویں ہدایت میں آتا ہے، بہر حال سند کی بابت پادریوں سے کچھ اچھا بن نہیں پڑتا۔

دوسری ہدایت

اس بات کے بیان میں کہ عہد عتیق کے نسخہ عبرانی اور سامری اور یونانی کی حقیقت کیا ہے اور کس نے کس نسخے کو اچھا جانا ہے؟

عبرانی نسخہ کا بیان

جاننا چاہئے کہ عہد عتیق کا ایک نسخہ عبرانی ہے جس کے بارے میں عیسائی دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ ان کتابوں کی اصل زبان ہے، اور یہ کتابیں اسی زبان میں لکھی گئی تھیں، اور یہ کتابیں اب بھی وہی اصل کتابیں ہیں، اور متاخرین میں سے بہت سے پروٹسٹنٹ علماء اب تو اسی نسخے کے حامی ہیں، اور یونانی اور سامری کا اس کے سامنے اعتبار نہیں کرتے، اور مخالفت کی صورت میں ان دونوں کو غلط یا محرف کہتے ہیں، اگرچہ بعض بعض جگہ انھیں مجبوراً اسی محرف یا غلط کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے، اور اپنے اس صحیح نسخے کو غلط یا محرف کہنا پڑتا ہے، جیسا کہ انشاء اللہ نویں ہدایت میں آئے گا۔

سامری نسخہ

اور دوسرا نسخہ سامری ہے جو سامریوں کے پاس پایا جاتا ہے، اور یہ نسخہ وہی عبرانی نسخہ ہے لیکن بہت حرف اور بہت درس اس میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ اب وے عبرانی نسخے کے کسی نسخے میں پائے نہیں جاتے، اور سامری لوگ عہد عتیق کے کتابوں میں سے صرف موسیٰ کے پانچ کتاب اور یوشع کی کتاب اور کتاب القضات کو

مانتے ہیں، اوران کے علاوہ کو بالکل نہیں مانتے۔

اور عیسائی مذہب کے بہت سے عالم مثلاً ڈاکٹر کنی کاٹ اور ڈاکٹر پیلز اور ہیوبی گینٹ وغیرہم اس نسخے کے حامی ہیں، اور عبرانی کی نسبت اس کو صحیح جانتے ہیں، خصوصاً موسیٰ کی پانچ کتابوں کے بارے میں اس کو نہایت صحیح بتلاتے ہیں۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں مقدمہ کے اندر لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء صفحہ ۲۳):

''سامری نسخہ وہی عبرانی ہے، مگر اس سے کچھ زائد ہے، اور اس میں بہت سے حرف اور لفظ اور پورے پورے جملے اور بہتیرے درس پائے جاتے ہیں، جواب کسی عبری نسخے میں جو ہم نے دیکھے ہیں نہیں پائے جاتے ہیں''۔

پھر اسی پہلی جلد کے صفحہ ۱۸۷ میں کتاب پیدائش کے انتیسویں باب کے تیسرے اور آٹھویں درس کی بابت لکھتا ہے:

''ہیوبی گنیٹ سامری کی صحت کے لئے بہت ہی اصرار کرتا ہے''۔

پھر اسی جلد کے صفحہ ۳۶۹ میں کتاب خروج کے بارہویں باب کے چالیسویں درس کے ذیل میں لکھتا ہے:

''بہت سے فاضل موسیٰ کی پانچ کتاب کے بابت نسخہ سامری کو نہایت صحیح مانتے ہیں''۔

پھر اسی جلد کے صفحہ ۸۱۷ میں کتاب استثناء کے ستائیسویں باب کے چوتھے درس کے ذیل میں لکھتا ہے:

''ڈاکٹر کنی کاٹ بڑا حامی سامری کا ہے، اور ڈاکٹر یاری اور درشیور حامی عبرانی کے ہیں، لیکن پھر بھی بہت لوگ کنی کاٹ کے دلیلوں کو لاجواب سمجھتے ہیں، اور انہیں شبہ نہیں کہ یہودیوں نے سامریوں کی عداوت سے تحریف کی ہے''۔

اور ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں لکھتا ہے کہ:

"ڈاکٹر ہیلز سامری توریت کا حامی ہے، اور اس نے اس کی تاریخوں کی صحت کو دلیلوں سے خاطر خواہ ثابت کیا ہے، اور ان دلیلوں کی تلخیص یہاں نہیں ہو سکتی، جس کو منظور ہو اس کی کتاب کی جلد اول کے صفحہ ۸۰ سے آخر تک دیکھے۔

اور ڈاکٹر کنی کاٹ کہتا ہے کہ:

"سامریوں کا ادب توریت کی نسبت اور اس کی عادتوں کا لحاظ اور جناب مسیح کا اس گفتگوئے مشہور کے وقت جو سامریہ عورت سے ہوئی تھی چپ رہنا (یعنی تحریف کی بابت الزام نہ دینا) اور دوسری باتیں اس کو چاہتی ہیں کہ وہ جو محققین بائبل نے سامریوں کو تحریف اور تبدیل قصدی کا الزام دیا ہے بے اصل ہے، بلکہ تبدیل کا الزام یہودیوں کو دیا جائے، اور یوسی بیس اور سرل اور پروکوپیس اور ڈیوڈ ریس اور جیروم اور سن سلس اور اور قدماء مشائخ عیسائیوں نے اس نسخہ سامری کی سند پکڑی ہے، اور اقتباس کیا ہے، مگر اس کے بعد وہ نسخہ متروک ہوا"۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

اور محقق لیکلرک نے عبرانی اور سامری کے نسخوں میں انسٹھ مقامات میں اختلاف نکالا ہے۔

اور ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں ان مقامات کو نقل کر کے لکھتا ہے کہ:

"محقق مشہور لیکلرک نے بڑی محنت اور دقت سے سامری اور عبرانی کا مقابلہ کر کے ان مقامات کو نکالا ہے، اور ان مواضع میں کم وبیش عبرانی کے مقابلہ میں سامری نسخہ صحیح ہے"۔

دیکھو! ان عبارتوں کے مطابق سامری نسخہ عبرانی سے زائد اور مختلف ہے، اور

بہت سے فاضل حضرت موسیٰ کی پانچ کتابوں کی بابت اس کو نہایت صحیح مانتے ہیں، اور ڈاکٹر کنی کاٹ اس کا بڑا ہی حامی ہے، اور اس کو صحیح اور عبرانی کو محرف کہتا ہے، اور جن لوگوں نے سامریوں پر قصداً تحریف کا الزام لگایا تھا ان کو برا لکھتا ہے، اور یہودیوں کو قصداً تحریف کا الزام دیتا ہے، اور بہت سے لوگ اس کی دلیلوں کو لاجواب سمجھتے ہیں، اور یقین رکھتے ہیں کہ بلاشبہ ان کی عداوت سے یہودیوں نے تحریف کی ہے، اور ہیوبی گنیٹ اس نسخے کی صحت کے واسطے بہت ہی اصرار کرتا ہے، اور ڈاکٹر ہیلز بھی اسی کا حامی ہے، اور اس نے اس کی تاریخوں کی صحت کو دلیلوں سے خوب ہی ثابت کیا ہے۔

یونانی نسخہ

اور تیسرا یونانی نسخہ ہے جس کو سپٹواجنٹ اور الگ زنڈرین بھی کہتے ہیں، اور قدیم عیسائیوں کے نزدیک بھی معتبر اور صحیح تھا، اور اسی کو سچی کتاب سمجھتے تھے، اور عبرانی نسخہ کو محرف جانتے تھے اور پندرہ سو برس تک یہی حال رہا۔

ظاہر ہے کہ اگر سلف کے نزدیک یہ ترجمہ صحیح اور سچا نہ ہوتا تو وہ اس کو چھوڑ کے عبرانی کی طرف متوجہ ہو جاتے، اور کبھی اس کو واجب التسلیم نہ قرار دیتے، حالانکہ انہوں نے اسے ہی سچا سمجھا، اور یونانی کلیسا اور دوسرے مشرقی کلیسے تو اب تک اپنے قدماء کے موافق چلتے ہیں، اور اسی کو پاک کتاب سمجھتے ہیں، اور چونکہ اہل کتاب کے یہاں سند کا حال ابتر ہے اس لئے اس ترجمے کی بھی اچھی سند نہیں، اور اس کا حال اختصار کے ساتھ ہارن کی تفسیر سے (جو پروٹسٹنٹوں میں معتبر ہے) اور ایک تاریخ سے (جس کا مصنف کیتھولک مذہب کا ہے، اور وہ دارالسلطنت لندن کے اندر ۱۸۵۰ء میں چارلس ڈالمین کے مطبع میں چھپی ہے) نقل کرتا ہوں۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں لکھتا ہے کہ:

''ترجمہ یونانی جس کو سپٹو اجینٹ یا الک زنڈرین بھی کہتے ہیں، بہت ہی پرانا ہے، اور یہودیوں اور قدیم عیسائیوں میں بڑا معتبر تھا، اور دونوں کے معبدوں میں ہمیشہ پڑھا جاتا تھا۔

اور اسی لئے عیسائی مشائخ نے خواہ لاطینی ہوں خواہ یونانی اسی کا حوالہ لیا ہے، اور سوائے سریانی ترجمہ کے سب وہ ترجمے جن کو عیسائی کلیسا نے جائز رکھا ہے، اور مختلف زبانوں میں مثلاً عربی اور ارمنی اور اتھیوپک اور پرانی اٹالک اور وہ لاطینی جو جیروم سے پہلے مستعمل تھی ترجمے کیے گئے، اسی ترجمہ سے کئے گئے ہیں، اور آج کے دن تک یونانی اور اور مشرقی کلیسوں میں صرف یہی ترجمہ سپٹو اجنٹ پڑھا جاتا ہے، اور بہت سی بے تحقیق باتیں اس ترجمے کی بابت مشہور ہیں، بعضے کہتے ہیں کہ اس کو مختلف آدمیوں نے مختلف زمانے میں کیا ہے، اور بعض اس کو ایک معجزہ کی طرح جانتے ہیں، اور ان میں کئی روایتیں ہیں۔

پہلی روایت

یہ کہ مصر کے بادشاہ بطلیموس ثانی نے اپنے دو سردار یروشلم کو بھیجے، اور وہاں سے یہود کے بہتر (۷۲) عالموں کو جو عبرانی اور یونانی زبان سے واقف تھے بلوا کر جزیرہ فاروس میں رکھا، اور اس ترجمہ کرنے کا حکم دیا، اور یہ عالم پہلے الگ الگ ترجمہ کرتے تھے، پھر آپس میں مقابلہ کر کے خوب بحث کے بعد ایک بات صحیح ٹھہرا لیتے تھے، اور اس کے بعد بطلیموس کے کتب خانے کے داروغہ ڈمی ٹریوس کو لکھوا دیتے تھے، اور ان لوگوں نے باوجود اس تحقیق کے بہتر (۷۲) روز میں سارے ترجمہ سے فراغت پائی، اور یہ روایت ارس ٹیس کے نامہ کے مطابق ہے، مگر اس نامہ کی سچائی پر بڑی گفتگو ہے، لیکن جعلی ہونے کی

صورت میں بہت پرانا جعلی ہے، کیونکہ یوسیفس مورخ نے بھی اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کیا ہے، اور سترویں اور اٹھارویں صدی سے پہلے اس نامہ کی سچائی پر گفتگو نہ تھی، مگر سترویں اور اٹھارویں صدی میں اس کی سچائی پر بڑی گفتگو ہوئی، اور ہمارے جمہور علماء کا اس کے جعلی ہونے پر اتفاق ہے۔

دوسری روایت

دوسری تعجب خیز روایت وہ ہے جو فلو یہودی نے کی ہے کہ یہ عالم جب جزیرے فاروس میں گئے ہر ایک نے پہلے الگ الگ سب کتابوں کا ترجمہ کیا، اور مکمل ہونے کے بعد سب نے اپنے ترجموں کو ملایا، تو سب ترجمے لفظاً ومعناً موافق نکلے، اور ایک لفظ اور ایک حرف کا بھی فرق نہ نکلا، پس ان سب نے روح القدس کی تائید سے الہام کے موافق لکھا تھا۔

اور لکھتا ہے کہ اس عہد سے میرے عہد تک اسکندریہ کے یہود میں اس ترجمہ کے شکرانہ میں ایک دن مقرر ہے، کہ اس میں ہر سال جزیرہٴ فاروس میں جمع ہو کر عید کرتے ہیں۔

تیسری روایت

تیسری روایت جسٹن شہید کی جو فلو کی روایت کے مطابق ہے مگر اس میں یوں ہے کہ یہود کے ستر عالموں کو ستر مکانوں میں علٰحدہ علٰحدہ بند کیا تھا، اور انہوں نے علٰحدہ علٰحدہ ترجمہ کیا، اور اس کے بعد جب سب نے ترجموں کو ملایا تو سب کے سب لفظاً لفظاً، حرفاً حرفاً ایک دوسرے کے موافق نکلے، اور کہتا ہے کہ ان ستر مکانوں کے نشان میرے عہد تک موجود ہیں اور جسٹن کا یہ بیان ارس ٹیس کے بیان سے بڑی مخالفت

رکھتا ہے کیونکہ اس کے موافق ہر ایک نے سارا سارا ترجمہ اولاً علیٰحدہ علیٰحدہ کیا پھر مقابلہ کرنے کے بعد سب ترجموں کو موافق پایا اور ارس ٹیس کے موافق ہر روز سب اول ترجمہ جدا جدا کرتے تھے پھر مقابلہ کر کے اور بحث کر کے ایک بات صحیح ٹھہرا کے ڈی ٹریوس کو لکھوا دیتے تھے۔

اور اپی فانیس نے تطبیق کے واسطے ایک بات نکالی کہ بہتر (۷۲) علماء میں سے دو دو کو چھتیس مکانوں میں بند کیا تھا اور ایک ایک نقل نویس ان کے لئے متعین تھا، سو ہر مکان میں دو دو اول علیٰحدہ علیٰحدہ ترجمہ کرتے تھے پھر آپس میں مقابلہ اور بحث کر کے اس نقل نویس کو لکھوا دیتے تھے اس طرح چھتیس ترجمے علیٰحدہ علیٰحدہ تیار ہوئے، اور تیار ہونے کے بعد جب ان چھتیس کو مقابلہ کیا گیا تو لفظاً لفظاً حرفاً حرفاً سب کے سب موافق نکلے تو اس کے موافق چھتیس ترجمے الہامی نکلے اور انبار کذب میں ایک سچ دبا ہوا ہے جو آسانی سے تحقیق ہو نہیں سکتا، پس ہم کو جائز ہے کہ ان روایتوں میں سے ایک روایت کے طرف بھی التفات نہ کریں۔

اور ہمارے نزدیک اس مشہور ترجمے میں حق یہ بات ہے کہ جناب مسیح کی ولادت سے دو سو پچاسی یا دو سو چھیاسی برس پہلے یہ ترجمہ ہوا ہے اور یہودیوں نے کسی شخص کے حکم کے بغیر اس ترجمہ کو کیا ہے اور اس کی بہت شہرت کے لئے یہ ایک دلیل کافی ہے کہ عہد جدید کے لکھنے والوں نے بہت فقروں میں حوالہ اسی ترجمہ کا دیا ہے اور ارجن اور جیروم کے سوا سب قدماء مشائخ جو عبری سے ناواقف تھے انہوں نے انہیں الہامی لکھنے والوں کی پیروی کی ہے اور اگرچہ یہ لوگ دین کے بارے میں بہت ہی گرمجوش تھے مگر تب بھی انہوں نے الہامی کتابوں کی اصل عبری زبان نہیں سیکھی اور اسی ترجمے پر راضی رہے اور اسی کو اپنے تمام مطلبوں میں بالکل کافی سمجھا، اور کلیسا

یونانی اس کو پاک کتاب جانتا تھا اور قدر کرتا تھا، اور گریز اسٹم اور تھیوڈوڑ نے اسی کی تفسیر لکھی ہے اور اتھانے سیش اور بے زی ان زن اور بیزل نے اسی سے مضمون اور مدعا لیا ہے۔

اور کلیسہ لاٹن نے بھی اسی چشمہ سے دو طرح ایک لہر لی ہے اول یہ کہ ترجمہ اٹالک اسی ترجمہ سے بنایا گیا ہے، دوم یہ کہ اس نے یونانی مرشدوں کے کلاموں کو پڑھا ہے اور سائی پرن اور امبروس اور اگستاین اور گریگری کے زمانے کے گذرنے کے بعد یہ ترجمہ علمائے متکلمین کے ہاتھ میں تھا کہ اسی روشنی سے اپنا کام چلاتے تھے، اور یہی ترجمہ کلیسۂ یونانی اور لاٹن میں پندرہ سو برس تک پڑھا جاتا تھا اور اسی سے سند لی جاتی تھی اور اول صدی تک یہود کے عبادت خانوں میں یہی سند تھا، لیکن جب عیسائی ان پر اس ترجمے سے دلیل پکڑنے لگے انہوں نے اس پر زبان درازی کی کہ یہ ترجمہ عبری متن کے موافق نہیں اور دوسری صدی کے شروع میں بہت سے فقرے اس سے نکالنے شروع کئے اور آخر اس کو چھوڑ کر ایکولا کا ترجمہ اختیار کیا اور چونکہ کثرت سے یہود میں اول صدی تک اور عیسائیوں میں مدت تک مستعمل تھا تو اس کی نقلیں کثرت سے پھیلتی جاتی تھیں اور ان میں غلطیاں بسبب تبدیل کے جو یہود نے قصداً کی تھی اور اسی طرح بہت غلطیاں کاتبوں کی غلطی اور حاشیہ اور شرح کے متن میں داخل ہونے کے سبب ظہور میں آئی تھیں۔

اسی لئے ۲۳۱ء میں ارجن نے بڑی محنت سے اس کو عبری سے تطبیق دینی اور نظر ثانی کرنی شروع کی، اور معلوم نہیں کہ کس برس میں اس کو مکمل کیا اور اس نے جس مقام میں تبدیل کی یہ علامتیں شناخت کے لئے مقرر کیں اس طور پر کہ جہاں کوئی فقرا ایسا تھا کہ وہ اس ترجمے میں تھا اور عبری میں نہ تھا اس پر ایسا نشان :- معہ ایسے بڑے دو

نقطوں کے: کیا اور اسی طرح ان الفاظ پر بھی جسے مترجموں نے توضیح وغیرہ کے لئے بڑھایا تھا یہی نشان کیا اور جو فقرہ کہ اور ترجموں میں تھا اور اس ترجمہ میں نہ تھا اور ان سے لے کر اس میں بڑھایا تھا، وہاں ایسا نشان معہ ایسے دو بڑے نقطوں کے: کیا۔

اور سنٹ جیروم کہتا ہے کہ وہ ان فقروں کو اکثر ترجمہ تھیوڈوشن سے اور بہت جگہ ترجمہ انکولا سے اور کہیں کہیں ترجمۂ سمیکس سے لیتا تھا اور کبھی دو سے اور کبھی تینوں سے بھی لیتا تھا، اور مترجم کے نام کا اول حرف شناخت کے لئے لکھدیتا تھا اور اس ترجے کی کتاب دانیال کو غلط سمجھ کر نکال کے اس کی جگہ اس کتاب کو ترجمہ تھیوڈوشن سے لے کر رکھ دیتا تھا اور جہاں اس ترجے میں کچھ اغلاق تھا اس پر یہ نشان اول والا۔ کر کے اور ترجے سے صحیح کر کے اس پر وہ نشان دوم بنا دیتا تھا۔

اور اس نے دو نشان اور بھی کئے تھے جن کے بارے میں علماء کا بڑا اختلاف ہے کہ کس فائدے کے لئے کئے تھے، ڈاکٹر اوون موٹ فاکن کی تقلید میں کہتا ہے کہ وہ نشان زیادتی صحت اور درستی عبارت کے تھے اور ارجن کی کتاب شہر صور میں ایک گوشہ کے اندر پچاس برس رہی، غالباً اس کا سبب یہ تھا کہ چونکہ وہ چالیس پچاس جلد کی تھی تو ہر کسی کو مقدور اس کی نقل کی نہ تھی اور شاید وہاں ہی پڑی پڑی ضائع ہو جاتی اگر یوسی بیس اور پمفیلس اس کو سی سیریا کے کتب خانے میں جہاں اس کو چوتھی صدی میں جیروم نے دیکھا لا کر نہ رکھتے۔

اور معلوم نہیں کہ اس کے بعد وہ کتاب کب گم ہوئی، شاید جب مسلمانوں نے ۶۵۳ء میں اس شہر کو فتح کیا، اس وقت ضائع ہوئی ہوگی، اور ۳۰۰ء کے قریب کاتبوں کی غلطی کے سبب نظر ثانی کی تب ضرورت ہوئی تب یوسی بیس اور پمفلیس نے ہکسپیلا کتاب ارجن پر نظر ثانی کی اور ان کا تصحیح کردہ نسخہ فلسطین ہی کے کتب خانوں میں نہیں

بلکہ تقریباً سب کتب خانوں میں رکھا گیا اور بار بار کی نقلوں سے دو چار ہی برس میں ارجن کی علامتیں ایسی پلٹ گئیں کہ فائدے کی نہ رہیں اور آخر کو چھوڑ دی گئیں، اور اس چھوڑ دینے نے بڑی قباحت بڑھائی کہ جیروم کے وقت میں یہ بات کہ کس قدر اس میں اصل ترجمہ ہے اور کس قدر ارجن کی اصلاح معلوم ہو جانی بڑی ہی مشکل تھی اور اب تو اس کے معلوم ہونے سے بالکل ناامیدی ہے، (یہاں تک ہارن کا کلام تھا جو خلاصہ کے طور پر نقل کیا گیا)

اور اسی تاریخ انگریزی میں ہے کہ اسکندریہ کے رہنے والوں میں سے یہود کے ستر علماء نے بادشاہ بطلیموس کے حکم سے یہ ترجمہ کیا تھا منجملہ ان کے موسیٰ کی پانچ کتابوں کا ترجمہ تو قریب ۲۸۵ برس قبل ولادت مسیح کے ہوا اور باقی کتابوں کا ترجمہ اس کے بعد مختلف وقتوں میں ہوا اور فلسطین کے یہودیوں نے اول تو اس کو پسند کیا مگر جب عیسائی ان کے مخالفت میں اس سے سند پکڑنے لگے تب انہوں نے دوسری صدی کے شروع میں اس پر طعن کرنا شروع کیا اور کہنے لگے یہ ترجمہ عبری کے موافق نہیں ہے اور اس ترجمے میں بہت غلطیاں بعضے سہو کاتب سے اور بقول ڈاکٹر کنی کاٹ بعضے کاتبوں کی شرارت سے پائی جاتی ہیں

ایکولا، تھوڈیشن اور سمیکس کے ترجمے

اور ارجن کہتا ہے کہ یہ اختلاف اس سبب سے واقع ہوا کہ ترجمہ ہونے کے بعد عبری کے نسخوں میں اختلاف ہوا اور چونکہ عبری زبان سب یہودیوں میں معدوم ہو گئی تھی اور چونکہ وہ اپنی کتابوں سے ترجموں کے بغیر فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے جیسا کہ ولیم کارپنٹر کہتا ہے اور ترجمہ یونانی ان کے ہر ایک عبادت خانے سے نکالا گیا تھا تو اس کے عوض میں اور تین ترجمے شروع ہوئے، اول ایکولا کا ترجمہ جو ۱۲۹ء میں ہوا اور یہ

شخص عیسائی ہو کے پھر یہودی ہو گیا تھا اور اس نے حقارت کے راہ سے اپنا ترجمہ عیسائیوں کو دے دیا تھا اور دوسرا تھیوڈوشن کا ترجمہ جو ۱۷۵ء میں ہوا تھا اور یہ شخص انی سس کا رہنے والا تھا اور اس کا ترجمہ پہلے ترجمے سے اچھا تھا اور یہ پہلے تو ٹیشن ملحد کا مرید پھر مارسین ملحد کا مرید تھا اور آخر میں یہودی بن گیا تھا، تیسرا سمکیس کا ترجمہ جو ۲۰۰ء میں ہوا اور یہ شخص پہلے سامری تھا پھر یہودی ہوا اور اپنے ترجمے میں عیسائیوں اور یہودیوں دونوں پر چوٹ کرتا تھا اور اس کا ترجمہ اور ترجموں سے محاورے میں اچھا ہے اور تینوں مترجموں نے کتاب اشیعا کے ساتویں باب کے چودہویں درس میں کنواری لڑکی کے ساتھ ترجمہ نہیں کیا بلکہ جوان عورت کے ساتھ ترجمہ کیا اور ان ترجموں سے بہت جگہ عبارتیں ترجمہ سپٹو اجینٹ میں داخل ہو گئیں تھیں اور اس کی نقلیں بھی آپس میں اس قدر مختلف تھیں کہ ایک دوسرے سے نہیں ملتی تھیں اس وقت ارجن نے کتاب یکسپیلا ۲۳۱ء میں تیار کی اور اس میں چھ (۶) خانے کئے اور پہلے خانے میں عبری کو عبری حرفوں میں اور دوسرے خانے میں عبری کو یونانی حرفوں میں اور تیسرے خانے میں ترجمہ ایکولا کو اور چوتھے خانے میں ترجمہ سمیکس کو اور پانچویں خانے میں سپسٹو اجنٹ کو اور چھٹے خانے میں ترجمہ تھیوڈوشن کو لکھا اور جہاں سپٹو اجنٹ میں توضیح کے لئے کوئی لفظ اور ترجموں سے لے کر بڑھایا گیا وہاں ایسا نشان کیا اور جو لفظ اصل عبری میں نہ تھا اس پر یہ نشان کیا اور یہ دو نشان و بھی اس نے اپنی کتاب میں بعض بعض جگہ کئے تھے، لیکن معلوم نہیں کہ ان سے کیا غرض تھی، اور اندازاً ۳۰۰ء میں تین شخصوں نے یونانی کے پرانے نسخوں پر نظر ثانی کر کے تین نسخے تیار کئے، اول لوشن نے، اور یہ نسخہ قسطنطنیہ سے انطاکیہ تک کلیسوں میں مروج تھا، دوسرا ہیسیش نے جو اسکندریہ اور مصر کے اور نواح کے کلیسوں میں مروج تھا، تیسرا پیمفلس نے جو

فلسطین کے کلیسوں میں مروج تھا، اور لوشن کا نسخہ ان تینوں میں ترجمہ سپٹواجنٹ سے قریب تر تھا، اور یہی اچھا تھا، اور ۴۰۰ء کے بہت سے یونانی ترجمے تھے، جو ایک دوسرے کے مخالف تھے، اور نسخہ عبری تو بہت ہی خراب یا گم تھا، اس وقت سنٹ جیروم نے اس اختلاف اور پریشانی کے انبار سے ایک صاف نور نکالا۔

(یہاں تک اس مؤرخ کا کلام تھا)

اور وارڈ صاحب اپنی کتاب اغلاط نامہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے صفحہ ۱۸ میں لکھتا ہے کہ:

"مشرق کے ملحدوں نے اس میں تحریف کی ہے، اور فرقہ پروٹسٹنٹ اگرچہ ظاہر میں اس کا ادب کرتا ہے، لیکن ان کو بعض جگہ مجبور ہو کر ترجمہ لاطینی کے طرف رجوع کرنا پڑتا ہے"۔

آٹھ قابل غور باتیں

میں کہتا ہوں کہ اگرچہ ہارن اور اس کیتھولک مؤرخ کی تحریر میں بعض بعض جگہ اختلاف ہے تاہم ان کی تحریر میں آٹھ باتیں غور کے قابل ہیں:

پہلی بات

پہلی یہ کہ مسیحیوں میں اس بات کی کوئی سند نہیں کہ یہودیوں میں سے کن شخصوں نے یہ ترجمہ کیا ہے، اور کئی جھوٹے افسانے اور گپیں اس کی بابت مشہور ہیں، کہ خود مسیحی ان کی تکذیب کرتے ہیں۔

دوسری بات

دوسری یہ کہ جب ترجمہ حواریوں کے وقت سے پندرہ سو برس تک عیسائیوں میں معتبر رہا، اور ان کے کلیسوں میں پڑھا جاتا تھا، تو بھلا پھر اس میں مشرق کے ملحدوں نے کیسے تحریف کی؟ اور تحریف کی صورت میں سارے سلف نے اسی محرف کو کیوں مانا؟

اور یونانی کلیسا اور مشرق کے دوسرے کلیسے اب تک کیوں مانتے ہیں؟ اور اگر باوجود اس اعتبار اور اس کثرت استعمال کے تحریف ظہور میں آئے، اور ان کے سلف میں بھی محرف مانا گیا، اور ان کلیسوں میں اب تک مانا جاتا ہے تو اب تین امر لازم آئے:

ایک یہ کہ جب اس زمانے میں اس مشہور نسخے میں تحریف واقع ہوگئی تو پھر عبری نسخے کے اندر جو پندرہ سو برس تک عیسائی کلیسوں میں کثرت سے مستعمل نہ تھا تحریف کا واقع ہو جانا کیا مشکل تھا، جس پر اب پروٹسٹنٹ مسلمانوں کے مقابلے میں غل مچاتے ہیں۔

دوسرا یہ کہ ان کے سب سلف کی جہالت اور بے اعتباری ثابت ہوتی ہے، اور ان کی تسلیم اور گواہی اعتبار کے قابل نہیں رہتی، کہ ایک محرف کو واجب التسلیم مانے گئے، اور جب ان کے سلف کا (جن میں سے بعض صاحب الہام اور صاحب کرامات بھی تھے) یہ حال ہو تو پھر ان کے خلف کی تسلیم اور گواہی کا کیا اعتبار کہ نہ کوئی ان میں صاحب الالہام ہے اور نہ صاحب کرامات۔

تیسرا یہ کہ ان سب کلیسوں کی جہالت یا بے ایمانی ثابت ہوتی ہے کہ اسی محرف کو مانے چلے جاتے ہیں۔

تیسری بات

تیسری یہ کہ جب یہ ترجمہ یہود کے عبادت خانوں میں پہلی صدی کے آخر تک معتبر تھا، پھر عیسائیوں کی مخالفت میں دوسری صدی کے شروع میں انہوں نے اس پر طعن کیا، اور غلط بتلایا، تو اب دو حال سے خالی نہیں کہ اس بات میں یہودی لوگ جھوٹے تھے، اور وہ ترجمہ صحیح تھا تو اب تو ان کی بددیانتی اور بے ایمانی میں کیا شک رہا؟ کہ مسیحی دین کے حسد اور دشمنی سے صحیح کو غلط بتلاتے تھے۔

بھلا ایسی صورت میں ایسے بے ایمانوں سے پھر کیا بعید ہے کہ اسی حسد اور دشمنی کے سبب یا کسی اور سبب سے عبری نسخے میں انہوں نے تحریف کر ڈالی ہو۔

اور اگر سچے تھے تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ ان کو اس کے غلط ہونے کا حال پہلے سے معلوم تھا یا نہیں تھا، اگر تھا تو ان کی پھر بد دیانتی اور بے ایمانی ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے اس غلط کو جان بوجھ کر چار سو برس تک اپنے عبادت خانوں میں رائج اور معتبر رکھا، اور واجب التسلیم بتلایا، اور جیسا اس جگہ ظہور میں آیا ایسا ہی کیا بعید ہے کہ انہوں نے دیدہ و دانستہ عبری کی بے سند کتابوں کو بھی ایسا ہی واجب التسلیم ٹھہرا رکھا ہو، اور اگر معلوم نہ تھا تو پھر ان کا آخری درجے کا تساہل معلوم ہوتا ہے، کہ بے تحقیق ایک چیز کو مان لیتے تھے، اور واجب التسلیم ٹھہرا دیتے تھے، لہٰذا عبری نسخے کی بابت بھی یہی احتمال ہے کہ بے تحقیق اور بے سند انہوں نے مان لیا ہے، جیسا کہ اس کی کتابوں سے بہ ظاہر ایسا ہی کچھ سمجھا جاتا ہے، اور یہ دونوں الزام عیسائیوں پر اور بھی بری طرح سے وارد ہوتے ہیں، کیونکہ دوسری صدی کے شروع میں تو حواریوں کے تابعین کا طبقہ موجود تھا، اور ان میں بقول عیسائیوں کے بہت سے صاحب کرامات اور صاحب الہام بھی تھے، اور ان کے وقت میں اور اسی طرح پندرا سو برس تک یہ ترجمہ واجب التسلیم رہا، تو پہلی صورت میں تابعین کے طبقہ سے پندرہویں صدی تک کے سب لوگوں کی بدیانتی ثابت ہوتی ہے، کہ دیدہ و دانستہ ایک غلط کتاب کو انہوں نے واجب التسلیم ٹھہرایا، سو ایسوں سے کیا بعید ہے کہ ایسے ہی عہد جدید کی بے سند اور غلط کتابوں کو دیدہ و دانستہ انہوں نے واجب التسلیم ٹھہرایا ہو۔

اور دوسری صورت میں یہود سے زیادہ ان کا تساہل اور جہالت ثابت ہوتی ہے اور عہد جدید کے کتابوں کے بابت بھی یہی احتمال نکلتا ہے کہ ان لوگوں نے اس

میں بھی ایسی ہی مساہلت برتی ہو۔

چوتھی بات

چوتھی یہ کہ جب یہود نے دوسری صدی میں اس کے اندر تحریف اور تبدیل کی تھی تو یہ لوگ جب ایسے مشہور ترجمے میں اپنی شرارت سے نہ چوکے تو عبری نسخے میں جس کی طرف پندرا سو برس تک مسیحی لوگ ملتفت نہ تھے کب چوکے ہوں گے، سواب حق ان قدیم عیسائیوں کے طرف ہے، جو عبری کو محرف بتلاتے تھے، اور حقیقت میں انہوں نے ان شریروں کی شرارت کو پایا ہوگا جو عبری کے نسخے میں ان کی تحریر کی نسبت کرتے تھے، اور جب یہودیوں سے مسیحی دین کے حسد کے سبب ایسا فعل شنیع سرزد ہوا تو اس صورت میں اس قسم کا فعل شنیع اگر یہود یا عیسائیوں سے اسلام کے حسد سے بھی بعض مقامات میں سرزد ہو تو کیا تعجب ہے؟

پانچویں بات

پانچویں یہ کہ تینوں مترجموں نے کتاب اشعیا کے ساتویں باب کے چودہویں درس میں ''جوان عورت'' ترجمہ کیا ہے، اور تینوں مترجموں کا فضل وکمال عیسائیوں کے سلف میں مسلم تھا، یہاں تک کہ ارجن نے تینوں ترجموں کو پسند کر کے اپنے کتاب بکسیلیا میں یونانی ترجمے کے ساتھ داخل کیا، اور ان کے روسے اس میں اصلاح دی، خصوصاً تھیوڈوشن کے ترجمہ کو تو بہت ہی معتبر قرار دیا، اور اکثر فقرے کے فقرے اس کے لیکر بطور اصلاح کے یونانی میں داخل کیے، اور دانیال کی پوری کتاب اسی سے لیکر اس میں شامل کیا، سو اس صورت میں جواب عیسائی مترجم اس درس میں حضرت عیسیٰ پر منطبق کرنے کے لئے ''کنواری عورت'' ترجمہ کرتے ہیں یہود اور سلف کی تفسیر کے موافق غلط ہے۔

چھٹی بات

چھٹی یہ کہ جب دو چار ہی برس میں کثرت نقل کے سبب ارجن کی کتاب میں ایسی خرابی آ گئی کہ اصل اور اصلاح میں تمیز نہ رہی تو توریت کا حال کئی ہزار برس کے اندر بہ کثرت نقل ہونے سے کیا سمجھنا چاہیئے، اس کی تو خوب ہی گت ہوئی ہوگی، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سلف میں لکھنے اور حفاظت کرنے کا طریقہ اچھا نہ تھا۔

ساتویں بات

ساتویں یہ کہ جب بہ قول کیتھولک مؤرخ کے چوتھی ہی صدی میں سب ترجمے آپس میں مختلف تھے، اور عبری کو یہود نے بالکل گم یا خراب کر ڈالا تو پھر جیروم نے اس انبار ظلمت سے کیا خاک نور نکالا ہوگا، اس کے سوا کہ اپنی عقل سے قرائن کا لحاظ کر کے بعض کو صحیح اور بعض کو غیر صحیح بتلائے، اور یہ شخص تو نہ نبی تھا اور نہ حواری، تو پھر اس کا حکم کیوں کر قطعی تصور کیا جا سکے، بلکہ ہر جگہ صواب اور خطا کا احتمال ہے، اس صورت میں رومی کلیسا جو اسکے ترجمہ کو عبری اور یونانی نسخوں سے افضل ٹھہراتا ہے، اور اسے واجب التسلیم بتلاتا ہے تو یہ ان کی بھی ایک غلطی ہے۔

آٹھویں بات

آٹھویں یہ کہ جب یونانی ترجمے میں کثرت سے ارجن کی اصلاح تھی، اور بقول ہارن جیروم ہی کے وقت میں اصلاح کی تمیز اصل سے مشکل تھی، اور اس کے بعد تو بالکل محال ہوئی اور اس خلط ملط نے بڑی قباحت بڑھائی، تو اب جو جیروم کے بعد سے پندرہویں صدی تک اس ترجمے کو عیسائیوں نے واجب التسلیم مانا، اور ان کے سب علمائے متکلمین نے اسے سند مانا تو ہم کو ان کے تساہل پر بڑا افسوس ہوتا ہے، کہ

دین کے بارے میں کتنا تساہل برتنے والے تھے، کیونکہ ارجن نہ نبی تھا اور نہ حواری بلکہ قدماء میں سے ایک ایسا فاضل تھا کہ وہم اور خیال اس پر ایسا غالب تھا کہ اس کے سبب اکثر غلطی کرتا تھا، چنانچہ اس نے توریت کی اکثر باتوں میں غلطی کھائی ہے، اور عبری زبان میں کچھ کامل واقفیت نہ رکھتا تھا، اور جہاں غلطی کھاتا تھا ایسی کھاتا تھا کہ کسی آدمی نے نہیں کھائی۔

ولیم میور صاحب سکرتری اپنی تاریخ کلیسیا کے دوسرے باب کے دوسرے حصہ میں ارجن کے لئے تین کام (۱) مقدس کتاب کا مقابلہ کرنا (۲) اور ان کا ترجمہ کرنا (۳) اور ان کے الفاظ کی تفسیر کرنا، بیان کرکے لکھتے ہیں (نسخہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۸ء صفحہ):

"اس نے توریت کی اکثر باتیں خیالی طرح سے بطور تمثیل بیان کیں"۔

اور لارڈ اپنی تفسیر کی دوسری جلد کے صفحہ ۴۸۵ میں جیروم کا قول ارجن کے تعریف میں نقل کرکے پھر اسی کا قول یوں نقل کرتا ہے کہ:

"ارجن کے علم کا لحاظ کرکے اس کی تصنیف اس طرح پڑھی جائے جس طرح ٹرٹولین اور نوےٹس اور نوبیس اور اے پولی نیریس اور یونانی اور لاطینی مؤرخین کلیسا کی، اور اچھا لیا جائے، اور برا چھوڑا جائے جیسا حواری کہتا ہے کہ سب چیزیں ثابت کرو، اور جو اچھی ہے اس کو مضبوط پکڑو، اور سلپی سویرس کہتا ہے کہ میں ارجن سے تعجب کرتا ہوں کہ کس طرح وہ اپنا ہی مخالف ہے، کہ جہاں صواب کو پہنچتا ہے، وہاں حواریوں کے بعد اپنی نظیر نہیں رکھتا، اور جہاں غلطی کھاتا ہے تو ایسی کھاتا ہے کہ کسی آدمی نے کبھی ایسی غلطی نہیں کھائی ہوگی"۔

اور اسی جلد کے صفحہ ۴۷۰ میں لکھتا ہے کہ:

"ارجن نے رسم زمانہ اور ملک کے خلاف کتب مقدسہ کے سمجھنے اور اس کے علم کے پھیلانے کے واسطے عبری زبان کو سیکھا، اور اس کے سبب یونانی میں

تعریف کیا جاتا تھا، لیکن علمائے متاخرین نے دریافت کیا ہے کہ ارجن کو عبری میں کامل وقوف (کامل واقفیت) نہ تھا"۔

تیسری ہدایت

اس بات کے بیان میں کہ تینوں نسخوں میں ایسا اختلاف ہے کہ ایک دوسرے کی تکذیب کرتا ہے۔

اور اسی ہدایت میں دوسرے ترجموں کی مخالفت میں سے بھی جو عبری نسخے سے ہے بعض مقامات بیان کروں گا، اور اس ہدایت میں بہت سے اختلاف نقل کروں گا، جس کو اس سے زائد منظور ہو "اعجاز عیسوی" میں دیکھے کہ وہاں کئی اختلاف اور ملیں گے۔

پہلا اختلاف

آدمؑ کی ولادت سے طوفان تک کا زمانہ عبری کے موافق سولہ سو چھپن (۱۶۵۶) ہے، اور یونانی کے اکثر نسخوں کے موافق دو ہزار دو سو باسٹھ ہے، اور اسی کو تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں جدول کے اندر لیا ہے، اور ایک نسخہ کے مطابق دو ہزار دو سو بیالیس ہے، اور اسی کو آدمؑ کلارک مفسر نے جدول میں لیا ہے، اور سامری کے موافق تیرہ سو سات ہے۔

دیکھو تینوں نسخوں میں سیکڑوں برس کا فرق ہے، ایک دو برس کا نہیں، اور توریت سامری کے موافق لازم آتا ہے کہ آدم کے وفات کے وقت نوحؑ دو سو تیس برس کے ہوں، اس لئے کہ طوفان کے وقت میں نوح کی عمر چھ سو برس کی تھی اور آدم کی

عمر نوسوتیس برس کی ہوئی ہے، یہ تو باتفاق مؤرخین کے غلط ہے، اور عبری اور یونانی اس کی تکذیب کرتے ہیں، کیونکہ عبری کے موافق آدمؑ کی وفات سے ایک سو چھبیس برس کے بعد نوح کی وفات ہوئی ہے، اور یونانی کے اکثر نسخوں کے موافق سات سو تیس برس کے بعد اور ایک نسخے کے موافق سات سو بارہ برس کے بعد ہوئی ہے، اور یوسفیس یہودی نے جسے مسیحی بڑا مورخ گنتے ہیں، اس اختلاف فاحش کا لحاظ کر کے تینوں نسخوں کو غیر معتبر سمجھ کے اس مدت کو دو ہزار دو سو چھپن بتلایا ہے، اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ کے موافق تینوں نسخوں کے اختلاف کی تفصیل جدول میں لکھی جاتی ہے۔

ان بزرگوں کا نام جن کی عمر میں اولاد کے پیدا ہونے کے وقت اختلاف ہے

ان بزرگوں کا نام جن کی عمر میں ان کی اولاد کے پیدا ہونے کے وقت اختلاف ہے	عبری	سامری	یونانی
آدم علیہ السلام	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰
شیثؑ	۱۰۵	۱۰۵	۲۰۵
انوش	۹۰	۹۰	۱۹۰
قینان	۷۰	۷۰	۱۷۰
مہلائیل	۶۵	۶۵	۱۶۵
یارد	۱۶۲	۶۲	۱۶۲

حنوکؑ	۶۵	۶۵	۱۶۵
متوسالح	۱۸۷	۶۷	۱۸۷
لامک	۱۸۲	۵۳	۱۸۸
نوح کی عمر طوفان کے وقت	۶۰۰	۶۰۰	۶۰۰
کل میزان ۱۰ر نفر	۱۶۵۶	۱۳۰۷	۲۲۶۲(۱)

اورآدم کلارک کی تفسیر کے پہلی جلد کے صفحہ انہتر (۶۹) میں بھی ایسا ہی جدول شامل ہے، لیکن انہوں نے یونانی کے اس ایک نسخے کے موافق لیا ہے، اوراس نسخے میں متوسالح کے سامنے ایک سوسڑسٹھ ہیں اور اکثر نسخوں میں ایک سوستاسی تو اب اتنا فرق پڑا کہ پہلے جدول کے موافق یونانی کے مطابق کل جمع دو ہزار دوسو باسٹھ اوراس کی جدول کے مطابق دو ہزار دوسو بیالیس ہے، اورآدم کلارک اسی صفحہ میں لکھتا ہے:

''یوسفیس کا مختار (یعنی ۲۲۵۶) ڈاکٹر بیلز کا قول ہے''۔

دوسرا اختلاف

عبری کے موافق طوفان سے ابراہیم کی ولادت تک دوسو بانوے برس اور یونانی اکثر نسخوں کے مطابق ایک ہزار بہتر اور ایک نسخہ کے موافق گیارا سو بہتر اور سامری نسخہ کے مطابق نوسو بیالیس برس ہے، اوراس جگہ عبری میں ایک اور یونانی میں ایک اور خبط ہے، اور وہ خدشہ یہ ہے کہ کتاب پیدائش کے نویں باب کے اٹھائیسویں درس کے موافق جب طوفان کے بعد نوح کی زندگی ساڑھے تین سو برس کی ہوئی، اور ابراہیمؑ کی ولادت طوفان کے دوسو بانوے برس بعد ہوئی تو اس کے موافق لازم آتا

(۱) موجودہ اعداد کا مجموعہ ۲۱۶۲ ہے نہ کہ ۲۲۶۲، اس لئے اوپر کے اعداد کے اندراج میں کہیں چوک ہوئی ہے۔

ہے کہ نوح کی وفات کے وقت ابراہیم کی اٹھاون برس کی عمر ہو، اور یہ تو باتفاق تواریخ باطل ہے، اور یونانی کے اکثر نسخوں کے مطابق سات سو بائیس برس اور ایک نسخے کے موافق آٹھ سو بائیس برس، اور سامری کے موافق پانچ سو بانوے برس، اور نوح کی وفات کے بعد ابراہیم کی ولادت ہوئی ہے، سوان کے موافق نوح کی وفات کے وقت ابراہیم کی ولادت بھی نہ ہوئی تھی، اٹھاون برس کی عمر کا تو کیا ذکر۔

اور وہ خبط یونانی والا یہ ہے کہ ارفکشد اور شالح کے بیچ میں ایک اور قینان کو اپنے طرف سے بڑھا دیا ہے، جس کا عبری اور سامری نسخوں میں پتہ نہیں لگتا، اور یوسفیس نے بھی اس کو غلط جان کر نہیں لکھا، اور یہ خبط لوقا کی انجیل میں بھی پایا جاتا ہے، اور انگریزی مؤرخوں نے اس مدت کے بیان میں تینوں نسخوں کو غلط سمجھ کر اس کو تین سو باون برس لکھا ہے، اور یوسفیس سب کے برخلاف تفسیر ہنری اور اسکاٹ کی صراحت کے مطابق نو سو ترانوے اور آدم کلارک کی صراحت کے مطابق ایک ہزار دو لکھتا ہے۔

اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں بشپ کڈر کے قول کے موافق قول مختار یوں لکھا ہوا ہے کہ:

"طوفان سے ابراہیم کی ولادت تک کل زمانہ تین سو باون برس ہے"۔

میں کہتا ہوں کہ اگر اس قول سے عبری نسخے کی اس جگہ شرح مراد ہے تو بالکل غلط ہے اور تعجب ہے کہ ان مفسروں نے عبری نسخوں کے سالوں کو جمع کر کے کیوں نہ دیکھ لیا، کہ ان پر کڈر کی غلطی ظاہر ہو جاتی، اور اگر شرح مراد نہیں بلکہ اعتراض کرنا منظور ہے تو صحیح اور مسلم ہے۔

اور بعض عیسائی (۱) حضرات دعوے کرتے ہیں کہ عبری نسخے سے طوفان سے ابراہیم کی ولادت تک دو سو بانوے برس کی مدت کا سمجھا جانا یا ابراہیم کا نوح کو دیکھنا

(۱) یعنی ماسٹر رام چندر اپنے بعض خطوط میں۔۱۲ منہ

بالکل غلط ہے، بلکہ وہ مدت تین سو باون برس کی ہے، اور ابراہیم نوح کے وفات سے دو سو برس بعد پیدا ہوئے ہیں، اور ان امروں کی تصریح تفسیر صغیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے۔

میں کہتا ہوں یہ دعویٰ بالکل غلط ہے، اور جناب مدعی نے نہ تفسیر کو اچھی طرح دیکھا اور نہ کتاب پیدائش کے گیارہویں باب کو، اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ کے موافق تینوں نسخوں کا اختلاف جدول میں لکھا جاتا ہے:

بزرگوں کے نام		عبری	سامری	یونانی
سام سے ارفخشد کی ولادت		طوفان کے بعد ۲ برس	۲	۲
ارفخشد کی عمر اولاد ہونے کے وقت		۳۵	۱۳۵	۱۳۵
قینان	ایضاً	بالکل ندارد	بالکل ندارد	۱۳۰
شالح	ایضاً	۳۰	۱۳۰	۱۳۰
عابر	ایضاً	۳۴	۱۳۴	۱۳۴
فالج	ایضاً	۳۰	۱۳۰	۱۳۰
رعو		۳۲	۱۳۲	۱۳۲
سروغ		۳۰	۱۳۰	۱۳۰
ناحور		۲۹	۷۹	۷۹
تارح		۷۰	۷۰	۷۰
مجموعہ		۲۹۲	۹۴۲	۱۰۷۲

اور آدم کلارک کی تفسیر کی پہلے جلد کے صفحہ ۶۹ میں بھی ایسا ہی جدول درج

ہے، لیکن چونکہ اس نے یونانی کے اس ایک نسخے کے مطابق لیا ہے، اور اس میں ناحور کے مقابل ۱۷۹ ہیں اور اکثر نسخوں میں جن کے موافق تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے فقط ۷۹ ہیں، تو اب اتنا فرق پڑ گیا ہے کہ جدول مذکور کے مطابق یونانی کے موافق کل جمع ایک ہزار بہتر اور آدم کلارک جدول کے موافق گیارا سو بہتر ہے۔

تیسرا اختلاف

لب التواریخ کے دوسرے دفتر کے شروع میں جدول کے اندران حوادث کے سنین کی تشریح میں جو جناب مسیح کی ولادت سے پہلے ہوئے، صفحہ ۳۴۱ میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء مطبوعہ دار الحکومت کلکتہ) دنیا کی تخلیق عبری کتاب مقدس کے مطابق ۴۰۰۴، نقل سپٹواجنٹ (یعنی یونانی ترجمہ) کے مطابق ۵۸۷۲، نقل سمارٹین کے مطابق ۴۷۰۰۔

اور ان اختلاف میں قدیم عیسائی یونانی ترجمہ کے حامی تھے، اور یہودیوں پر تحریف کا الزام لگاتے تھے، اور کہتے تھے کہ ۱۳۰ء میں یہودیوں نے یہ تحریف کی ہے، اور اگستاین بھی جو چوتھی صدی میں عیسائی مذہب کا بڑا فاضل گذرا ہے یہودیوں کو تحریف کا الزام لگاتا تھا، اور کہتا تھا کہ انہوں نے دین مسیحی کے حسد کے سبب اور ترجمہ یونانی کے غیر معتبر کرنے کے لئے یہ تحریف کی ہے، اور بشب ہارسل بھی یونانی کا حامی ہے، اور عبری کو غلط بتلاتا ہے، اور ہیلز صاحب بھی عبری کا اعتبار نہیں کرتا، بلکہ اپنی دانست میں یوسفیس اور یونانی ترجمہ کی غلطیاں نکال کر ایک نئی تاریخ نکالتا ہے، اور بھی اسی طرح بہت سے علماء اہل کتاب اور مؤرخین میں ہیں کہ ان مدتوں کے بارے میں تینوں نسخوں کا اعتبار نہیں کرتے۔

تفسیر ہنری اور اسکاٹ کی پہلی جلد میں ہے کہ:

''فضلاء نے جو واردات مندرجہ عہد عتیق کی تاریخوں کے نسبت حساب کئے ہیں، ان حسابوں میں بڑے بڑے فرق ہیں، خصوصاً ان وارداتوں کی تاریخوں میں جو ابراہیم کی طلب سے پہلے ہوئی ہیں، لیکن ان اختلافات سے اکثر مطابقین کو کچھ بڑی غرض نہیں، اگستاین یہودیوں کو ان بزرگوں کی نسبت جو طوفان سے پہلے یا اس کے بعد حضرت موسیٰ کے زمانے تک گذرے ہیں، تاریخوں کے تبدیل اور تحریف کا الزام دیتا تھا، اور الزام کی وجہ یہ کہتا تھا کہ انہوں نے یونانی ترجمہ کے غیر معتبر کرنے کے واسطے اور مسیحی دین کے دشمنی سے یہ امر کیا تھا، اور معلوم ہوتا ہے کہ یہی رائے قدماء مسیحیوں میں عام تھی، اور یہ کہتے تھے کہ قریب ۱۳۰ء ایک سوتیس کے یہود نے یہ تحریف کی ہے''۔

پھر اسی تفسیر میں ہے کہ:

''ہیلز صاحب نے یوسفیس اور ترجمہ یونانی سے ان کی کچھ غلطیاں صحیح کر کے تاریخ لی ہے، کہ اس کے موافق پیدائش عالم سے ولادت مسیح تک پانچ ہزار چار سو گیارہ برس کی، اور طوفان سے ولادت مسیح تک تین ہزار ایک سو پچپن برس کی مدت نکلتی ہے، اور فرق کا باعث یہ ہوا کہ بزرگوں کی ولادت کی تاریخ ان کے باپوں کی عمر میں یونانی ترجمہ کے اندر عبرانی کی نسبت زائد ہے، گو کل مجموعہ ایک رہا، مثلاً اگر عبرانی میں لکھا ہے کہ ''فلانے بزرگ جب اس کا بیٹا پیدا ہوا سو برس کا تھا'' تو یونانی میں ہے کہ ''دو سو برس کا''۔

اور بشپ ہارسلی کتاب پیدائش کے گیارہویں باب کے گیارہویں درس کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ:

''بزرگوں کی عمر کی تاریخ ترجمہ سپٹواجنٹ کے مطابق انسان کی زندگی اور جلدی پیدا ہونے اولاد کے بارے میں خوب ہے، ایک سلسلے بند معلوم ہوئی، کیونکہ فالغ کے وقت میں انسان کی زندگی ایک سو بیس برس گھٹ گئی، اور وہ

آخری شخص ہے جس کی دوسو برس کی عمر ہوئی ہے، اس لئے تارح کی عمر میں جو ایک سو پینتالیس کی جگہ دوسو پانچ برس لکھے ہوئے ہیں صاف غلط ہیں، اس وقت سے اسی برس کی عمر سے پہلے اور یعقوب کے عہد میں چالیس برس کی عمر کے قریب سے اولاد پیدا ہونے لگی، اور یعقوب کی اولاد کے وقت میں انسان کے بدن کا ایسا حال ہوگیا تھا جیسے اب ہے، گو جس کو ہم بڑھاپا کہتے ہیں، بڑھاپا نہ کہلاتا تھا، اور عبرانی میں عمر کا عدد بالکل تتر بتر ہے، سام کے تھوڑی ہی دن بعد اولاد کی پیدائش تیس اور چالیس کی عمر کے بیچ ہونے لگی، اور اس کے باوجود انسان کی عمر میں فالج کے وقت تک کچھ فرق نہ آیا، اور اس کے عہد میں دوسو برس عمر میں کم ہوگئے، اور تارح کے وقت تک اولاد تیس برس کی عمر میں اور اس سے پہلے پیدا ہو جاتی تھی، لیکن تارح کے لڑکا ستر برس کی عمر تک پیدا نہ ہوا، اور اسحاق نے چالیس برس کی عمر تک، اور یعقوب نے چوسٹھ برس کی عمر تک شادی نہیں کی، اور ابراہیم کے حال سے معلوم ہوتا ہے کہ گو مرد کی سو برس کی عمر کو اور عورت کی نوے برس کی عمر کو بڑھاپا کہتے تھے، لیکن حال طبعی یہ تھا کہ آدمی کے بچے اسی اور نوے برس کی عمر میں پیدا ہو، اور عورت ستر، اسی برس کی عمر تک اپنے جمال پر رہے۔

اور جب ابراہیم کی عمر پچاسی برس کی تھی سارہ نے اولاد نہ ہونے کے سبب اپنی کم قسمتی کی شکایت کی، اور کہا کہ تم ہاجرہ کو اپنے نکاح میں لاؤ، اور اسمعیل کی ولادت کے بعد جب اس کی عمر کا چھہترواں برس تھا، ابی مالخ جرار کا بادشاہ اس پر راغب ہوا، ترجمہ سپٹواجنٹ کے موافق تاریخی حال ٹھیک ٹھیک معلوم ہوتا ہے، لیکن عبرانی کے موافق طوفان سے ابراہیم تک تفرقہ ہے"۔

(یہاں تک بشپ ہارسلی کا کلام تھا)

اور چارلس روجر نے اپنی کتاب "انگریزی ترجموں کے مقابلے" میں عالم کی

پیدائش سے مسیح کی ولادت اور ۱۸۴۷ء کی مدت کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف نقل کیا ہے، اور پچیس اقوال کو جو اس کے اقرار کے موافق ان میں سے دو بھی موافق نہیں نقل کر کے اقرار کرتا ہے کہ ٹھیک عدد کا معلوم ہونا اب محال ہے، اور اس کے کلام کا ترجمہ یوں ہے۔

نمبر	نام مؤرخین	تا ولادت مسیح	تا ۱۸۴۷ء
(۱)	ماریانوس سکوٹرس	۴۱۹۲	۶۰۳۹
(۲)	لارنیٹوس گوڈومانوس	۴۱۴۱	۵۹۸۸
(۳)	توما لیڈیت	۴۱۰۳	۵۹۵۰
(۴)	میکائیل مسٹلی نوس	۴۰۷۹	۵۹۲۶
(۵)	جی باٹپٹ رک کیولوس	۴۰۶۲	۵۹۰۹
(۶)	جیک سلیانوس	۴۰۵۳	۵۹۰۰
(۷)	ہنری کوس پونڈانوس	۴۰۵۱	۵۸۹۸
(۸)	ولیم لینگ	۴۰۴۱	۵۸۸۸
(۹)	ارازس رین ہولٹ	۴۰۲۱	۵۸۶۸
(۱۰)	جیکوبوس کیپالوس	۴۰۰۵	۵۸۵۲
(۱۱)	آرج بشب اشر	۴۰۰۳	۸۵۵۰
(۱۲)	ڈیونی سیوس پٹادیوس	۳۹۸۳	۵۸۳۰
(۱۳)	بشب بک	۳۹۷۴	۵۸۲۱
(۱۴)	کرن رنم	۳۹۷۱	۵۸۱۸
(۱۵)	ایلی آس ریوس نیروس	۳۹۷۰	۵۸۱۷
(۱۶)	جوہانیس کلادریوس	۳۹۶۸	۵۸۱۵
(۱۷)	کرسٹیانوس لونگوموٹانوس	۳۹۶۶	۵۸۱۳

(۱۸) فلپ مائختون	۳۹۶۴	۵۸۱۱
(۱۹) جیکب ہین لی نوس	۳۹۶۳	۵۸۱۰
(۲۰) الفون سوس سال مرون	۳۹۵۸	۵۸۰۹
(۲۱) اسکی لینگر	۳۹۴۹	۵۷۹۶
(۲۲) میتھوس برول ڈیوس	۳۹۲۷	۵۷۷۴
(۲۳) انڈریاس ہل وی گیوس	۳۸۳۶	۵۶۸۳
(۲۴) رواج عام یہودیان	۳۷۶۰	۵۶۰۷
(۲۵) رواج عام عیسائیاں	۴۰۰۴	۵۸۵۱

اور ان قولوں میں سے دو قول بھی موافق نہیں، اور جن لوگوں نے اس امر میں کبھی خیال نہیں کیا ان کو یہ تعجب خیز بات بڑی مشکل معلوم ہوگی، لیکن ظاہر ایسا ہے کہ پاک تاریخ نویسوں نے کبھی ایسا ارادہ نہیں کیا کہ تاریخ کو سلسلہ وار لکھیں، اور اب محال ہے، کہ کوئی سچا عدد معلوم کرلے"۔

(یہاں تک کلام چارلس روجر کا تھا)

میں کہتا ہوں کہ دیکھو کیسا اختلاف ہے، اور یہودیوں اور عیسائیوں کے رواج عام میں بھی فرق ہے، اور ڈاکٹر ہیلز نے سامری کی تاریخوں کو صحیح بتلایا ہے، اور عبری کی تاریخوں کو غلط، اور اس نے اس بات کو دلیلوں سے خوب ثابت کیا ہے، اور ہارن صاحب کی توجہ بھی اسی طرف اس کی اس عبارت سے جو دوسری ہدایت میں نسخہ سامری کے بیان میں گذری معلوم ہوئی ہے (۱)۔

چوتھا اختلاف

کتاب استثناء کے ستائیسویں باب کا چوتھا درس عبری میں یوں ہے (نسخہ

(۱) کیونکہ اس میں صراحت ہے کہ اس کی تاریخوں کی صحت کو دلیلوں سے اچھی طرح ثابت کیا ہے۔ ۱۲ منہ

۱۸۲۲ء و۱۸۲۹ء):

"سو جب تم اردن کے پار اتر جاؤ تو تم ان پتھروں کو جن کے بابت میں تمہیں آج کے دن حکم کرتا ہوں عیبال کے پہاڑ پر نصب کیجیو، اور ان پر چونا پھیریو"۔

اور یہ جملہ "عیبال کے پہاڑ پر نصب کیجیو" اور ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

"عیبال کے پہاڑ پر نصب کیجو"۔

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

"در کوہ عیبال برپا کنید"۔

(نسخہ ۱۸۴۵ء):

"در کوہ عیبال برپا کردہ الخ"۔

اور توریت سامری میں "عیبال" کی جگہ "جزریم" واقع ہوا ہے، اور "عیبال" اور "جزریم" یا "گزریم" دو پہاڑ آمنے سامنے تھے، جیسا کہ اسی باب کے بارہویں اور تیرہویں درس، اور اسی کتاب کے گیارہویں باب کے انیسویں درس، اور یوشع کی کتاب کے آٹھویں باب کے تینتیسویں درس سے سمجھا جاتا ہے، اور یہودیوں اور سامریوں میں اس کے بارے میں سلف سے خلف تک نزاع ہے، اور وہ ایک دوسرے کو تحریف کا الزام لگاتے ہیں، اور اسی طرح عیسائی مذہب کے علماء میں بھی اس کے بارے میں نزاع ہے۔

ڈاکٹر کنی کاٹ اور بہت سے فاضل سامریوں کو سچا جانتے ہیں، اور یقین کرتے ہیں کہ بلاشبہ اس جگہ یہودیوں نے سامریوں کی عداوت سے تحریف کی ہے، اور اسی طرف آدم کلارک مفسر بھی جھکتا ہے، اور اب فرقۂ پروٹسٹنٹ کے اکثر پادری

سامریوں کوتحریف کاالزام لگاتے ہیں۔

تفسیر ہنری اوراسکاٹ میں ہے:

''سامری متن میں یوں ہے''ان پتھروں کو جزریم کے پہاڑ پر نصب کیجیو''۔

اورآدم کلارک اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۸۱۷ میں درس مذکور کی تفسیر کے ذیل میں لکھتاہے:

''موجودہ متن عبرانی میں ایسا ہی ہے، مگر سامری میں جزریم ہے، ڈاکٹر کنی کاٹ سامری کا بڑا حامی ہے، اور ڈاکٹر پاری اور دوشیور عبرانی کے حامی ہیں، لیکن پھر بھی بہت سے لوگ کنی کاٹ کے دلیلوں کو لاجواب سمجھتے ہیں، اور انہیں شبہ نہیں کہ یہودیوں نے سامریوں کی عداوت سے تحریف کی ہے، اور سب مانتے ہیں کہ جزریم میں چشمے اور باغ اور باغیچے اور سبزہ بہت ہے، اور عیبال خشک اور چٹیل پہاڑ ہے، اس سبب سے پہلا برکت سنانے کے لئے اور دوسرا لعنت کے لئے مناسب ہے''۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا)

اور ہارن کی عبارت دوسری ہدایت میں نسخہ سامری کے بیان کے ذیل میں گذری۔

اور ''دافع البہتان'' کا مصنف ''خلاصہ صولت الضیغم'' کے جواب میں پہلی فصل کے اندر لکھتاہے (نسخہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۵ء صفحہ ۷):

''جب وے (یعنی یہود) اسے، (یعنی ہیکل کو) پھر تعمیر کرنے لگے، اور سامریوں کو بسبب ان کی بت پرستی کے شریک ہونے کے مانع ہوئے تب انہوں نے حسد سے دوسرے پہاڑ پر دوسری ہیکل بنائی، اوراپنی کمک کے لئے توریت میں ایک بات بدلی کہ جس سے معلوم ہووے کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں

خدا نے فرمایا تھا کہ میری عبادت کرنی چاہیے، پس یہود کی توریت اور سامریوں کی توریت کا فقط یہی فرق ہے، اور ان دونوں کو مقابلہ کرنے سے صرف یہ حجت ہو سکتی ہے کہ خدا کی ہیکل کہاں بنانا چاہیے، اور سب باتوں میں سامری توریت ہماری کتاب کے موافق ہے، اور یہ تبدیلی موسیٰ کے مرنے کے بعد کچھ زیادہ پانسو برس کے واقع ہوئی"۔

(یہاں تک "دافع البہتان" کا کلام تھا)

میں کہتا ہوں بہر حال یہاں بھی یقیناً ایک غلط ہے، سامری کو کہو یا عبری کو، اور دافع البہتان والے کے اقرار کے موافق پانسو برس سے زائد کے بعد سامریوں کی وہ تحریف ایسی کارگر ہوئی کہ ان کے سارے فرقے اور قوم کے نسخوں میں پھیل گئی، اور اس مذہب کے اعلیٰ ادنیٰ اس فعل بد پر متفق ہو گئے، تو اب معلوم ہوا کہ صدہا سال کے بعد بھی تحریف چل جاتی ہے، اور حسد سے قوم کے اعلیٰ اور ادنیٰ ایک فعل پر بے ایمانی برت کے متفق ہو جاتے ہیں۔

اور اس کا قول "یہود کی توریت اور سامریوں کی توریت کا فقط یہی فرق ہے" بالکل جھوٹ اور غلط ہے، کیونکہ ہارن کی تصریح کے موافق محقق لیکلرک نے دونوں کے اندر انسٹھ مقامات میں فرق نکالا ہے، اور تین اختلاف تو اس کتاب میں بھی اس اختلاف سے پہلے بیان ہو چکے، اور انشاء اللہ بعض اور اختلافات کا بھی بیان آتا ہے، اور خود ان کے علماء کی اس بات پر بھی تصریح ہے کہ سامریوں نے احکام عشرہ میں ایک حکم اور اپنی طرف سے گھڑ کر بڑھا دیا ہے، مگر اس کی کیا شکایت؟ ایسا جھوٹ بولنا اور مغالطہ دینا تو پادریوں کی پرانی عادت ہے۔

پانچواں اختلاف

کتاب خروج کے بارہویں باب کا چالیسواں درس عبری میں سامری اور یونانی کے مخالف ہے، اور اس جگہ بھی ان کے مفسروں نے لاچار ہو کر عبری کو غلط اور سامری اور یونانی کو صحیح بتلایا ہے، اور انجیل اور تاریخ بھی سامری اور یونانی کی سچائی پر گواہی دیتے ہیں، اور اس کا بیان بڑی تفصیل سے پہلے جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب کے ذیل میں گذرا۔

چھٹا اختلاف

کتاب پیدائش کے چوتھے باب کا آٹھواں درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"تب قین اپنے بھائی ہبل سے بولا اور جب وے دونوں کھیت میں تھے، یوں ہوا کہ قین اپنے بھائی ہبل پر اٹھا، اور اسے مار ڈالا"۔

اور یہ درس توریت سامری اور ترجمہ یونانی اور پرانے ترجموں کے موافق یوں ہے:

"اور قین اپنے بھائی ہبل سے بولا کہ آؤ میدان کو چلیں، اور جب وہ دونوں کھیت میں تھے الخ"۔

پس یہ جملہ کہ "آؤ میدان کو چلیں" عبری سے گر گیا ہے، کسی طرح مانو۔ ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۹۲ میں حاشیہ کے اندر لکھتا ہے کہ:

"یہ جملہ سامری اور یونانی اور ارامی اور اسی طرح لاطینی کے اس نسخہ میں جو بشپ والٹن کے پالی گلاٹ میں چھپا ہے موجود ہے، اور ڈاکٹر کنی کاٹ نے

عبری میں اس جملہ کے داخل کر لینے کے واسطے حکم کیا تھا، اور بلا شبہ یہ اچھی عبارت تھی"۔

پھر اسی جلد کے صفحہ ۳۳۸ میں لکھتا ہے کہ:

"بعضے دفعہ ترجمہ یونانی کی عبارت صحیح ہوتی ہے گو وہ عبری کے ان نسخوں میں جواب مروج ہیں نہ ہو، مثلاً جیسا درس مذکور کہ اس میں عبرانی نسخے خطی ہوں، یا مطبوعہ صریح نقصانی (ناقص) ہیں، اور مہری ترجمہ انگریزی کا مترجم چونکہ یہاں اچھی طرح دریافت نہ کر سکا تو اس نے ترجمہ یوں کیا:

"قابیل نے اپنے بھائی ہابیل سے باتیں کیں"۔

اور عبرانی کے اس نقصان کو ترجمہ سپٹواجنٹ پورا کرتا ہے، اور سامری متن اور ترجمہ لاطینی اور ارامی اور ترجمہ ایکولا کا اور چالڈی زبان کی دو تفسیریں اور وہ فقرا جس کو فلو یہودی نے نقل کیا سپٹواجنٹ کے موافق ہیں"۔

اور آدم کلارک مفسر بھی اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۶۳ میں ہارن کے مطابق کہتا ہے، اور عربی ترجمہ میں اس جملہ کو داخل کر لیا ہے (نسخہ ۱۸۳۱ء):

" وقال قائن لهابيل اخيه لتخرج الى الحقل ولما صار الى الحقل الخ"(۱)۔

اور اب فرقۂ پروٹسٹنٹ کے اکثر مترجم مہری ترجمہ انگریزی سے دھوکا کھا کر اسی غلطی میں پڑتے ہیں (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"تب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل سے باتیں کریں، اور یوں ہوا کہ جب وے دونوں میدان میں تھے الخ"۔

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

"وقائن برادرش ہابیل متکلم شد و واقع ہنگام بودن ایشان در صحرا الخ"۔

(۱) حقل کشت برگ آوردہ و ہنوز وزمین خوش پاکیزہ۔ ۱۲ صراح

اور مترجم ۱۸۳۱ء والے نے عجب خبط کیا، کہ جملہ متروکہ سے کچھ ملالیا، اور کچھ چھوڑ دیا، اور ترجمہ یوں کیا:

''وقائن ہابل برادر خودرا گفت کہ بیاوایشان درصحرا بودند الخ''۔

ساتواں اختلاف

کتاب پیدائش کے ساتویں باب کے سترہویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''اور طوفان کا پانی زمین پر چالیس دن تک ابلا رہا''۔

اور لاطینی کے بہت سے نسخوں میں اور ترجمہ یونانی میں چالیس دن رات کا لفظ واقع ہے، جیسا کہ اس باب کے بارہویں درس میں عبری کے نسخے میں بھی اب تک موجود ہے، سو عبری میں لفظ رات کا گر گیا ہے۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں لکھتا ہے کہ:

''لفظ رات کا عبری میں داخل کرنا چاہئے''۔

آٹھواں اختلاف

کتاب پیدائش کے انتیسویں باب میں عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''اس نے نظر کی اور میدان میں ایک کنواں دیکھا اور دیکھا کہ کنویں کے نزدیک گوسپندوں (بھیڑوں) کے تین گلے بیٹھے ہوئے تھے، اور کنویں کے منہ پر بڑا پتھر دھرا تھا۔

۳۔ اور جب گلے وہاں جمع ہوتے تب وہ اس پتھر کو کنویں کے منہ پر سے ڈھلکاتے تھے، اور گوسپندوں کو پانی پلا کے پتھر کو اس کی جگہ پر پھر رکھ دیتے تھے۔

۸۔ وہ بولے ہم یوں نہیں کر سکتے جب تک سارے گلّے اکھٹے نہ ہوئیں اس وقت وہ پتھر کو کنویں کے منہ پر سے ڈھلکادیں، اور ہم گوسپندوں کو پانی پلاویں"۔

اور ترجمہ فارسیہ ۱۸۴۵ء کا اس کے مطابق ہے۔

اور توریت سامری اور ترجمہ یونانی اور ترجمہ عربیہ پالی گلاٹ بشپ والٹن میں "گلّے" کے جگہ "گڈریہ" کا لفظ ہے، اور یہی صحیح ہے، اس لئے کہ کنویں کے منہ پر سے پتھر کو ڈھلکانا اور گوسپندوں کو پانی پلانا گڈریوں کا فعل ہے نہ گلّوں کا، اور اس باب میں تیسرے درس سے پہلے کہیں گڈریے کا لفظ مذکور نہیں کہ اس کی طرف غائب کی ضمیر پھرے، بلکہ "گلّے" ہی کا لفظ مذکور ہے۔

بشب ہارسلی اپنی تفسیر کے پہلے جلد کے صفحہ ۴۷ میں دوسرے درس کے ذیل میں اس لفظ "تین گلّے" کے بارے میں لکھتا ہے:

"شاید تین گڈریے ہوں، دیکھو کنی کاٹ کو"۔

پھر آٹھویں درس کے ذیل میں اس لفظ "جب تک سارے گلّے" کے بارے میں لکھتا ہے:

"اس جگہ اگر یوں ہو "جب تک تمام گڈریے" تو خوب ہو، دیکھو سامری اور سپٹواجنٹ اور ترجمہ عربیہ ہیوبی گینٹ اور کنی کاٹ کو"۔

اور آدم کلارک اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۱۸۷ میں لکھتا ہے:

"ہیوبی گینٹ سامری کی عبارت کی صحت کے لئے بہت ہی اصرار کرتا ہے"۔

اور ہارن صاحب اپنی تفسیر کی پہلے جلد میں ڈاکٹر کنی کاٹ اور ہیوبی گنٹ کے موافق اقرار کرتا ہے کہ:

''عبری میں کاتب کی غلطی سے ''گلے'' کا لفظ ''گذریہ'' کے لفظ کی جگہ لکھا گیا ہے''۔

اور عیب کے چھپانے کو بعضے بعضے مترجم تحریف کر بیٹھے (نسخہ ۱۸۴۲ء درس ۲):

''اور اس نے نظر کی اور میدان میں ایک کنواں دیکھا، اور لوگ کنویں کے نزدیک بھیڑوں کے تین گلے بیٹھے ہوئے تھے الخ''۔

(نسخہ ۱۸۳۹ء درس ۳):

''در انجا تمامی گلہا جمع می شدند وشبانان از سر چاہ سنگ را غلطانیدہ گوسفندان را آب می خورانیدند الخ''۔

دیکھو خدا سے نہ ڈر کے پہلا مترجم دوسرے درس میں یہ لفظ ''اور لوگ'' اور دوسرا مترجم تیسرے درس میں یہ لفظ ''شبانان'' بڑھا گیا۔

نواں اختلاف

کتاب پیدائش کے پینتیسویں باب کا بائیسواں درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء و ۱۸۲۹ء و ۱۸۴۲ء):

''اور جب اسرائیل اس سرزمین میں جا رہا تو یوں ہوا کہ راوبین گیا، اور اپنے باپ کے حرم بلہا سے ہم بستر ہوا، اور اسرائیل نے سنا''۔

تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

''یہودی مانتے ہیں کہ اس درس میں کچھ ترک ہو گیا ہے''۔

اور یونانی ترجمہ اس کو اس طرح پورا کر دیتا ہے کہ ''وہ برا تھا اس کی نگاہ میں''۔ دیکھو اہل کتاب کے اقرار کے موافق عبری سے یہ سارا جملہ اڑ گیا ہے، اور یونانی میں اب تک موجود ہے، سو عبری سے جملہ کا اڑ جانا بھی دشوار نہیں، ایک حرف یا دو حرف کا تو کیا ذکر۔

دسواں اختلاف

کتاب پیدائش کے چوالیس باب کا پانچواں درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"کیا یہ وہ نہیں جس میں میرا خداوند بیتا ہے اور اس کے سی سچی کوئی آئندہ کی خبر دیتا ہے، تم نے یہ برا کام کیا"۔

(نسخہ ۱۸۴۲ء):

"کیا تمہارے پاس وہ نہیں جس میں میرا خداوند بیتا ہے، یہ اس کو خوب معلوم ہوسکتا تھا، پھر جو تم نے کیا برا کام کیا"۔

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

"آیا ہماں جام نیست کہ مخدوم من ازاں می نوشد وازاں نیز فال می گیرد دریں امر مرتکب گناہے شدہ اید"۔

میں کہتا ہوں کہ اولاً ان ترجموں کا خبط دیکھنے کے لائق ہے، پہلے ترجمہ والے کہتے ہیں، "اور اس کیسی سچی کوئی آئندہ کی خبر دیتا ہے" اور دوسرا کہتا ہے "یہ اس کو تو خوب معلوم ہوسکتا تھا"۔

اور تیسرا کہتا ہے:

"وازاں نیز فال می گیرد"۔

اور اسی کے موافق ۱۸۴۵ء والا بھی یوں ترجمہ کرتا ہے:

"وبااو تفاول می نماید"۔

اور ثانیاً بشب ہارسلی اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۲۸ میں لکھتا ہے کہ:

"اس درس کے شروع میں ترجمہ سپٹواجنٹ سے اتنا بڑھانا چاہیے "تم نے میرا پیالہ (یعنی وہ چاندی کا پیالہ) کس لئے چرایا"۔

گیارہواں اختلاف

کتاب پیدائش کے پچاسویں باب کا پچیسواں درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۴۹ء و ۱۸۴۲ء):

"اور یوسف نے بنی اسرائیل سے یہ قسم لے کے کہا خدا مقرر (یقیناً) تم کو یاد کرے گا، اور تم میری ہڈیوں کو یہاں سے لے جائیو"۔

اور آخری جملہ اور ترجموں میں یوں ہے:

"واز یں جا استخوانہائے مرا ببرید"۔

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

"وشما استخوان ہائے مرا ازیں برآرید"۔

اور سامری اور ترجمہ یونانی اور سریانی اور لاطینی میں آخری جملہ یوں ہے:

"اور تم میری ہڈیوں کو یہاں سے اپنے ساتھ لے جاؤ"۔

سو عبری میں بعضے لفظ آخری جملہ سے گر گئے ہیں، ہارن صاحب کہتا ہے کہ:

"مسٹر بٹ رائد نے اپنے نئے ترجمۂ بائبل میں ان الفاظ متروکہ کو داخل کرلیا ہے، اور خوب کیا"۔

میں کہتا ہوں کہ عبری نسخوں کے ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۳۲ء):

"فارفعوا عظامي من بينها وخذوها معكم"۔ (۱)

بارہواں اختلاف

کتاب خروج کے دوسرے باب کا بائیسواں درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"وہ بیٹا جنی، اس نے اس کا نام جیر شوم رکھا، کیونکہ اس نے کہا کہ میں

(۱) یعنی سو تم میری ہڈیوں کو یہاں سے اٹھاؤ، اور اپنے ساتھ لے جاؤ۔ ۱۲ منہ

اجنبی ملک میں مسافر ہوں"۔

اور ترجمہ یونانی اور لاطینی اور بعضے اور پرانے ترجموں میں اس درس کے آخر میں اتنی عبارت زائد ہے:

"اور اس نے ایک دوسرا جنا جس کا نام الیعازار رکھا، کیونکہ اس نے کہا کہ میرے باپ کا خدا میرا مددگار ہے، اور اس نے مجھے فرعون کی تلوار سے بچایا"۔

آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں صفحہ ۳۱۰ کے اندر اس جملے کو ترجموں سے نقل کر کے لکھتا ہے:

"ہیوبی گینٹ نے لاطینی ترجمہ میں اس کو داخل کر لیا ہے، اور مدعی ہے کہ اس کا یہی مقام ہے، اور یہ جملہ عبری کے کسی نسخے میں کیا خطی، کیا مطبوعہ، پایا نہیں جاتا، باوجودیکہ ایسے سندی ترجموں میں ہے"۔

میں کہتا ہوں کہ عبری کے ترجمے بھی اس کے موافق ہیں لیکن "تلوار" کے لفظ کی جگہ "ہاتھ" کا لفظ ان میں واقع ہے (نسخہ ۱۸۳۱ء):

"فولدت له ابناً و دعا اسمه جرسون قائلاً إنما أنا كنت ملتجئاً فی أرض غريبة، وولدت أيضا غلاماً ثانياً، ودعا اسمه العازار فقال من اجل أن إلاه ابی اعاننی وأخلصنی من يدفرعون." س

پس یہ جملہ بھی اس جگہ عبری سے گر گیا ہے، اور اسی کتاب کے اٹھارویں باب کے چوتھے درس کے اندر عبری میں بھی موجود ہے۔

تیرھواں اختلاف

کتاب خروج کے چھٹے باب کا بیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء و ۱۸۴۲ء):

''عمرام نے اپنے باپ کی بہن یوخاند سے بیاہ کیا، وہ اس سے دو بیٹے جنی، ایک ہارون اور دوسرا موسیٰ، عمرام نے ایک سوسینتیس برس کی عمر پائی''۔

اور یہ جملہ ''وہ اس سے دو بیٹے جنی ایک ہارون اور دوسرا موسیٰ'' توریت سامری اور ترجمہ یونانی میں یوں ہے:

''وہ اس سے ہارون اور موسیٰ اور مریم ان کی بہن کو جنی''۔

دیکھو عبری میں کمی کے ساتھ یا سامری اور یونانی میں زیادتی کے ساتھ تحریف ہے، اور اول غالب معلوم ہوتا ہے۔

اور آدم کلارک مفسر اس عبارت کو سامری اور یونانی سے نقل کر کے لکھتا ہے کہ:

''بعض بڑے محققین نے خیال کیا ہے کہ یہ الفاظ اصل متن عبری کے نسخہ کے اندر تھے''۔

میں کہتا ہوں کہ اس درس کے اندر عربی ترجمہ ۱۶۲۵ء و ۱۶۷۱ء و ۱۸۳۱ء میں تحریف ہوئی ہے، اس کا بیان چودھویں سوال کے جواب میں چوتھے مقام کے اندر گزرا۔

چودھواں اختلاف

کتاب شمار کے دسویں باب کا چھٹا درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''جب تم دوبارا چھوٹی بڑی آواز سے پھونکو تو جنوبی خیموں کا کوچ ہووے، سو وہ ان کے کوچ کے لئے ہر پھونکنے میں چھوٹی بڑی آواز سے پھونکیں''۔

اور یونانی ترجمے میں اتنی عبارت اور زائد ہے:

''اور جب تم تیسری آواز پھونکو تو مغربی خیموں کا کوچ ہووے، اور جب تم چوتھی آواز پھونکو تو شمالی خیموں کا کوچ ہووے''۔

آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی پہلی جلد صفحہ ۶۶۳ میں لکھتا ہے کہ:

''مغربی اور شمالی کا اس جگہ ذکر نہیں ہوا، پر یقین ہے کہ وے بھی آواز سے کوچ کرتے ہوں گے، اسی لئے عبرانی متن میں اس جگہ نقصان معلوم ہوتا ہے، جس کو یونانی اس طرح پورا کرتا ہے کہ:

''اور جب تم تیسری آواز الخ''۔

اور بشپ ہارسلی لکھتا ہے کہ:

''یہ درس سپٹو اجنٹ میں زائد ہے''۔

پندرہواں اختلاف

کتاب شمار کے دسویں باب میں دسویں اور گیارہویں درس کے درمیان اتنی عبارت توریت سامری میں زائد ہے:

''یہواہ نے موسیٰ کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم اس پہاڑ پر بہت رہے، اب پھرو اور سفر کرو، اور اموریوں کے پہاڑ اور ان کے سب باشندوں میں میدانوں میں پہاڑوں میں نشیب میں جنوب کو اور دریا کے بنادر کو کنعانیوں کی سرزمین اور لبنان میں بڑی نہر تک جو نہر فرات ہے جاؤ، دیکھو میں نے تمہیں یہ زمین عنایت کی، داخل ہو، اور اس زمین پر جس کی بابت یہواہ نے تمہارے باپ دادوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب سے قسم کی کہ تم کو اور تمہارے بعد تمہارے نسل کو دوں گا میراث میں لو''۔

بشپ ہارسلی اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۱۶۱ میں لکھتا ہے کہ:

''کتاب شمار کے دسویں باب میں درس دسویں اور گیارہویں کے درمیان وہ عبارت جو کتاب استثناء کے پہلے باب کے چھٹے اور ساتویں اور

آٹھویں درس میں پائی جاتی ہے مرقوم ہے، اور پروکوپیس کے وقت میں یہ حال ظاہر ہوا ہے"۔

(یہاں تک ہارسلی کا کلام ہے) سو دیکھو کہ عبری متن میں اتنی عبارت یہاں سے گر گئی ہے۔

سولہواں اختلاف

کتاب شمار کے چھبیسویں باب کا دسواں درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اور زمین نے اپنا منہ کھولا انہیں قورح سمیت نگل لیا، جس وقت کہ جماعت مری جب کہ اس آگ نے اڑہائی سو آدمیوں کو کھالیا، سو وہ ایک عبرت ہوئی"۔

اور سامری میں یوں ہے:

"اور زمین نگل گئی ان کو جب کہ وہ گروہ مرا، اور آگ نے کھالیا، قورح کو اڑھائی سو آدمی سمیت جو ایک عبرت ہوئی"۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۷۱۷ میں سامری کی عبارت نقل کر کے کہتا ہے کہ:

"حقیقت میں معاملہ یہی معلوم ہوتا ہے"۔

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

"یہ عبارت سیاق اور ایک سو چھٹے زبور کے سترہویں درس کے مناسب ہے"۔

سترہواں اختلاف

کتاب استثناء کے دسویں باب میں عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۶۔ تب بنی اسرائیل نے باریروث بنی یاعقان سے موسیرا کو کوچ کیا، وہاں ہارون کا انتقال ہوا، اور وہیں مدفون ہوا، اس کا بیٹا العازار کہانت کی منصب پر اس کا قائم مقام ہوا۔

۷۔ وہاں سے انہوں نے جدید کو کوچ کیا اور جدید سے یطبیشا کو جو ایک سیراب سرزمین ہے۔

۸۔ اس وقت یہواہ نے بنی لیوی کو اس لئے جدا کیا کہ یہواہ کے صندوق کو اٹھادیں اور یہواہ کے حضور کھڑے ہو کے خدمت گزاری کریں، اور اس کا نام لے کے برکت مانگیں چنانچہ آج کے دن تک یوں ہی ہے"۔

اور ظاہر میں یہ عبارت کتاب شمار کے تینتیسویں باب کی عبارت کے مخالف ہے، اور سامری میں اس جگہ بھی ایسا ہی ہے، جیسا کتاب شمار میں ہے، اور عبارت اس کی یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۳ء و ۱۸۲۹ء):

"۳۱۔ اور موسیروث سے بنی یاعقان میں آئے۔

۳۲۔ اور بنی یاعقان سے چل کے حورالجد جاد کو خیمہ گاہ کیا۔

۳۳۔ اور حورالجد جاد سے راونہ ہو کے یطباث میں آرہے۔

۳۴۔ اور یطباث سے عبرونا میں آئے۔

۳۵۔ اور عبرونا سے چل کے عصیون جابر میں پہنچے۔

۳۶۔ اور عصیون جابر سے دشت میں جو قادس ہے آپڑے۔

۳۷۔ اور قادس سے چل کے کوہ ہور میں جو زمین ادم کی سرحد ہے آئے۔

۳۸۔ یہاں ہارون کاہن یہواہ کے ارشاد سے کوہ ہور پر گیا، اور اس نے بنی اسرائیل کی مصری ہجرت کے چالیسویں برس کے پانچویں مہینے کے پہلی تاریخ کو وفات پائی۔

۳۹۔ اور ہارون ایک سوتیس برس کا تھا، جو اس نے کوہ ہور میں وفات پائی۔

۴۰۔ اور عرار کنعان کے بادشاہ وارادم کے رہنے والے نے جو کنعان کے جنوب کے سمت کو رہتا تھا سنا کہ بنی اسرائیل آ پہنچے۔

۴۱۔ اور کوہ ہور سے کوچ کر کے صلمونا میں آئے۔

۴۲۔ اور صلمونا سے کوچ کر کے فونون میں آئے۔

۴۳۔ اور فونون سے الخ"۔

اور آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں ۷۷۹ و ۷۸۰ صفحوں کے اندر ڈاکٹر کنی کاٹ کی ایک بڑی لمبی چوڑی تقریر نقل کرتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"سامری کی عبارت صحیح اور عبری کی عبارت غلط ہے، اور درس پانچویں اور دسویں کے درمیان چھٹے درس سے نویں تک اس جگہ محض اجنبی ہیں، اگر ان کو اڑایا جاوے تو ساری عبارت خوب مرتبط ہو جاتی ہے، سو یہ چاروں درس کاتب کی غلطی سے مرقوم ہوئے ہیں، اور کتاب استثناء کے دوسرے باب کے ہیں"۔

اور اس تقریر کے نقل کے بعد اس کو پسند کر کے لکھتا ہے کہ:

"یہ تقریر جلدی سے انکار نہ کیجائے"۔

میں کہتا ہوں کہ کنی کاٹ نے دو حکم کئے:

ایک یہ کہ سامری کی عبارت صحیح اور عبری کی غلط ہے۔

دوسرا یہ کہ یہ درس دوسرے باب کے تھے غلطی سے یہاں لکھے گئے، اور آدم کلارک نے اسے تسلیم کیا۔

آٹھارہواں اختلاف

کتاب استثناء کے بتیسویں باب کا پانچواں درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''انہوں نے آپ کو خراب کیا، ان کا داغ وہ داغ نہیں جو اس کے لڑکوں پر ہوتا ہے، وے کجر داور تیرے قرن ہیں''۔

اور سامری اور یونانی اور ترجمہ ارامی میں یوں ہے:

''وہ خراب کیے گئے ہیں، وہ اس کے نہیں ہیں، وے غلطی یا داغ کے بیٹے ہیں''۔

تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

''یہ عبارت اصل کے قریب تر ہے''۔

اور بشب ہارسلی اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۲۱۵ میں لکھتا ہے کہ:

''اس درس کو سامری اور سپٹواجنٹ اور ہیولی کنیٹ اور کنی کاٹ کے موافق پڑھنا چاہیے، اور عبری متن یہاں محرف ہے''۔

میں کہتا ہوں کہ اگلے اختلاف میں معلوم ہو جائے گا کہ اس درس کے بابت محقق لیکلرک کی بھی یہی تحقیق ہے کہ:

''قرینہ اور سیاق سامری اور یونانی کی صحت کو چاہتا ہے''۔

پس بقول بشب ہارسلی کے عبری توریت اس جگہ محرف ہے اور مترجم عربی ۱۸۳۱ء یوں ترجمہ کرتا ہے:

"اخطوا اليه وهو بری من انباء القبائح ايها الجيل الاعوج املتلوی"۔

دیکھو کیا بے باکی ہے کہ جو قلم کی زبان پر آیا لکھ دیا، اور اس کو کلام ربانی بتلایا۔

انیسواں اختلاف

لیکلرک نے جس کو ہارن مشہور محقق کہتا ہے: عبری اور سامری میں انسٹھ مقامات اختلاف کے نکال کے ان کو اس طرح چھ قسم پر بانٹتا ہے:

پہلی قسم وہ مقامات جن میں سامری عبری کی نسبت زیادہ صحیح ہے، اور وہ گیارہ مقامات ہیں۔

دوسری قسم وہ کہ قرینہ اور سیاق اس کو چاہتا ہے جو کہ سامری میں ہے، اور وے سات مقامات ہیں۔

تیسری قسم وہ جن میں سامری میں زیادتی ہے، اور وہ تیرہ مقامات ہیں۔

چوتھی قسم وہ کہ سامری میں ان مقامات کے اندر تبدیلی ہوئی، اور تبدیلی کرنے والا کوئی محقق ہوشیار ہے اور وہ سترہ مقامات ہیں۔

پانچویں قسم وہ کہ سامری میں ان مقامات پر مضمون زیادہ پر مغز ہیں، اور وہ دس مقامات ہیں۔

چھٹی قسم وہ کہ ان مقامات میں سامری کے اندر نقصان اور کمی ہے، اور وہ دو مقامات ہیں"۔

اور ہارن صاحب کی اس عبارت سے جس کی نقل دوسری ہدایت کے اندر توریت سامری کے بیان میں گذری معلوم ہو چکا ہے کہ ان انسٹھ مقامات میں عبری کی نسبت سامری کم و بیش صحیح ہے، اور ان مقامات کی تفصیل جدول میں لکھی جاتی ہے۔

پہلی قسم	دوسری قسم	تیسری قسم	چوتھی قسم	پانچویں قسم	چھٹی قسم
۱۱ کے	۷ کے	۱۳ کے	۱۷ کے	۱۰ کے	۲ کے
مقامات	مقامات	مقامات	مقامات	مقامات	مقامات

کتاب پیدائش میں ۹ مقامات		کتاب پیدائش میں ۶ مقامات		کتاب پیدائش میں ۳ مقامات		پیدائش میں ۱۳ مقامات		کتاب پیدائش میں ۶ مقامات		کتاب پیدائش میں ۲ مقامات	
درس	باب	درس	باب	درس	باب	درس	باب	درس	باب	درس	باب
						۲	۲				
۴	۲	۴۹	۳۱	۱۵	۲۹	۱۰	۴	۸	۵	۲۰	۱۶
۲	۷			۳۶	۳۰	۵	۹	۳۱	۱۱	۲۵	۱۴
۱۹	۱۹	۲۶	۳۵	۱۶	۴۱	۱۹	۱۰				
۲	۲۰	۱۷	۳۷	کتاب خروج ۷ مقامات		۲۱	۱۱	۹	۱۹		
				درس	باب	۳	۱۸	۳۴	۲۷		
۱۶	۲۳	۳۴و۴۳	۴۱	۱۸	۷	۱۲	۱۹	۴	۳۹		
۱۴	۳۴			۲۳	۸	۱۶	۲۰	کتاب خروج میں ۲			
		۱۳	۴۷	۵	۹	۵۵و۲۸	۲۴	درس	باب		
۱۰و۱۱	۴۹	کتاب استثناء میں ۱		۲۰	۲۱	۷	۳۵	۴۰	۱۲		
۲۶	۵۰			۵	۲۲	۶	۳۶				
کتاب خروج میں ۲ مقامات		درس	باب	۱۰	۲۳	۵۰	۴۱	۱۷	۴۰		
درس	باب	۵	۳۲	۹	۳۲	کتاب خروج میں ۳		کتاب شمار میں ۱			
۲	۱			کتاب قوانین کے ۲ مقامات		۵	۱	درس	باب		
۲	۴			درس	باب	۶	۱۳	۱۴	۴		
				۱۰	۱	۵	۱۵	کتاب شمار میں ۱			
				۴	۱۷	کتاب شمار میں ۱		درس	باب		
				کتاب استثناء میں ۱							

		درس باب	باب درس ۱۶	۲۰
		۲۱ ۵	۳۲ ۲۲	

اور کوئی شخص محقق لیکلرک کے کلام سے حصر نہ سمجھے، اور یہ خیال نہ کرے کہ فقط انہیں انسٹھ (۵۹) مقامات میں عبرانی اور سامری کے اندر اختلاف ہے، اس لئے کہ ان مقامات میں سے جن کا ذکر میں نے تفصیلاً کیا چھٹا، اور آٹھواں اور تیرہواں اور پندرہواں اور سولہواں اور سترہواں مقام ایسا ہے کہ ان کو اس محقق نے کسی قسم میں نہیں لیا، اور ان کے علاوہ اور بھی مقامات ہیں جنھیں اس کتاب میں میں نے ذکر نہیں کیا۔

بیسواں اختلاف

کتاب یوشع کے دسویں باب کا پندرہواں درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''بعد اس کے یوشع نے اور اس کے ساتھ سارے بنی اسرائیل نے جلجال کے خیمہ گاہ کو مراجعت کی''۔

اور یہ درس ترجمہ یونانی میں نہیں، اور عبری میں تحریف کر کے کسی نے بڑھا دیا ہے۔

بشب ہارسلی اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۲۶۰ میں لکھتا ہے کہ:

''ترجمہ سپٹو اجنٹ کے موافق اس درس کو چھوڑ دینا چاہئے''۔

اکیسواں اختلاف

کتاب یوشع کے انیسویں باب کا چونتیسواں درس عبری کے اندر یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''اور حد مغرب کے جانب میں ارلاٹ تابور کے طرف پھری، اور وہاں

سے حوقوق کے پاس سے نکل کے زاہوں سے جنوب کی سمت اور اشیر سے مغرب کی سمت اور بنی یہودا کے سرحد میں اردن سے مشرق کی سمت جا ملی"۔

اور یہ جملہ "اور بنی یہودا کے سرحد میں الخ" دوسرے ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور بنی یہودا کی سرحد میں یردن سے مشرق کی سمت جا ملے"۔

(نسخہ ۱۸۳۸ء):

"بطرف طلوع آفتاب تا یہودا برلب یردین رسید"۔

حالانکہ یہ غلط ہے، اور یہ جملہ سپٹواجنٹ میں پایا نہیں جاتا۔

اور آدم کلارک مفسر عبری کے اندر اس میں تحریف کو مانتا ہے، جیسا کہ اس کا بیان پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب کے میں پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب کے ذیل میں پہلی قسم کی مثالوں میں سے بارہویں مثال کے اندر گذرا۔

اور ۱۸۴۵ء والا مترجم اس جگہ کچھ تحریف کر گیا، اور اس درس کا یوں ترجمہ کیا:

"واین سرحد بطرف غربی بہ ازنوث تابور گردش میکرد واز انجا بہ حقوق میر سید از طرف جنوب بر بوٹون میجو دواز طرف مغرب بہ اشیر د یہودا، واز سمت بر حواتن آفتاب ہارون بخورد"۔

بائیسواں اختلاف

کتاب یوشع کے چوبیسویں باب میں عبری کے نسخے کے اندر یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"۱۔ بعد اس کے یسوع نے سارے بنی اسرائیل کے اسباط کو سکم میں جمع کیا الخ۔

۲۵۔ یسوع نے اس روز لوگوں سے عہد کیا، اور ان کے لئے سکم میں

ایک رسم اور دستور مقرر کیا"۔

اور یہ جملہ "یسوع نے سارے بنی اسرائیل کے الخ" اور یہ جملہ "ان کے لئے سکم میں الخ" دوسرے ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۳۸ء):

"ویہودا یشوع تمامی فرقہائے بنی اسرائیل را در سکم جمع کردہ وقانونے وآئینے در سکم برائے ایشان مقرر کرد"۔

(نسخہ ۱۸۴۵ء):

"ویوشع تمامی اسباط اسرائیل را بہ شکم جمع آوردہ واز برائے ایشان فرائض واحکام در شکم وضع کرد"۔

اور ترجمہ یونانی میں "شکم" کے جگہ "شیلو" ہے، اور یہی صحیح ہے، اور مترجم ۱۸۲۹ء والا مترجم "سکم" لکھتا ہے نہ "شیلو" بلکہ "نابلس" لکھتا ہے، اور عبارت اس کی یوں ہے:

"بعد اس کے یوشع نے سارے بنی اسرائیل کے فرقوں کو نابلس میں جمع کیا، اور ان کے لئے نابلس میں ایک رسم اور دستور مقرر کیا"۔

تیئسواں اختلاف

کتاب یوشع کے اسی چوبیسویں باب کے تیسویں درس کے بعد یونانی ترجمہ میں اتنی عبارت زائد ہے:

"اور انہوں نے اس قبر میں جس میں اس کو گاڑا، اس کے ساتھ وہ لوہے کی چھریاں رکھی، جن سے اس نے جلجال میں بنی اسرائیل کی ختنہ کی تھی، جیسا انہیں خداوند نے حکم کیا، جب وہ انہیں مصر سے باہر لایا، اور وہ آج کے دن تک وہاں ہیں"۔

اور آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں اس عبارت کو نقل کر کے لکھتا ہے

کہ:

''اگستاین اس فقرے کو کتاب یوشع کے تیسویں سوال میں لکھتا ہے، غالباً اس نے کسی نسخہ سیٹواجنٹ سے نقل کیا ہوگا''۔

چوبیسواں اختلاف

کتاب القضات کے پہلے باب کا اٹھارواں درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء و ۱۸۴۲ء):

''اور یہودا نے غزہ اور اس کے نواحی اور عسقلان اور اس کے نواحی اور عقروں اور اس کے نواحی کو لے لیا''۔

اور فارسی اور عربی اور انگریزی کے سب ترجمے اس کے موافق ہیں، اور ترجمہ یونانی میں یوں ہے:

''اگرچہ یہودا نے غزہ اور اس کے نواحی پر قبضہ نہیں کیا، اور نہ عسقلان پرالخ''۔

دیکھو ایک میں اثبات ہے اور دوسرے میں نفی، ایک یقیناً غلط ہے، اور محرف۔

پچیسواں اختلاف

کتاب القضات کے چودہویں باب کے پندہویں درس میں عبری نسخے کے اندر یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء و ۱۸۴۲ء):

''اور ساتویں دن انہوں نے شمشون کی جورو (بیوی) سے کہا''۔

اور ترجمہ یونانی میں ''ساتویں دن'' کے جگہ ''چوتھا دن'' ہے۔

چھبیسواں اختلاف

کتاب القضات کے سولہویں باب میں عبرانی نسخہ ناقص ہے۔
بشپ ہارسلی اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں لکھتا ہے کہ:

''اس باب کے تیرہویں درس کے آخر اور چودہویں درس کے اول میں کچھ رہ گیا ہے، سوسپٹواجنٹ سے لیکر اس طرح بڑھانا چاہئے، اور اس نے اس سے کہا کہ اگر تو میری سات لٹین تانے کے ساتھ بنے اور میخ سے دیوار سے لگادے تو ایسا کمزور ہو جاؤں گا جیسے اور آدمی، اور اس نے اسے سلایا، اور اس کی سات لٹین تانے کے ساتھ بن کے میخ سے باندھا، اور ایک ستون پر الخ''۔

ستائیسواں اختلاف

سموئیل کی پہلی کتاب کے چودہویں باب کا اٹھارواں درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''اس وقت شاؤل نے احیا کو کہا خدا کا صندوق یہاں لا، کیونکہ خدا کا صندوق اس روز بنی اسرائیل کے درمیان تھا''۔

اور ترجمہ یونانی میں یہ درس یوں ہے:

''اس وقت شاؤل نے احیا کو کہا افود لا، کیونکہ اس وقت وہ افود کو پہنے ہوئے بنی اسرائیل کے آگے تھا''۔

دیکھو عبری کا مطلب کہاں اور یونانی کا کہاں۔

اٹھائیسواں اختلاف

اسی کتاب کے اسی چودہویں باب کا بائیسواں درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''اور وہ سب بنی اسرائیل بھی جو کوہ افرایم میں چھپ رہے تھے، یہ سن کر کہ فلسطانی بھاگے فی الفور نکل کے قتال کے میدان میں ان پر آپڑے''۔

اور ترجمہ یونانی اور لاطینی میں اتنی عبارت زائد ہے:

''اور شاول کے ساتھ دس ہزار آدمیوں کے قریب تھے''۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں صفحہ ۱۱۴۴ کے اندر اس عبارت کو نقل کر کے لکھتا ہے:

''اس زیادتی کے لئے کوئی سند نہیں''۔

انتیسواں اختلاف

اسی کتاب کے سترہویں باب اور اٹھارویں باب میں عبری اور یونانی میں بڑا اختلاف ہے۔

آدم کلارک مفسر اس کتاب کے سترہویں باب کے بارہویں درس کے شرح کے ذیل میں لکھتا ہے کہ:

''اس ۱۲ درس سے ۳۱ درس تک، اور اکتالیسواں درس اور درس ۵۴ سے آخر باب تک، اور اٹھارویں باب کے اول کے پانچ درس، اور درس ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ سپٹواجنٹ میں غائب ہیں، اور نسخہ اسکندریانوس میں پائے جاتے ہیں''۔

دیکھو آخر اس بات کو ڈاکٹر کنی کاٹ نے تحقیق کر دیا ہے کہ یہ درس اصل متن کے جزو نہیں۔

پھر اسی باب کے آخر میں ایک لمبی چوڑی تقریر کنی کاٹ کی نقل کرتا ہے جس سے ان درسوں کا اس سے الحاقی ہونا ثابت ہے۔

اور اس میں کے بعضے جملے نقل کرتا ہوں، کہتا ہے:

''اگر کوئی کہے کہ الحاق کب ہوا تو کہوں گا کہ یوسفیس کے وقت میں یہودیوں کو خیال تھا کہ مقدس کتابوں کی تاریخ کو جلا دیویں نمازیں اور گیت اور تاریخ کی نئی باتیں ایجاد کر کے۔

دیکھو بہت سے الحاق کتاب استیر کے، اور بڑی کہانی شراب اور عورتوں اور سچ کی جو اصل تاریخ عزرا اور نحمیا کے بیچ میں لی گئی، اور بنائی گئی، اور اب وہ عزرا کی کتاب اول کہلاتی ہے۔ اور دیکھو تین لڑکوں کا گیت جو دانیال کی کتاب میں داخل کر دیا، اور دیکھو بہت سے الحاق یوسیفس میں، پس ہو سکتا ہے کہ یہ باتیں حاشیہ میں لکھی گئی ہوں، پھر کاتبوں کی بے پروائی سے متن میں لکھی گئی ہوں۔"

تیسواں اختلاف

کتاب دوم سموئیل کے چوتھے باب کا چھٹا درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"سو انہوں نے گھر کے اندر چپکے سے گھس کے گیہوں لینے کے بہانے سے اس کی پانچویں پسلی میں مارا، اور راخاب اپنے بھائی بعنا سمیت بھاگ گیا"۔

اور یہ درس ترجمہ سپٹواجنٹ میں یوں ہے:

"اور اب دیکھو کہ گھر کے درمیان گیہوں صاف کرتا تھا، اور تھک کر سویا پس ریکاب اور بعنہ دونوں بھائی چپکے سے گھر میں گئے الخ"۔

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ یوسیفس کا بیان بھی یونانی کے مطابق ہے۔

اکتیسواں اختلاف

کتاب سموئیل کے پانچویں باب میں عبرانی نسخہ کے اندر یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۵ء):

"۱۴۔ اور اس کے ان بیٹوں کے نام جو اور شلیم میں پیدا ہوئے، یہ تھے سامورع اور ساخوب اور ناتان اور سلیمان۔

۱۵۔ اور یوحنا بار اور الیشع اور نفع اور یفع۔

۱۶۔ اور البشاع اور البداع اور علیفط"۔

اس کے موافق داؤد کے گیارہ بیٹے ہیں، اور سپٹوا جنٹ میں اس جگہ چوبیس نام لکھے ہیں۔

اور آدم کلارک مفسر اس اختلاف کو بیان کر کے اور ان چوبیس ناموں کو لکھ کر کہتا ہے کہ:

"بلاشبہ یہاں کچھ ناموں میں تحریف ہے"۔

دیکھو اس مفسر کے اقرار کے موافق تیرا کا فرق ہے، اور ناموں میں تحریف ہے۔

بتیسواں اختلاف

کتاب دوم سموئیل کے چھٹے باب کا پہلا درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"پھر داؤد نے بنی اسرائیل میں سے تیس ہزار انتخابی جوان جمع کئے"۔

اور آدم کلارک مفسر کہتا ہے کہ:

"یہاں تیس ہزار ہیں، اور سپٹوا جنٹ میں ستر ہزار"۔

دیکھو چالیس ہزار کا فرق ہے۔

تینتیسواں اختلاف:

کتاب دوم سموئیل کے چوبیسویں باب کے تیرہویں درس میں عبری کے اندر سات برس ہیں، اور یونانی میں تین برس، اور آدم کلارک مفسر نے عبری کے محرف ہونے کا اس جگہ اقرار کیا ہے، اور اس کا بیان پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں

پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب کے ذیل میں پہلی قسم کی مثالوں میں تیسری مثال کے اندر گذرا۔

چونتیسواں اختلاف

سلاطین کی پہلی کتاب کے پانچویں باب کا سولہواں درس عبری کے اندر یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"سلیمان کے تین ہزار تین سو اہل کار تھے الخ"۔

آدم کلارک لکھتا ہے کہ:

"یونانی میں اس جگہ تین ہزار چھ سو ہیں"۔

دیکھو کہ دونوں میں تین سو کا فرق ہے۔

پینتیسواں اختلاف

سلاطین کی پہلی کتاب کے چھٹے باب کا پہلا درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"زمین مصر سے بنی اسرائیل کے نکلنے کو چار سو اسی برس گذرے تھے کہ سلیمان کی سلطنت کے چوتھے سال جو بنی اسرائیل پر تھی رف کے مہینے جو دوسرا مہینہ مال کا ہے ایسا ہوا کہ سلیمان نے خدا کا گھر بنانا شروع کیا"۔

آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں صفحہ ۱۲۹۳ کے اندر اس درس کے ذیل میں لکھتا ہے کہ:

"کچھ ضرور (ضروری) نہیں کہ اس زمانے کی بابت تاریخ والوں کے اختلاف پر مطلع کروں، کیونکہ اصل عبری میں ۴۸۰، یونانی میں ۴۴۰، گلیکاس کے نزدیک ۳۳۰، ملکیور کانوس کے نزدیک ۵۹۰، یوسفیس کے نزدیک ۵۹۲، ملپی سیومن سوید کے نزدیک ۵۸۸، کلیمیس اسکندریانوس کے نزدیک ۵۷۰،

سیڈری نس کے نزدیک ۶۵۲، گوڈ دو مانوس کے نزدیک ۵۹۸، اورواسی یوس و کاپالوس کے نزدیک ۵۸۰، سراریوس کے نزدیک ۶۸۰، نیکولاس ابراہیم کے نزدیک ۵۲۷، سٹلی نوس کے نزدیک ۵۹۲، پٹیاویوس وداتھی روس کے نزدیک ۵۲۰"۔

دیکھو اگر سلاطین کی کتاب الہامی اور غیر محرف ہوتی تو یہ مؤرخ خصوصاً یوسفیس اور کلیمنس اسکندریانوس کس طرح اس کی مخالفت کرتے، اور ان لوگوں نے تو اس جگہ نہ عبری کو معتبر جانا نہ یونانی کو، پس معلوم ہوا کہ سلف کے اہل کتاب کے نزدیک ان کتابوں کا اعتبار اور دوسری تاریخوں سے بڑھ کر نہ تھا۔

چھتیسواں اختلاف

کتاب اول اخبار الایام کے نویں باب کا پینتیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور جیعون میں جیعون کا باپ یعوایل رہتا تھا، اور اس کی جورو کا نام موکہ تھا"۔

اور آخری جملہ دوسرے ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۳۸ء):

"نام زن وے موکہ بود"۔

(نسخہ ۱۸۴۵ء):

"نام زنش معکاہ بود"۔

آدم کلارک مفسر لکھتا ہے کہ:

"عبری میں بہن لکھتا ہے، اور ترجمہ یونانی اور لاطینی اور سریانی میں جورو، دوسرے مترجمین نے انہیں ترجموں کی پیروی کی ہے"۔

دیکھو غضب خدا کا، کہاں جورو اور کہاں بہن۔

اور یہاں تو فرقہ پروٹسٹنٹ کے مترجمین بھی جو عبری کے حمایت کا دم بھرتے ہیں لاچار ہو کے عبری کو محرف اور غلط سمجھ کر ترجمہ یونانی اور لاطینی کی پیروی کرتے ہیں۔

سینتیسواں اختلاف

کتاب دوم اخبار الایام کے تیسرے باب کے چوتھے درس میں عبری نسخہ کے اندر ''ایبارے ارتفاع ایک سو بیس ہاتھ'' لکھا ہوا ہے، اور ترجمہ یونانی کے نسخہ اسکندریانوس میں فقط بیس واقع ہیں، اور یہی صحیح ہے۔

اڑتیسواں اختلاف

کتاب دوم اخبار الایام کے بائیسویں باب کے دوسرے درس میں عبری کے اندر بیالیس ہیں اور یونانی کے بعضے نسخوں میں بائیس، اور یہی صحیح ہے۔

انتالیسواں اختلاف

کتاب دوم اخبار الایام کے اٹھائیسویں باب کے ۱۹ درس میں عبری کے اندر ''اسرائیل'' کا لفظ واقع، اور یونانی اور لاطینی میں ''شاہ یہودا'' ہے، اور یہی صحیح ہے۔

چالیسواں اختلاف.

کتاب دوم اخبار الایام کے چھتیسویں باب کے دسویں درس میں عبری کے اندر صدقیاہ کو یہویکین کا بھائی لکھا ہے، اور یونانی اور اور ترجموں میں چچا، اور یہی صحیح ہے، اور ان چار اختلافوں (یعنی سینتسویں سے چالیسویں تک) کا بیان پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب کے ذیل پہلی قسم کے مثالوں کے اندر گذرا۔

اکتالیسواں اختلاف

آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں صفحہ ۱۶۷۶ کے اندر لکھتا ہے:

''دسپٹو اجنٹ میں کتاب نحمیا کے بارہویں باب کے اندر تیسرا درس لفظ شکیناہ کے سوااور ۴و۵و۶و۹و۳۷و۳۹و۴۰و۴۱ درس متروک ہیں، اور ترجمہ عربی میں پہلے درس سے چھبیسویں درس تک اوراٹھیسواں درس متروک ہے''۔

بیالیسواں اختلاف

کتاب استیر کے عبری نسخہ میں کل دس باب ہیں، اور دسواں باب تیسرے درس پر ختم ہوتا ہے، اور یونانی اور پرانی لاطینی میں اس کتاب کے سولہ باب ہیں، اور دسویں باب کے تیرہ درس ہیں، اور اس کا بیان پہلی ہدایت کے اندر اس کتاب کے بیان میں گذرا۔

تینتالیسواں اختلاف

کتاب ایوب کے اٹھائیسویں باب کا چودہواں درس عبری کے اندر یوں ہے (نسخہ ۱۸۳۸ء):

''چوں۔ گل از مہر مبدّل می شود وایشان چوں در لباس فاخرہ ظاہر ہستند''۔

او ترجمہ یونانی میں یوں ہے:

''مٹی لے کے کیا تونے اسے زندہ پیدائش بنایا، اور اس کو بولنے کی قوت دیکر زمین پر رکھا''۔

دیکھو وہ کہاں اور یہ کہاں، زمین آسمان کا فرق ہے، ایک ان میں سے غلط اور محرف ہے۔

تفسیر ہنری واسکاٹ میں ہے کہ:

''اس درس نے مفسروں کو بہت خیال (حیرت) میں ڈالا ہے''۔

چوالیسواں اختلاف

کتاب ایوب کے بیالیسویں باب کا ۱۷ درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

''اور ایوب عمر دراز اور پرسالہ مرگیا''۔

اور اس درس پر عبری نسخہ ختم ہوتا ہے، اور یونانی ترجمہ میں اس درس کے آخر میں اتنی عبارت زائد ہے کہ:

''وہ ان لوگوں کے ساتھ جنہیں خداوند اٹھاتا ہے پھر اٹھے گا''۔

اور اس ترجمہ کے بعد ایوب کا ایک نسب نامہ اور کچھ حال اس کا مختصر طور سے لکھا ہوا ہے۔

اور اس تتمہ کو کامٹ اور ہرڈر نے واجب التسلیم اور کتاب الہامی کا جزء مانا ہے، اور فلو اور پولی ہسٹر نے بھی مانا، اور ارجن کے وقت میں بھی اس کو مانتے تھے، اور تھیوڈوشن نے بھی اپنے ترجمہ یونانی میں اس تتمہ کو لکھا ہے، اور اب متاخرین اس میں شک کرتے ہیں۔

تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

''بہ ظاہر یہ تتمہ جعلی ہے، اگرچہ مسیح سے پہلے لکھا گیا''۔

پینتالیسواں اختلاف

چودہویں زبور کا تیسرا درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

''وہ سب بے راہ ہوگئے، وہ سب کے سب سڑ گئے، کوئی نیکوکار ایک بھی نہیں''۔

اور ترجمہ یونانی واٹھکانوس اور ترجمہ لاطینی اور اتھیوپک اور ترجمہ عربی میں اس کے بعد اتنی عبارت زائد ہے

”۴ ان کی گلی کھلی ہوئی قبریں ہیں، وہ اپنی زبانوں سے جھوٹ کہتے ہیں، ان کے لبوں کے اندر کالے سانپوں کا زہر ہے:

۵۔ ان کے منہ لعنت اور کڑواہٹ سے بھرے ہیں۔

۶۔ ان کے پاؤں خون کرنے کو تیز رو ہیں۔

۷۔ ہلاکی اور اذیت ان کی راہوں میں ہے۔

۸۔ اور وہ آرام کی راہ نہیں پہچانتے ہیں۔

۹۔ ان کے آنکھوں کے سامنے خدا کا خوف نہیں ہے“۔

اور عیسائیوں کے مقدس پولوس نے بھی اس عبارت کو اپنے نامہ رومیہ کے تیسرے باب میں تیرہویں درس سے اٹھارویں درس تک مختار قول کے موافق یونانی ہی سے نقل کیا، بلکہ عیسائیوں میں سے بعض حضرات نے تحریف کر کے ان چھ درسوں کو زبور میں بھی انجیل سے لیکر ملا دیا تھا، اور مترجم لاطینی اور اتھیوپک اور عربی نے تو بلاشبہ ان کو کتاب الہامی زبور کا جز جانا ہے۔

آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی تیسرے جلد میں زبور مذکور کے تیسرے درس کی شرح کے ذیل میں صفحہ ۱۹۶۵ کے اندر لکھتا ہے:

”تیسرے درس کے بعد چھ (۶) درس جو نامہ رومیہ کے تیسرے باب کے ۱۳ درس سے ۱۸ درس تک پولوس نے نقل کئے ہیں، ترجمہ یونانی ریکانوس اور ترجمہ لاطینی اور ترجمہ اتھیو پک اور ترجمہ عربی میں واقع ہیں“۔

پھر پانچویں جلد کے اندر نامہ رومیہ کے تیسرے باب کے ۱۳ درس کی شرح کے ذیل میں لکھتا ہے:

"یہ درس اور اس کے بعد کے درس ۱۸ تک ترجمہ سپٹو اجنٹ میں موجود ہیں، لیکن عبری میں نہیں، اور بہت ہی ظاہر ہے کہ حواری نے ترجمہ ہی سے نقل کئے ہیں، کیونکہ مذکورہ درس کسی اور جگہ پائے نہیں جاتے جو حواری کے الفاظ سے اتنی مناسبت رکھتے ہوں، اگر چہ درس مذکورہ اسکندریانوس کے نسخہ میں نہیں، لیکن لاطینی اور اتھیوپک اور عربی میں موجود ہیں، لیکن چونکہ یہ درس سپٹو اجنٹ کی بہت پرانی نقلوں میں نہیں، اس لئے بعض نے کہا ہے کہ حواری نے ان کو مقدس کتابوں کے مختلف جگہوں سے لیا ہے، اور نقل نویسوں نے اس کے بعد ۸ و ۱۱و۱۲ درس کو چودھویں زبور سے منقول دیکھ کر یہ خیال کیا کہ یہ باقی درس بھی اصل متن میں وہاں تھے، سو انہوں نے اپنی نقلوں میں حواری کے متن سے لیکر ان کو ملا لیا"۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا) دیکھو اس قول سے "اور بہت ہی ظاہر ہے الخ" صاف بتلاتا ہے کہ اس کے نزدیک مختار یہی ہے، اور بعض کا قول ضعیف ہے۔

اس کا قول:

"لیکن چونکہ سپٹو اجنٹ کے الخ"۔

میں کہتا ہوں کہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ بہت پرانے نسخے یہود کے عبادت خانوں کے ہوں گے کہ ان میں انہوں نے نامہ رومیہ کی تغلیط کے واسطے ان درسوں کو گرا دیا ہوگا، یا عیسائی حضرات نے اپنی انجیل کی تصحیح کے واسطے اپنے سب نسخوں میں ان کو ملا لیا ہوگا، بہر حال دونوں میں سے ایک محرف ہے۔

اور یہ قول "نقل نوسیوں نے الخ" پچھلے احتمال کی تائید کرتا ہے۔

چھیالیسواں اختلاف

زبور چوتیسویں کا دسواں درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

''اور حاجت مند باگ (باگھ) بھوکے ہیں الخ''۔

(نسخہ ۱۸۴۴ء):

''باگہہ حاجتمند اور بھوکے ہیں الخ''۔

(نسخہ ۱۸۳۸ء):

''شیر بچگان محتاج می شوند و فاقہ میکشند الخ''۔

اور یونانی میں یوں ہے:

''امیر آدمی فقیر اور بھوکے ہیں الخ''۔

آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی تیسری جلد میں صفحہ ۲۰۴۰ کے اندر یونانی کی عبارت کو نقل کر کے کہتا ہے کہ:

''یہوبی گینٹ اسی عبارت کو پسند کرتا ہے، اور مضمون اور ربط بھی یقیناً اسی کو چاہتا ہے، اور لاطینی اور یونانی اور اتھیو پک اور عربی اور انیکوسکن میں بھی یہی عبارت ہے''۔

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

''یونانی کے موافق اور ترجمے بھی ہیں، اور اس لفظ میں جس کے معنی شیر ہیں اور اس لفظ میں جس کے معنی قوی ہیں صرف ایک حرف کا فرق ہے''۔

سیتالیسواں اختلاف

زبور چالیسویں کے چھٹے درس کے اندر عبری میں یوں ہے:

''تو نے میرے کان کھولے''۔

اور نامہ عبرانیہ کے دسویں باب کے پانچویں درس میں یوں ہے:

''میرے لئے ایک بدن تیار کیا''۔

اور اس جگہ ان کے مفسر غلطی اور تحریف کو مان گئے ہیں، لیکن ڈاکٹر کنی کاٹ اور

آدم کلارک نے اس کو عبرانی نسخے میں، اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈمینٹ میں یونانی، اور نامہ عبرانیہ کے اندر مانا ہے۔
اور جامعین تفسیر ہنری اور اسکاٹ نے مان کر تعین میں توقف کیا ہے، اور اس کی تشریح پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے تیسرے شبہ کے جواب میں ساٹھویں اختلاف کے بیان میں گذری ہے۔

اڑتالیسواں اختلاف

۸۱۔زبور کا پانچواں درس عبری میں یوں ہے:

''اس نے یوسف کے لئے جب وہ زمین مصر کے برابر پہنچا جہاں میں نے وہ بولی سنی جسے میں نہیں سمجھتا یہ دستور ٹھہرایا''۔

اور یہ جملہ ''جہاں میں نے وہ بولی سنی جسے میں نہیں سمجھا'' یونانی ترجمہ میں یوں ہے:

''جہاں اس نے وہ بولی سنی جسے وہ نہ سمجھا''۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کی تیسرے جلد میں صفحہ ۲۱۹۲ کے اندر لکھتا ہے:

''چالڈی کے سوا سب ترجمے غائب کے صیغہ کے ساتھ پڑھتے ہیں، اور انہیں ترجموں کے موافق کنی کاٹ نے متن کو درست کر دیا''۔

میں کہتا ہوں کہ فرقہ پروٹسٹنٹ کے وہ پادری جواب عبرانی کے حامی ہیں اس جگہ مختلف ہیں، کوئی ان ترجموں کے موافق ترجمہ کرتا ہے اور اصل کو چھوڑتا ہے، اور کوئی اصل کے موافق (نسخہ ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۳ء):

''جہاں اس نے وہ بولی سنی جسے وہ نہ سمجھا''۔

(عربیہ ۱۸۳۱ء):

"وسمع لساناً لم یکن یعرفه"۔

(فارسیہ ۱۸۳۹ء):

"درانجا زبان مجہول رامی شنیدم"۔

(فارسیہ ۱۸۴۹ء):

"من درانجا زبانے راکہ نفہمیدم شنیدم"۔

انچاسواں اختلاف

زبور نواسیویں کا درس ۱۹ مروج الحال عبری نسخوں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۴ء):

"تونے رویا (خواب) میں اپنے مقدس کو فرمایا الخ"۔

(فارسیہ ۱۸۳۸ء):

"پس در عالم رویا با عزیز خود تکلم نمودے"۔

(عربیہ ۱۸۳۱ء):

"حينئذ كلّمت نبيّك بالوحي"۔

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

"سب ترجموں اور عبری کے بہت سے نسخوں میں یوں ہے، تونے رویا میں اپنے مقدسوں کو فرمایا الخ"۔

اور رومن کیتھولک کے انگریزی ترجموں میں اب تک ایسا ہی ہے، معلوم نہیں کہ پروٹسٹنٹ فرقہ کے پادری سارے ترجموں اور عبری کے بہت سے نسخوں کی کس لئے مخالفت کرتے ہیں اور جمع کے بجائے مفرد لکھتے ہیں۔

پچاسواں اختلاف

ستانویں (۹۷) زبور کا ساتواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

''شرمندہ ہوئیں وہ سب جو کھودے ہوئے بت پوجتے ہیں، اور بتوں پر پھولتے ہیں سارے معبود، تم اسے سجدہ کرو''۔

اور آخر کا جملہ یونانی میں یوں ہے:

''خدا کے سارے فرشتے اس کی عبادت کریں''۔

اور یونانی کے موافق عیسائیوں کے مقدس پولوس نامہ عبرانیہ کے پہلے باب کے چھٹے درس کے اندر نقل کرتے ہیں (نسخہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

''خدا کے سارے فرشتے اس کی پرستش کریں''۔

اکانواں اختلاف

ایک سو پانچویں زبور کے اٹھائیسویں درس میں عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

''انہوں نے اس کی بات سے سرکشی نہ کی''۔

(نسخہ ۱۸۴۴ء):

''انہوں نے اس کے سخن سے سرکشی نہ کی''۔

اور یونانی میں یہ جملہ یوں ہے:

''انہوں نے اس کی بات سے سرکشی کی''۔

دیکھو اول میں نفی اور دوسرے میں اثبات، ایک یقیناً غلط اور محرف ہے۔

تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے:

''اس فرق کے سبب سے مباحثہ نے بہت طول پکڑا ہے، اور بہ ظاہر یہ فرق حرف نفی کے داخل کرنے یا چھوڑنے سے پیدا ہوا ہے''۔

دیکھو ان کے مفسر لاچار ہو کر ایک کی غلطی اور تحریف کا تو اقرار کرتے ہیں، لیکن غلط کو معین نہیں کر سکتے۔

باونواں اختلاف

ایک سوانیسویں زبور کے اکسٹھویں درس میں عبری کے اندر یوں ہے:

"شریروں کی گروہ نے مجھے چورایا (چرایا)"۔

اور یونانی میں یوں ہے:

"شریروں کے جانوں نے مجھے گھیرا"۔

اور رومن کیتھولک سلف سے خلف تک یونانی کے موافق لکھتے آئے ہیں، مگر اس جگہ تو پروٹسٹنٹ بھی لاچار ہوکر عبری کو چھوڑتے ہیں، اور یونانی کے موافق اپنے ترجموں میں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۳ء):

"شریروں کے جانوں نے مجھے گھیرا"۔

(نسخہ ۱۸۳۸ء):

"دوامہائے عاصیان مرا گرفتہ است"

(نسخہ ۱۸۴۵ء):

"دستہ ہائے شریران مرا احاطہ نمودند"۔

(نسخہ ۱۸۳۱ء):

"حبال الخطاۃ التفت علیّ"۔

غالب یہ ہے کہ اس جگہ تو سب مسیحی عبری کی عبارت کو ناپسند کرتے ہیں۔

ترپنواں اختلاف

کتاب اشعیا کے نویں باب کے چھٹے درس میں عبری میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"و نامش عجیب مشیر خدائے قادر پدر قرن لایزال حاکم سلامت خواندہ

خواہد شد''۔

(نسخہ ۱۸۴۵ء):

''واسم او عجیب و واعظ و خدائے کبیر و والد جاوید و اسرور سلامت خوانده خواہد شد''۔

(نسخہ ۱۸۴۳ء):

''اور وہ اس نام سے کہلاتا ہے جب مصلح خدائے قادر اب ابدیت شاہ سلامت ان کے موافق ایک نام یہ ہے ہیشگی کا باپ''۔

اور ترجمہ یونانی میں اس کے عوض بڑے شارع کا پیغمبر ہے، دیکھو یہ کہاں اور وہ کہاں۔

آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی چوتھے جلد میں صفحہ ۲۶۸۸ کے اندر لکھتا ہے:

''عبری میں ہیشگی کا باپ، یونانی میں بڑے شارع کا پیغمبر، اور عبری کے ایک نسخہ میں باپ مدد کرنے والا، ظاہر میں یہ کسی یہودی کی تحریف ہے''۔

چونواں اختلاف

کتاب اشعیا کے چالیسویں باب کا پانچواں درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

''اور خداوند کا جلال آشکارا ہوگا، اور سب بشر ایک ساتھ دیکھیں گے، کہ خداوند کے منہ نے یہ فرمایا ہے''۔

اور ترجمہ یونانی میں یوں ہے:

''اور خداوند کا جلال آشکارا ہوگا، اور سب آدمی ایک ہی ساتھ نجات ہمارے خدا کی دیکھیں گے، کیونکہ خداوند کے منہ نے یہ فرمایا ہے''۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کی چوتھی جلد میں صفحہ ۲۷۸۵ کے اندر اس عبارت کو نقل

کر کے لکھتا ہے:

''میں خیال کرتا ہوں کہ یہ اصل ہے، اور انگریزی مترجم نے یہ لفظ جو یونانی ترجمہ کی اس زیادتی کے قائم مقام ہے بڑھا دیا ہے، اور یہ ترجمہ ترک ہونا عبری متن میں بہت پرانا ہے، جو چالدی اور لاطینی اور سریانی کے ترجموں سے پہلے ہوئی ہے، مگر سپٹواجنٹ کے سب نسخوں میں یہ الفاظ موجود ہیں:

''اور لوقا نے ان کو تیسرے باب کے چھٹے درس میں مانا ہے، میرے ایک نہایت پرانے نسخے میں سارا درس غائب ہے''۔

اور ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسرے جلد کے پہلے حصہ کے آٹھویں باب میں لکھتا ہے کہ:

''لوقا نے تیسرے باب کے چھٹے درس میں یونانی کے موافق لکھا ہے، اور بشپ لوتھ نے اسی کو صحیح عبارت جان کر اپنے ترجمہ میں کتاب اشعیا کے اندر داخل کر لیا ہے''۔

اور تفسیر ہنری واسکاٹ میں ہے کہ:

''بعد لفظ ''دیکھیں گے'' کے یہ الفاظ ''نجات ہمارے خدا کی'' بڑھانے چاہئیں''۔

دیکھو باونویں باب کے دسویں درس کو اور ترجمہ یونانی کو، دیکھو کہ ان مفسروں کے اقرار کے موافق یہ کمی والی تحریف عبری کے اندر ہے، اور بقول آدم کلارک بہت پرانی ہے۔

پچپنواں اختلاف

یرمیا کی کتاب کے اکتیسویں باب کے بتیسویں درس میں عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"اور انہوں نے میرے اس عہد کو توڑا باوجودیکہ میں ان کا شوہر تھا،
خداوند کہتا ہے"۔

اور یونانی میں "باوجودیکہ میں ان کا شوہر تھا" کی جگہ یوں ہے:

"اور میں نے ان کا ملاحظہ نہ کیا"۔

اور نامہ عبرانیہ کے آٹھویں باب کے نویں درس میں یونانی کے موافق اس درس کو نقل کیا ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"اور میں نے انکا اندیشہ نہ کیا"۔

دیکھو دونوں عبارتوں میں کتنا فرق ہے۔

چھپنواں اختلاف

کتاب یرمیا کے چھیالیسویں باب کا پندرہواں درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"کیا سبب ہے کہ تیرے بہادر گرائے گئے، وہ کھڑے نہ رہے، کیونکہ
خداوند نے ان کو اوندھا کیا"۔

اور ترجمہ یونانی میں یوں ہے:

"کیوں تیرا پسندیدہ سانڈ تجھ سے بھاگا، کیوں وہ کھڑا نہیں رہا؟ اس
لئے خداوند نے اسے کمزور کیا، اور تیرا گروہ کمزور اور بے مروت تھا"۔

دیکھو وہ عبارت کہاں اور یہ کہاں۔

ستاونواں اختلاف

دانیال کی کتاب کے تیسرے باب کے درس ۲۳ و ۲۴ کے درمیان تین لڑکوں کا راگ اور اس کتاب کے آخر میں تاریخ بسانہ اور کھائی بل اور ڈریکن کے تیرہواں اور

چودہواں باب ترجمہ یونانی، تھیوڈوشن اور لاطینی میں لکھا ہوا ہے، اور رومن کیتھولک کے سارے انگریزی ترجموں میں اب تک موجود اور واجب التسلیم ہے، اور عبری میں ان کا وجود نہیں۔

اٹھاونواں اختلاف

توریت سامری میں احکام عشرہ مشہورہ پر ایک حکم اور بڑھایا ہوا ہے، جس کو عیسائی مذہب کے جمہور علماء محرف بتلاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ:

"سامریوں نے شرارت سے بڑھادیا ہے"۔

چوتھی ہدایت

ان وجوہ کے بیان میں جن کے سبب اہل کتاب کی مقدس کتابوں کے اندر تحریف ہو جانا بہت ہی آسان تھا۔

پہلی وجہ

پہلی وجہ یہ ہے کہ انگریزی مؤرخوں کے تصریح کے موافق چونکہ ساتویں صدی میں قلم کا ایجاد ہوا ہے، اور آٹھویں صدی میں کاغذ کا ایجاد، اور پہلے زمانے میں لکھنے اور حفاظت کرنے کا طریقہ بھی اچھا نہ تھا، اس لئے کتابوں کا وجود بہت ہی قلت سے ہوتا تھا، اور تحریف کرنے والوں کو تحریف کی گنجائش بہت ہوتی تھی، اور بہت آسانی سے کر سکتے تھے۔

ایک تاریخ انگریزی میں جو ۱۸۵۰ء میں چارلس ڈالمین کے مطبع کے اندر دارالسلطنت لنڈن میں چھپی ہے یوں لکھا ہوا ہے کہ:

"اگلے زمانے میں لوہے یا پیتل یا ہڈی کی سلائی سے سیسے یا لکڑی یا موم وغیرہا کی تختیوں پر لفظوں کے نقش کھودا کرتے تھے، اور پھر سب سے پہلے مصر والے درخت پیپرس کے پتے ان تختیوں کے بدلے استعمال میں لائے، پھر شہر پرگمس میں خس کی وصلی ایجاد ہوئی، اور آٹھویں صدی میں روئی اور ریشم سے کاغذ تیار ہوا، اور تیرہویں صدی میں کپڑے سے بنایا گیا، اور قلم کا ایجاد ساتویں صدی میں معلوم ہوتا ہے، اور اگلے زمانے میں کتاب ایک ہی طرف لکھی جاتی

تھی، اور لپیٹ کر رکھتے تھے، اور کھولنے کے وقت بڑی جگہ درکار ہوتی تھی، بعد اس کے مربع ورقوں پر دوطرفہ لکھنا شروع ہوا، پس اس بات سے واضح ہے کہ اس زمانہ کی نسبت اگلے زمانہ میں لکھنا اور ترجمہ کرنا اور پڑھنا اور کتاب کو حفاظت سے رکھنا بہت ہی مشکل تھا، اور جعل اور تحریف کا ہوجانا اس وقت کی کتابوں میں خواہ ارادۂ بد سے ہو یا اور سبب سے بہت ہی آسان تھا، اور مذکورہ خرابیوں کے سبب سے سب سے زیادہ توریت اور انجیل میں ملحدوں کا لحاظ کرکے اس کی قابلیت تھی"۔

(یہاں تک اس مؤرخ کا کلام تھا)

دیکھو ان خرابیوں کا لحاظ کرکے یہ عیسائی مؤرخ اقرار کرتا ہے کہ ملحدوں کو تحریف اور جعل کی توریت انجیل کے اندر بڑی گنجائش تھی، اور کچھ اس مؤرخ پر موقوف نہیں، ان باتوں کی اور انگریز مؤرخ بھی تصریح کرتے ہیں، اور کچھ قصداً تحریف پر موقوف نہیں، بلکہ چونکہ پہلے زمانے میں لکھنے اور محافظت کا طریقہ اچھا نہ تھا اس لئے بلاقصد بھی بڑی بڑی خرابیاں پڑجاتی تھیں، دیکھو دو چار ہی برس میں ارجن کی کتاب میں ایسی خرابی پڑگئی تھی کہ اصل اور اصلاح متمیز نہ رہی تھی، تو اب اور کتابوں کا سیکڑوں سال کے عرصے میں کیا قیاس کیا جائے، اور اس امر کا بیان دوسری ہدایت کے اندر ترجمہ سپٹواجنٹ کے بیان میں گذرا۔

اور آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے پہلے صفحہ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء):

"پہلے زمانے میں شرح کا یہ دستور تھا کہ حاشیہ پر کسی کسی لفظ کے معنی لکھ دیتے تھے، پھر اس کے بعد یہ دستور ٹھہرا کہ متن ہی کے ساتھ شرح کو ملا دیتے تھے، اور تمیز کے واسطے کچھ نشان کردیا کرتے تھے، اور بعضے دفعہ متن کی سطر کو اوپر

اور شرح کی سطر کو نیچے لکھتے تھے، اور کبھی شرح کو صفحے کے آخر میں لکھتے تھے، اور میں نے ان سب طرح کی شرحوں کو دیکھا ہے، اور میرے پاس بھی ایک بائبل ہے جو وِکلف کے زمانے سے پہلے کی لکھی ہوئی ہے، اور اس میں شرح متن کے ساتھ لکھی ہوئی ہے، اور تمیز کے لئے بعد میں کسی نے لکیر شرح کی عبارت کے نیچے کھینچ دی ہے، اور ایسے دستورات اختلاف عبارت کا ایک بڑا سبب بنے ہیں، کیونکہ جہاں تمیز کے نشان غفلت یا غیر غفلت کے سبب چھوٹ گئے وہاں شرح کی عبارت متن کا جزو سمجھی گئی، اور کاتبوں نے اس کو متن میں داخل کرلیا"۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا)

دیکھو یہ مفسر اقرار کرتا ہے کہ ایسے دستورات اختلاف عبارت کا ایک بڑا اسبب بنتے ہیں۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان خرابیوں کے سوا جن کا ذکر پہلی وجہ میں گذرا، یہ خرابی ہوئی کہ ان حوادث اور کفریات کا لحاظ کر کے جن کا بیان تفصیل سے پہلی ہدایت کے اندر توریت کے بیان میں پہلی وجہ کے اندر گذرا، توریت بلکہ عہد عتیق کی بعضے اور کتابوں کا بھی بخت نصر کی گردی سے پہلے ہی گویا خاتمہ ہو چکا تھا۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ کہ بخت نصر کے حادثہ میں یہود پر بہت بڑی تباہی پڑی کہ ہیکل ڈھائی گئی، اور یہ لوگ مقتول اور اسیر ہوئے، اور سب نسخے پرانے عہد عتیق کے کتابوں کے جو اس وقت تک تھے برباد ہوئے، یہاں تک کہ اگر عزراء پیدا نہ ہوتے اور وہ توریت کو پھر نہ لکھتے تو صحیح توریت کا وجود اس وقت میں بھی کسی کے پاس نہ نکلتا، اور

وقتوں کا تو کیا ذکر؟ اس جعلی کتاب میں جو عزرا کے طرف منسوب ہے لکھا ہوا ہے کہ:

''توریت جلائی گئی، اور کوئی توریت کو نہ جانتا تھا، اور کہا گیا ہے، کہ پھر عزرا نے روح القدس کی مدد سے اس سب کو جو توریت میں تھا لکھدیا ہے''۔

اور کلیمنس اسکندریانوس لکھتا ہے کہ:

''مقدس کتابیں جاتی رہیں، اور عزرا کو الہام ہوا کہ دوبارہ ان کو از سر نو کردے''۔

اور ٹرٹولین کہتا ہے کہ:

''مشہور ہے کہ یروشالم کی بربادی کے بعد جو بابلیوں کے ہاتھ سے ہوئی یہود کی کتابوں کا کل مجموعہ عزرا کے ہاتھ سے از سر نو پھر ہاتھ آیا ہے''۔

اور تھیوفلکٹ کہتا ہے کہ:

''مقدس کتابیں بالکل جاتی رہی تھیں، عزرا نے الہام سے پھر از سر نو بنائی ہیں''۔

اور بارہویں ہدایت کی چوتھی قسم میں اس قسم کی مناسبت سے اس کا ذکر آتا ہے۔

چوتھی وجہ

چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب پھر عزرا نبی کے طفیل سے عہد عتیق کے کتابوں کا وجود ہوا تو ان پر پھر انیٹوکس شہنشاہ فرنگستان کے عہد میں ایک سو اکسٹھ برس قبل ولادت مسیح کے ایک بڑی آفت پڑی کہ اس بادشاہ ظالم نے سب اصل نسخے عزرا کے اور سب نسخے مقدس کتابوں کے جتنے اس کو بڑی کوشش سے ملے پھاڑ کر جلادئے، اور ہر مہینے میں تلاش اس امر کی کرواتا تھا، اور جس کے پاس کوئی کتاب عہد عتیق کی نکلتی تھی اس کو مروا ڈالتا تھا، اور اس کتاب کو پھاڑ کر جلوادیتا تھا۔

مقابیس کی پہلی کتاب کے پہلے باب میں ہے کہ:

''انٹیوکس شہنشاہ فرنگستان نے اورشلیم کو فتح کر کے عہد عتیق کے کتابوں کے جتنے نسخے جہاں سے اسے ملے، پھاڑ کر جلادئے، اور حکم دیا کہ جس کے پاس عہد عتیق کی کوئی کتاب نکلے گی یا وہ شریعت کے رسم بجالاوے گا مارڈالا جاوے گا، اور ہر مہینے میں اس امر کی تحقیق عمل میں آتی تھی، اور جس کے پاس عہد عتیق کی کوئی کتاب نکلتی یا ثابت ہوتا کہ وہ شریعت کے رسم کو بجالایا وہ مارا جاتا تھا، اور وہ کتاب تلف کی جاتی تھی''۔

(یہاں تک مقابیں کا کلام تھا جو خلاصہ کے طور نقل ہوا،) اور یہ حادثہ ساڑھے تین برس برابر رہا تھا، جیسا تاریخ کی کتابوں سے ثابت ہے، اور یوسفیس مؤرخ نے اپنی تاریخ کے پانچویں کتاب کے نویں باب میں لکھا ہے۔

اور ملنز کاتلک اپنی کتاب میں جو ۱۸۴۲ء میں بلدۂ ڈربی کے اندر چھپی ہے صفحہ ۱۱۵ میں یوں لکھتا ہے کہ:

''اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ توریت کا اصل نسخہ اور اسی طرح عہد عتیق کی کتابوں کے اصل نسخے شہر اورشلیم اور ہیکل کے ساتھ بخت نصر کے لشکر کے ہاتھ سے غارت ہوئے، اور جب پھر عزرا کے طفیل سے ان کی صحیح نقلیں ہوئیں، وہ نقلوں کے نسخے بھی انیٹوکس کے حادثہ میں ضائع ہوئے، پھر ان کتابوں کے صداقت کی گواہی نہ تھی جب تک کہ مسیح اور حواریوں نے ان کی صداقت کی گواہی نہ دی تھی''۔

(یہاں تک کلام ملنز کا تھا جو ترجمہ کے طور منقول ہوا) اور کتاب ''مرآۃ الصدق'' میں جس کو پادری طامس انگلس کاتلک مذہب نے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کر کے چھپوایا ہے، یوں ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء صفحہ ۱۷):

''عالم وفاضل اس بات پر سب مقر ہیں کہ اورشلیم کی ہیکل اور شہر کے ساتھ وہ کتاب مقدس جو موسیٰ اور قدیم پیغمبروں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی، بینو قد

نذر کے عہد میں اسیری کی چڑھائی میں تاخت وتاراج ہوگئی، اور اگر چہ کتاب مقدس موصوف کو اس کی نقل مطابق اصل سے ایزرانبی نے پھر موجود کیا تھا پھر یہ نقل بھی انطاکیس کے آیندہ ظلموں کے وقت لٹ گئی، پس ایک شخص اپنی خاص رائے اور تمیز کی تقویت پر کہہ نہیں سکتا کہ کتاب مقدس جو اس کے پاس ہے سچی اور اصلی ہے یا نہیں"۔

(یہاں تک کلام مرآۃ الصدق والے کا تھا، جو اسی کے الفاظ سے منقول ہوا) اور مسیحؑ اور حواریوں کی گواہی کا حال بارہویں ہدایت کے اندر آتا ہے۔

اور بشپ ہاسلی بھی اپنی تفسیر کے تیسرے جلد کے صفحہ ۲۸۵ میں لکھتا ہے کہ:

"عبری متن کا اصل نسخہ کھویا گیا"۔

پانچویں وجہ

پانچویں وجہ یہ ہے کہ انٹیوکس کے حادثے کے بعد یہود پر فرنگستان کے اور بت پرست بادشاہوں کی عداوت سے بھی ایسی ایسی بری آفتیں پڑیں کہ ان میں گمان ہوتا ہے کہ عہد عتیق کے نسخے جو انٹیوکس کے حادثے سے بچے ہوں، یا اس کے حادثے کے بعد کسی بچے ہوئے نسخے سے نقل ہوئے ہوں ضائع ہو گئے ہوں، اور منجملہ ان آفتوں کے ایک حادثہ طیطوس رومی کا تھا جو مسیح کے عروج سے سینتیس برس تخمیناً کے بعد وقوع میں آیا، اور اس کا حال یوسیفس نے اپنی تاریخ میں مفصل لکھا ہے، اور اس حادثے میں گیارہ لاکھ یہودی مارے پڑے، اور نوے ہزار اسیری میں جاکر (گرفتار ہوکر) فروخت ہوئے۔

چھٹی وجہ

چھٹی وجہ یہ ہے کہ پندرہویں صدی تک عیسائی لوگ عبری کے طرف متوجہ نہ

تھے، بلکہ ان کے قدماء اُلٹے عبری نسخہ کو محرف سمجھتے تھے، اور اس مدت تک ان کے کلیسوں میں ترجمہ سپٹواجنٹ پڑھا جاتا تھا، اور یہی معتبر اور صحیح اور سچی کتاب گنا جاتا تھا، اور یونانی اور مشرقی کلیسوں میں تو اب تک بھی یہی پڑھا جاتا ہے، سو اس لحاظ سے زمانہ سابق میں عیسائیوں کے پاس عبری کے بہت نسخے نہ ہوں گے، بلکہ شاید کسی کسی بڑے کتب خانوں میں ایک دو نسخہ ہوگا، سو عبری نسخے جس قدر ہوں گے یہودیوں میں ہی ہوں گے، اور وہ بھی حوادث مذکورہ بالا لحاظ کا کر کے قلیل ہوں گے، اور حوادث مذکورہ بالا کے سوا ان کے قلت کے اور بھی دو سبب تھے:

ایک یہ کہ عبری زبان یہودیوں میں گم ہوگئی تھی، اور وہ اپنی کتابوں سے ترجمہ کے سوا فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے، اور اسی لحاظ سے پہلی صدی تک ان کے عبادت خانوں میں بھی یہی ترجمہ سپٹواجنٹ پڑھا جاتا تھا، اور دوسری صدی سے اس کو چھوڑ کر اور ترجمہ اختیار کیا تھا، جیسا دوسری ہدایت میں اس کا بیان گذرا۔

دوسرا یہ کہ بت پرست بادشاہوں کے طرح سلاطین عیسائی مذہب وغیرہ نے بھی ان کی عداوت پر کمر باندھی تھی، اور ان کی عداوت سے یہودیوں پر ہر جا پے در پے آفتیں پڑیں، جیسا ان کے بعض کا حال پہلے سوال کے آخر میں اثبات رسالت کے نویں وجہ کے اندر گذرا، تو اب غالب یہ ہے کہ عبری نسخے یہودیوں میں بھی بہت ہی قلیل ہوں گے، بلکہ قریب گم ہو جانے کے۔

ساتویں وجہ

ساتویں وجہ یہ ہے کہ جو قلت سے نسخہ پایا جاتا تھا وہ بھی بہت ہی خراب تھا، جیسا دوسری ہدایت میں ایک فاضل عیسائی مذہب کی تاریخ سے یوں منقول ہوا کہ:

"قریب سنہ چار سو کے بہت سے ترجمے یونانی تھے، جو ایک دوسرے

سے مختلف تھا، اور نسخہ عبری تو بہت ہی خراب یا گم تھا، اور سنہ چار سو کے بعد تو روز بروز اور حال اس کا ابتر ہو گیا تھا، اور اس صورت میں یہودیوں کی جو شرارت میں ضرب المثل ہیں: خوب ہی بات بن آئی، اور انہوں نے ایک نیا گل کھلایا، اور ایک کونسل جمائی اور مقدس کتابوں کے عبری نسخے جتنے ہاتھ آ سکے ان کو جمع کیا، اور ان پر اپنے نسخے کی مخالفت اور غلطی کا الزام لگایا، اور ان کو جلوا دیا، سو اس حادثے میں آٹھویں صدی تک کے عبری نسخے لکھے ہوئے ان کے نسخے کے سوا غالباً نیست و نابود ہوئے، اور ڈاکٹر کنی کاٹ کو جتنے نسخے ملے تھے وہ سب کے سب سنہ ۱۰۰۰ء سے سنہ ۱۴۲۵ء تک کے لکھے ہوئے تھے"۔

ریس کے سائیکلو پیڈیا کی چوتھی جلد میں بیبل کے بیان میں لکھا ہے کہ:

"ڈاکٹر کنی کاٹ لکھتا ہے کہ تمام نسخے موجودہ عہد عتیق کے مابین سنہ ایک ہزار اور چودا سو ستاون کے لکھے گئے ہیں، اور اسی سے استدلال کر کے یہ بات لکھتا ہے کہ تمام نسخے جو ساتویں صدی یا آٹھویں صدی کے لکھے ہوئے تھے یہودیوں کی کونسل کے حکم سے بسبب اس کے کہ وہ نسخے ان نسخوں سے جن کو وہ بہتر سمجھتے تھے، بہت مخالفت رکھتے تھے، نیست و نابود کئے گئے، اور بشپ والٹن بھی اسی وجہ سے استدلال کر کے یہ کہتا ہے کہ چھ سو برس کے نسخے کمیاب ہیں، اور سات سو آٹھ سو برس کا نسخہ تو بہت ہی نایاب ہے"۔

کہتا ہوں میں کہ اس حرکت کے بعد تو ان کو خوب گنجائش ہو گئی تھی کہ عہد عتیق کی کتابوں میں جس طرح چاہیں وہ تحریف اور تصرف کر لیں، اور ان کی شرارت ہر طرح سے چل جائے۔

دیکھو جب وہ اپنی شرارت سے ترجمہ سپٹواجنٹ میں جو حواریوں کے وقت سے عیسائیوں میں دست بدست تھا، اور ان کے کلیسوں میں پڑھا جاتا تھا تحریف سے نہ چوکے، تو پھر عبری میں ان کو کیا روک رہی؟ اور حقیقت میں نہ چوکے جیسا انشاء اللہ

پانچویں اور نویں ہدایت کے اندر آتا ہے۔

آٹھویں وجہ

آٹھویں وجہ یہ ہے کہ عیسائیوں کے پہلے طبقوں میں بھی مقدس کتابوں میں تبدیلی کا ایک بڑا سبب یہ ہوا کہ مسیح کے عروج کے تقریباً تیس برس کے بعد مسیحیوں پر تقریباً تین سو برس تک قتل اور جلاوطنی وغیرہما کی ایسی ایسی بڑی آفتیں پڑیں کہ ان میں ان غریبوں کو رات دن اپنی جان بچانے کا فکر رہا، اور ان آفتوں کا لحاظ کر کے مقدس کتابوں کی کثرت سے نقل کرنے یا ان کی اچھی طرح محافظت کرنے یا ان کی تصحیح میں مناسب طور پر مشغول ہونا ان کے لئے دشوار بلکہ ناممکن ہوا، کیونکہ آدمی کو ایسی بلاؤں میں اس قسم کی مناسب فرصت کہاں ملتی ہے، اور ان آفتوں میں سے دس تو قتل عام تھے:

اول ۶۴ء میں جو نیرو شہنشاہ فرنگستان نے کیا تھا، اور اس میں پطرس حواری اور ان کی جورو اور پولوس مقتول ہوئے تھے، اور یہ قتل نیرو کی زندگی تک دارالسلطنت اور اس کے ضلعوں میں جاری رہا، اور اس کے وقت میں مسیحیوں کے حق میں دین مسیحی کا اقرار سخت جرم قرار دیا گیا تھا۔

دوسرا قتل جو دومشیان کی سلطنت میں ہوا، اور یہ ظالم بھی نیرو کے طرح دین عیسوی کا بدخواہ بنا، اور ایک فرمان خونی جاری کیا، اور ایک قتل عام ایسا کرایا کہ اس دین کے استیصال کا خوف ہوا، اور یوحنا حواری جلاوطن ہوئے، اور فلیویس کلیمنس مقتول ہوا۔

تیسرا قتل ترجان کی سلطنت میں قریب ۱۰۱ء کے شروع ہوا، اور اٹھارا برس تک جاری رہا، اور اس میں اگناشش گورنتھیہ کا اسقف اور کلیمنٹ روم کا اسقف اور

شمعون یروشالم کا اسقف قتل ہوئے۔

چوتھا قتل مرقس انتونینس کی سلطنت میں ۱۶۱ء میں شروع ہوا، اور مشرق سے گویا مغرب تک پہنچا، اور دس برس سے زائد یہ حادثہ رہا، اور یہ بادشاہ حکیم فلسفی اور بت پرستی میں بڑا متعصب تھا۔

پانچواں قتل بادشاہ سویرس کی سلطنت میں ۲۰۲ء کے قریب جاری ہوا، اور ہزاروں آدمی مصر میں اسی طرح ملک فرانس اور کارتھیج میں قتل ہوئے، اور یہ قتل ایسا سخت تھا کہ عیسائی خیال کرتے تھے کہ دجال کا وقت آ گیا۔

چھٹا قتل مکسیمن کے عہد سلطنت میں قریب ۲۳۷ء کے شروع ہوا، اور ایک خونی فرمان جاری ہوا، اور اس میں علماء اور پادری لوگ بہت قتل ہوئے، کیونکہ اس نے یہ خیال کیا تھا کہ جب اہل علم نہ ہوں گے تو عوام کو اپنے طور پر کر لینا بہت آسان ہے، اور اس حادثہ میں پوپ بونٹیانوس اور انیتر وس مارے گئے۔

ساتواں قتل دی شُس کی سلطنت میں ۲۵۳ء کے قریب ہوا، اور اس شہنشاہ نے چاہا کہ مذہب عیسوی کو بالکل نابود کرے، اور اضلاع کے حکام کے نام فرمان جاری ہوئے، اور اس حادثہ میں بعضے مسیحی اپنے دین سے پھر گئے، اور مصر اور افریقہ اور اٹالی (اٹلی) اور مشرق اس کے ظلموں کے تماشا گاہ تھے۔

آٹھواں قتل ولریان کی سلطنت میں ۲۵۷ء کے قریب ہوا، اور ہزاروں آدمی قتل ہوئے، پھر ایک نیا اشتہار نہایت سخت اس مضمون کا جاری ہوا کہ اسقف اور خادمان فی الفور قتل کئے جاویں، اور باقی عزت داروں کا مال ضبط کر کے ان کو ذلیل کیا جاوے، اس پر بھی اگر مسیحی رہیں تو قتل کئے جاویں، اور عزت دار عورتیں ضبطی مال کے بعد جلا وطن کی جاویں گی، اور باقی نوکر سرکار اور جتنے مسیحی ہوں غلام بنا کے قید کئے

جاویں گے، اور پابزنجیر ہوکر سرکاری مشقت کریں گے۔

نواں قتل اریلین کے سلطنت میں قریب ۲۷۴ء کے شروع ہوا، اور ایک خونی فرمان جاری ہوا، لیکن قتل بہت نہ ہونے پایا کہ وہ خود مارا گیا۔

دسواں قتل ۳۰۲ء میں بڑی شدت سے شروع ہوا، اور اس قتل میں مشرق سے مغرب تک ساری زمین خون سے بھری، اور تمام شہر فریجیا کو ایک دفعہ جلادیا کہ وہاں ایک عیسائی نہ بچا۔

(یہاں تک ان کی تاریخوں سے ترجمہ ہوکر نقل ہوا۔)

دیکھو اگر یہ حادثے سچے ہیں تو ایسے حادثوں میں پہلے طبقوں میں مقدس کتابوں کی قلت کس طرح نہ ہوسکے۔

نویں وجہ

نویں وجہ یہ ہے کہ آٹھویں وجہ والے سبب کے سوا ایک یہ آفت پڑی کہ ۳۰۳ء میں ڈیوکلیشین شہنشاہ فرنگستان کا حادثہ ظہور میں آیا، کہ اس شہنشاہ نے اس بات میں کوشش کی کہ مقدس کتابوں کے وجود کو صفحۂ جہاں سے مٹادے، سو اس کے حادثے میں مقدس کتابوں کے نسخے جو قلت سے موجود تھے، ان میں سے اکثر برباد ہوئے، اور شاید بہت ہی کم بچا ہو۔

لارڈنر اپنی تفسیر کے ساتویں جلد کے صفحہ ۵۲۳ کے اندر لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۷ء):

"کہ مارچ کے مہینے ڈیوکلیشین کے ۱۹ء جلوسی میں فرمان جاری ہوا کہ کلیسے گرائی جاویں، اور مقدس کتابیں جلائی جاویں"۔

پھر صفحہ مذکورہ میں لکھتا ہے کہ:

''یوسی بیس بڑے غم سے کہتا ہے کہ اسنے بچشم خود دیکھا کہ کلیسے بنیاد سے گرائے گئے، اور مقدس کتابیں بازاروں میں جلائی گئیں''۔

اور ولیم میور صاحب اپنی تاریخ کلیسیا کے صفحہ ۱۲۹ میں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۸ء):

''۳۰۲ء میں ایک نہایت سخت اشتہار کیا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیحیوں کا عبادت کے واسطے جمع ہونا ممنوع اور باعث قتل ہوگا، عبادت خانے مسمار اور اجاڑے جاویں، عیسائیوں کی کتابیں تلاش کر کے جلائی جاویں''۔

پھر صفحہ ۱۳۰ میں لکھتے ہیں:

''عیسائیوں کی کتابیں خصوصاً خدا کی پاک کتاب جس کو وہ اپنی جان کے برابر رکھتے تھے ان کی جتنی جلدیں تلاش سے ملیں جلائی گئیں، اور جس کے یہاں نہیں پائی گئیں یا جس نے چھپا رکھیں اور دینے سے انکار کیا سخت عذاب میں پھنسا''۔

(یہاں تک کلام مؤرخ ممدوح کا تھا، جو بعینہ اسی کے لفظوں سے منقول ہوا) اور انہیں نو وجہوں مذکورہ بالا کا لحاظ کر کے عہد عتیق اور جدید کی بہت مقدس کتابیں عالم کے صفحہ سے ایسی گم ہوگئیں کہ ان کے نام کے سوا کچھ ان کا نشان باقی نہیں رہا، پادری طامس انگلس کیتھولک مذہب اپنی کتاب مراۃ الصدق میں یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء صفحہ ۱۷):

''ایک عالم ثابت کرتا ہے کہ کم سے کم بیس کتابیں جلد مقدس کی بالکل کھوئی گئیں''۔

(یہاں تک طامس انگلس کا کلام تھا، جو اس کی عبارت سے نقل ہوا) اور ان میں سے جس کا نام و سراغ میرے ہاتھ لگا ہے ناظرین کے تنبیہ کے لئے ظاہر کر دیتا

ہوں۔

عہد عتیق کی کتابیں

(۱) جنگ نامہ جس کا حوالہ کتاب شمار کے اکیسویں باب کے چودہویں درس میں ہے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''اس لئے یہواہ کے جنگ نامہ میں لکھا ہے کہ یہ دریائے قلزم اور وادی ارنوں کے پاس ہے''۔

تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

''یہ کتاب غالباً وہ تھی جس کو موسیٰ نے یوشع کی تعلیم کے واسطے لکھا تھا، اور اس میں مواب کی زمین کی سرحدوں کا بیان تھا''۔

(۲) کتاب الیسیر جس کا حوالہ کتاب یوشع کے دسویں باب کے تیرہویں درس میں ہے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''تب آفتاب نے درنگ کیا، اور ماہتاب کھڑا رہا یہاں تک کہ ان لوگوں نے اپنے دشمنوں سے انتقام لیا گیا، یہ کتاب الیسیر میں نہیں لکھا ہے الخ''۔

اور اسی طرح اس کا حوالہ کتاب دوم سموئیل کے پہلے باب کے اٹھارویں درس میں ہے:

(۳) ایک ہزار اور پانچ گیت سلیمانؑ کی

(۴) تاریخ مخلوقات سلیمانؑ کی تصنیف

(۵) تین ہزار امثال سلیمان کے جن میں کے کچھ اب تک باقی ہیں۔

اور ان تینوں کا حوالہ سلاطین کے پہلی کتاب کے چوتھے باب کے ۳۲ و ۳۳ درسوں میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''۳۲۔اور اس نے تین ہزار مثلیں کہیں، اور اس کے گیت ایک ہزار اور پانچ تھے۔

۳۳۔ اور اس مرد کے درخت سے لے کے جو لبنان میں تھا، اس زوفا کی گھانس تک جو دیواروں پر اگتی ہے اس نے سب درختوں کی خاصیت بیان کی، اور چار پایوں اور پرندوں اور رینگنے والوں اور مچھلیوں کا ذکر کیا''۔

آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کے دوسری جلد میں امثال اور گیتوں کے بابت بتیسویں درس کے شرح کے ذیل میں لکھتا ہے:

''امثال اب جو سلیمان کے طرف منسوب ہیں ۹۰۰ یا ۹۲۳ کے قریب ہیں، اور اگر بعضوں کے قول کو جو کہتے ہیں کہ اول کے ۹ باب سلیمانؑ کی تصنیف نہیں مانا جاوے تو قریب ۶۵۰ کے ہیں، اور ایک ہزار پانچ گیتوں میں صرف نشید الانشاد باقی ہے، اگر زبور ایک سو ستائیسویں کو جس کو اس کا نام پر لکھ رکھا ہے شامل نہ کریں، اور صحیح زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ زبور اس کے باپ داود نے اس کے تعلیم کے لئے چھوڑا ہے''۔

اور ۳۳ درس کی شرح میں یوں لکھتا ہے کہ:

''علماء کے دل نے اس تاریخ مخلوقات کے جاتے رہنے سے جو ہمیشہ کے لئے جاتی رہی پیچ کھایا ہے''۔

(۶) کتاب قوانین سلطنت، سموئیل کی تصنیف جس کا حوالہ سموئیل کے پہلے کتاب کے دسویں باب کے پچیسویں درس میں ہے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''پھر سموئیل نے جماعت کو سلطنت کے آداب بتلائے، اور کتاب میں لکھ کے یہواہ کے حضور رکھے الخ''۔

(۷) تاریخ سموئیلؑ کی تصنیف جس کا حوالہ کتاب اول اخبار الایام کے

انتیسویں باب کے تیسویں درس میں ہے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"دیکھو وہ سب سموئیل غیب گو کی تواریخ اور جدید غیب بین کی تواریخ میں لکھا ہے"۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کے ۲ جلد میں صفحہ ۱۵۲۲ کے اندر لکھتا ہے:

"یہ کتابیں مفقود ہیں"۔

(۸) کتاب سمیا

(۹) کتاب عیدو غیب بیں کی اور ان دونوں کا حوالہ کتاب دوم اخبار الایام کے بارہویں باب کے پندرہویں درس میں ہے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"رحبعا کا احوال اول و آخر جو ہے سو سمعیاہ نبی کی تواریخ میں اور نسب نامہ کے طور پر عیدو غیب بین کی تاریخ میں لکھا ہے"۔

(۱۰) کتاب ناتن نبی کی

(۱۱) کتاب اخیا نبی کی

(۱۲) کتاب مشاہدات عیدو غیب بین کی۔

اور ان تینوں کا حوالہ کتاب دوم اخبار الایام کے نویں باب کے انتیسویں درس میں ہے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور سلیمان کا باقی احوال اول و آخر جو ہے وہ تو ناتن نبی کی تاریخ اور سیلانی اخیاہ کی نبوت میں، اور عیدو غیب بین کے رویا میں جو اس نے یربعام بن نبات کی بابت دیکھا تھا لکھا ہے"۔

آدم کلارک مفسر اس درس کی شرح میں اپنی تفسیر کے دوسری جلد میں صفحہ ۱۵۲۹ کے اندر لکھتا ہے:

"یہ سب کتابیں مفقود ہیں"۔

اور کتاب اول سلاطین کے گیارہویں باب کے اکتالیسویں درس کے شرح میں اپنی تفسیر کے دوسری جلد میں صفحہ ۱۳۲۰ کے اندر یوں تصریح کرتا ہے کہ:

''اس کتاب احوال سلیمان کو اخیاہ اور ناتن پیغمبر اور عیدوغیب بین نے لکھا تھا کہ جیسا کتاب دوم اخبار الایام کے نویں باب کے انیسویں درس سے واضح ہے''۔

غالباً انہیں سے کتاب سلاطین اور کتاب اخبار الایام جمع ہوئیں، لیکن مدت ہوئی کہ اصل مفقود ہیں۔

اور اس مفسر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب احوال سلیمان انہیں تین کتابوں سے عبارت ہے، اور شاید یہ کتاب کوئی اور ہو، تو اس صورت میں یہ تیرہویں کتاب ٹھہرے گی، اور وہ درس کتاب سلاطین والا یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''اور سلیمان کا باقی احوال اور سب کچھ جو اس نے کیا، اور اس کی حکمتیں کیا تھیں وہ سلیمان کے احوال کے کتاب میں مکتوب تھیں''۔

(۱۳) کتاب یاہو پیغمبر بن حنانی کی جس کا حوالہ کتاب دوم اخبار الایام کے بیسویں باب کے چونتیسویں درس میں ہے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''اور یہوسفط کا باقی احوال اول و آخر جو ہے وہ یاہو بن حنانی کی تواریخ میں جو اسرائیل کے بادشاہوں کی کتاب میں مدخول ہوئی لکھا ہے''۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کے دوسری جلد میں صفحہ ۱۵۶۱ کے اندر لکھتا ہے:

''یہ کتاب اب بالکل مفقود ہے، گو کتاب دوم اخبار الایام کے تصنیف کے وقت موجود تھی''۔

(۱۴) کتاب اشعیاہ جس میں عزیاہ بادشاہ کا حال اول سے آخر تک لکھا تھا، اور اس کا حوالہ کتاب دوم اخبار الایام کے چھبیسویں باب کے بائیسویں درس میں

ہے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور عزیاہ کا باقی احوال اول و آخر جو ہے سو اموص کے بیٹے یسعیاہ نبی نے لکھا ہے"۔

آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کے دوسرے جلد میں صفحہ ۱۵۲۷ کے اندر لکھتا ہے:

"یہ کتاب بالکل مفقود ہے"۔

(۱۵) کتاب مشاہدات اشعیا جس میں خرقیا بادشاہ کا حال مفصل مرقوم تھا، اور اس کا حوالہ کتاب دوم اخبار الایام کے بتیسویں باب کے تیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اب خرقیاہ کا باقی احوال اور اس کے نیک کام دیکھو وہ آموس کے بیٹے یسعیاہ کے رویا میں اور یہوداہ کے اور اسرائیل کے بادشاہوں کے دفتر میں مکتوب ہیں"۔

اور مسیحی مذہب کے اول طبقات میں ایک کتاب مشاہدات اشعیا کر کے پائی جاتی تھی لیکن اس کو اب جعلی کہتے ہیں، شاید کسی یہودی یا عیسائی جعلساز نے اس درس کی تصحیح اور غرض کے واسطے بنائی ہو گی۔

(۱۶) یرمیا کا مرثیہ جو اس مشہور نوحہ یرمیا کے سوا تھا اور اس کا حوالہ کتاب دوم اخبار الایام کے پینتیسویں باب کے پچیسویں درس میں ہے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور یرمیاہ نے یوسیاہ پر مرثیہ بنایا الخ"۔

آدم کلارک مفسر اس درس کی شرح میں لکھتا ہے:

"یہ مرثیہ یرمیاہ کا اب مفقود ہے"۔

اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں ہے کہ:

''یہ مرثیہ اب گم ہے، اور یہ مرثیہ یقیناً وہ نہیں بن سکتا جواب یرمیاہ کا نوحہ کر کے مشہور ہے، اس لئے کہ یہ نوحہ اورشلیم کی بربادی اور صدقیا کی موت پر ہے، اور وہ مرثیہ یوشیا کی موت پر تھا''۔

(۱۷) کتاب تواریخ الایام اور اس کا حوالہ نحمیا کی کتاب کے بارہویں باب کے تیئسویں درس میں ہے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''بنی لاوی کے ابوی رئیس تواریخ الایام کے کتاب میں یوحنان بن الیسیب کے دنوں تک لکھے گئے ہیں''۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں صفحہ ۱۶۷۶ کے اندر لکھتا ہے:

''یہ تاریخ کی کتاب ان کتابوں میں جواب ہمارے پاس ہیں نہیں ہے، کیونکہ ان میں کوئی ایسی فہرست نہیں ہے، بلکہ یہ تو کوئی اور کتاب تھی جواب مفقود ہے''۔

(۱۸-۱۹) یوسفیس مؤرخ حضرت خرقیئل کے طرف دو کتابیں اور منسوب کرتا ہے، حالانکہ ان کا اب پتہ نہیں لگتا، غرض یہ ہے کہ اس قسم کے عہد عتیق کی اور بھی بہت کتابیں تھیں، جو ان حوادث مذکورۂ بالا میں غارت ہو گئیں، اور کیتھولک مذہب کے علماء اب تک اقرار کرتے ہیں کہ:

''یہودیوں نے قصداً بھی اس قسم کے بعض کتابوں کو پھاڑ ڈالا ہے، اور بعض کتابوں کو جلا دیا ہے''۔

ممفرڈ کیتھولک اپنی کتاب ''سوالات السوال'' میں سوال دوم کے ذیل میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء مطبوعۂ دار السلطنت لنڈن):

''یہ کتابیں جن میں یہ ذکر تھا (یعنی جس کو متی نے دوسرے باب کے ۲۳ درس میں لکھا ہے) نیست و نابود ہو گئیں ہیں، اس لئے جو انبیا کی کتابیں اب موجود ہیں کسی میں عیسٰی ناصری نہیں کہلاتے''۔

کریزاسٹم اپنی تفسیر نویں متی میں لکھتا ہے کہ:

''بہت نبی پیغمبر کی کتابیں نیست و نابود ہوگئیں، اس لئے کہ یہود نے غفلت بلکہ بے دینی سے بعضے کتابیں کھودی ہیں، اور بعضے کتابیں پھاڑ ڈالیں، اور بعض جلادی ہیں''۔

(یہاں تک قول کریزاسٹم کا تھا) اور یہ بات کہ ''انہوں نے یہ کتابیں پھاڑ ڈالیں اور جلادیں'' نہایت غالب معلوم ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے یہ دیکھ کر کہ حواری دین عیسوی کے مسئلوں کے لئے ان کتابوں سے سند پکڑنے لگے یہ فعل کیا ہوگا، اور یہ معلوم ہوتا ہے ان کتابوں کے کھودینے سے جن کا متی نے حوالا دیا ہے، دیکھو جسٹن کو طریقون کے خلاف میں کہتا ہے کہ یہود نے بہت کتابیں عہد عتیق سے نکال ڈالیں، تاکہ معلوم ہوجاوے کہ عہد جدید پوری موافقت اس سے نہیں رکھتا، اس سے یہ بات صریح معلوم ہوتی ہے کہ بہت ہی کتابیں عہد عتیق کی نیست و نابود ہوگئیں''۔

یہاں تک ممفرڈ کا کلام تھا۔

عہد جدید کی کتابیں

متی کی انجیل اور دو خط پولوس کے

(۱) متی کی انجیل کا عبری نسخہ جس کا اب تحقیق کے موافق فقط ترجمہ ہی موجود ہے۔

(۲) لادوقیون کے نام پولوس کا خط جس کا حوالہ کلیسیوں کے نامہ کے چوتھے باب کے انیسویں درس میں ہے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''اور جب یہ خط تم میں پڑھا جاوے تو ایسا کرو کہ لادوقیون کی مجلسوں میں بھی پڑھا جاوے، اور لادوقیوں کا خط تم بھی پڑھو''۔

یہ صاف دلالت کرتا ہے کہ جناب پولوس نے ایک خط لادوقیون کو بھی لکھا تھا، اور وہ خط اب مفقود ہے اور ایک خط جو نام اس قسم کا پایا جاتا ہے جمہور مسیحی اس کو جعلی گنتے ہیں جیسا انشاء اللہ عنقریب بارہویں وجہ کے اندر آتا ہے۔

(۳) گرنتھیوں کے نام پولوس کا ایک خط جس کا حوالہ گرنتھیوں کے اس مشہور نامہ اول کے پانچویں باب کے نویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

''۹۔ میں نے خط میں تمہیں لکھا کہ تم حرام کاروں میں مت ملے رہو۔

۱۱۔ پر میں نے اب تمہیں یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی جو نام کا بھائی ہو کے حرام کاری یا لالچ یا بت پرستی یا عیاشی یا می پرستی یا غارت گری کرے تو تم اس سے میل نہ رکھنا بلکہ ایسے کے ساتھ کھانا تک نہ کھانا''۔

پس وہ خط جس کا حوالہ نویں درس میں دیتے ہیں اور ہی معلوم ہوتا ہے، کہ وہ اب گم ہے، پادری طامس انگلس کیتھولک مذہب اپنے رسالہ مرآۃ الصدق میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء صفحہ ۱۷۳):

''ولی پاولس نے فرنتیوں کو تین مکتوب لکھے ان میں سے پہلا کھویا گیا، کیونکہ اس میں جسے ہم پہلا کہتے ہیں ولی پاولس لکھتا ہے کہ میں نے تمہیں ایک مکتوب میں لکھا ہے پس وہ مکتوب جو اس نے انہیں لکھا کہاں ہے''۔

(یہاں تک کلام مرآۃ الصدق والے کا تھا)

کہتا ہوں میں کہ کاتلک مذہب کے علماء اس بات کا یقیناً اقرار کرتے ہیں کہ یہ نامہ کھویا گیا ہے، اور پہلے طبقوں میں جناب پولوس کے اور دو نامے بھی گرنتھیوں کے نام پائے جاتے تھے، مگر اب جمہور مسیحی ان کو جعلی گنتے ہیں، شاید اس جعل بنانے والے نے اس نویں درس کی تصحیح کے لئے اور اسی طرح نامہ دوم گرنتھیوں کے دسویں باب کے نویں درس کے تصحیح کے لئے یہ جعل بنایا ہوگا، کیونکہ اس درس سے یہی معلوم

ہوتا ہے کہ جناب پولوس نے گرنتھیوں کو بہت خط لکھے تھے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''میں یہ کہتا ہوں نہ ہووے کہ میں ایسا ظاہر کروں کہ خطوں کو لکھ کے تمہیں ڈراتا ہوں''۔

اور یہ جملہ ''نہ ہووے کہ میں ایسا ظاہر الخ'' اور ترجموں میں یوں ہے:

''مبادا چنیں ظاہر شود کہ شمارا بنامہاے می ترسانم''

(عربیہ ۱۸۳۱ء):

"ولئلا أظن ظنا أنني أخوفكم برسائلي"۔

دیکھو باتفاق سب ترجموں کے لفظ خطوں اور نامہائے اور رسائل کا صیغہ جمع کے ساتھ آیا ہے، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت خط پولوس نے گرنتھیوں کو لکھے تھے۔

دسویں وجہ

دسویں وجہ یہ ہے کہ ان خرابیوں کے سوا جن کا ذکر اوپر کے وجھوں میں گذرا اور بڑی خرابیاں اور بھی تھی۔

پہلی خرابی

پہلی خرابی یہ کہ صدہا سال تک مسیحیوں میں جہل بہت ہی شایع تھا، اور ان کے عالم بھی جاہلوں سے بدتر تھے، اور اس لحاظ سے کہ دینی عہدے علانیہ بکا کرتے تھے، تو ان عہدوں پر غالباً نالائق اور لچے لوگ ہوا کرتے تھے، اور ان زمانوں کے اندر جو تھوڑا بہت مسیحیوں میں کسی کو علم ہوتا تھا، سو راہبوں کو ہوتا تھا، لیکن ان کا فرقہ اور ہی دیوانگی اور خبط میں مبتلا تھا، اور پہلی اور دوسری صدی کے مسیحیوں میں جہل کے سوا ایک

اورطرہ تھا کہ اکثر وہ لوگ رذیل قوموں سے تھے، اور باوجود اس کے پھر وہ ایسے ایسے حادثوں میں گرفتار ہو گئے جن کا ذکر اوپر گذرا، اور ظاہر ہے کہ اکثر جاہل اور رذیل قوم کو مآل کا فکر کم ہوتا ہے، خصوصاً جب کہ کسی حادثہ قومی میں گرفتار بھی ہوں، تو اس لحاظ سے مسیحیوں کے شروع کے طبقات میں مقدس کتابوں کی محافظت اچھی طرح نہ ہوسکی، اور اسناد کا طریقہ بھی اچھی طرح جاری نہ ہوسکا، اور ان کے عہد میں اس لحاظ سے جعلسازوں کو جعل کی بڑی گنجائش رہی۔

دوسری خرابی

دوسری خرابی یہ ہے کہ قدیم مسیحیوں کو جہل کے سوا سادگی کے سبب بھی روایات کی تنقید نہ تھی، جیسے صحیح غلط بات سنتے تھے اسے یقین کر بیٹھتے تھے، اور گپوں کو سچ سمجھ کر لکھ دیتے تھے، اور پرانے سے پرانے کا کسی شخص کا قدماء میں سے حال دیکھو تو یہی نکلتا ہے۔

موشیم مؤرخ اپنی تاریخ کے پہلی جلد میں دوسری صدی کے علماء کے حال میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۳۲ء صفحہ ۶۴):

> ''اگر اخلاق بد کے رہنما سے ایسا شخص مراد ہے جو ان کاموں کے حدو خاصیت سے جو عیسائیوں پر لازم تھے واقف نہ ہو، اور نیکی اور بدی کی بھی صاف صاف تمیز نہ رکھتا ہو، اور کتب مقدسہ کے اصل مطلب میں خوض نہ کرسکتا ہو، اور اسی سبب سے اکثر بے تحقیقی میں ڈاواں ڈول ہو یا احکام الٰہی کے بیان کرنے میں غلطی میں پڑجاتا ہو گو بسا اوقات اچھی بات بھی کہتا ہو، اگر بدرہنما سے ایسا شخص جس کی ابھی تعریف گذری مراد ہو تو یقیناً مانا جاوے کہ یہ لقب تو بلاشبہ بہت سے مرشدوں سے تعلق رکھتا ہے''۔

(یہاں تک موشیم کا کلام تھا جو ترجمہ کے طور پر نقل ہوا) دیکھو اس مؤرخ کے

اقرار کے موافق دوسری ہی صدی میں جو تابعین کا طبقہ تھا جب عیسائی مذہب کے اکثر مرشدوں اور رہنمایوں کا یہ حال تھا تو اب جعلسازوں اور بدعتیوں کی جن کا ذکر گیارہویں وجہ کے اندر آتا ہے کیا شکایت کی جاوے۔

اورڈاکٹر ٹیلر "لب التواریخ" کے دوسرے دفتر میں چھٹے باب کے پانچویں فصل میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"ان عباد کے فرقے (یعنی راہبوں) کی نمود اس لئے ہوئی کہ ان جہالت کے زمانوں میں جو تھوڑا بہت کہ علم تھا سو انہیں پر منحصر تھا"۔

اور اسی دفتر کے اسی باب کی چوتھی فصل میں راہبوں کے فرقے کے طریقہ کے حال میں یوں لکھتا ہے:

"یہ دیوانہ پن پہلے پہلے ملک مصر میں چوتھے قرن میں آغاز ہوا، اور وہاں سے ساری مشرق اور مرزبوم افریقہ کے اکثر ملکوں میں اور روم میں پھیل پڑا"۔

اور اسی باب کی چھٹی فصل میں لکھتا ہے:

"پانچویں قرن میں ایک بڑی فرقہ اسطوانہ شاہ نکلا اور اس کا یہ رویہ تھا کہ مختلف ارتفاع کے اساطین پر ساری عمر کاٹیں یہ دیوانگی نواح مشرق میں کئی قرنوں تک جاری رہی"۔

اور نویں باب کے پانچویں فصل میں لکھتا ہے:

"دینوی ہوا ہوس اور بے قید استیعاب لذات اور از بسکہ جہالت علماء دین کی گویا کہ شعار تھی، اور دینی عہدوں کو علانیہ بکنا اس کا سبب پڑا کہ وہ عہدے نالائقوں اور بچوں کے ہاتھ لگیں"۔

اور ولیم میور صاحب سکرتر اپنی تاریخ اردو کے دوسرے باب کے پہلے حصہ کی

چھٹی دفعہ میں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۹۴۸ء صفحہ ۲۹):

"پہلے مسیحیوں کے پچھلے زمانے کی فکر تھوڑی تھی، اور نہ وہ اپنے کلیسا کے حال کی کچھ کتاب و یادداشت رکھتے تھے، بلکہ ظلم و تعدی کی برداشت کر کے اپنی اوقات صبر و فروتنی سے بہ مشکل کاٹتے تھے"۔

پھر تیسرے باب کے پہلے حصہ میں پہلے دو صدیوں کے بیان میں نسخہ مذکورہ صفحہ:

"اس زمانے میں مسیحی بیشتر غریب اقوام اور اوسط اور ادنیٰ اور کمتر اشرافوں سے تھے، ان کی کثرت کی یہ بھی ایک وجہ تھی، اور اسی سبب سے انہوں نے زیادہ شہرت نہیں پائی، اور تواریخوں میں کم مذکور ہوا، کیونکہ نیچ قوم ہمیشہ اوروں سے زیادہ ہوتی ہے، اور لوگ ان کی خبر تھوڑی لیتے ہیں، بلکہ مؤرخوں کی کتابیں اشخاص نامور اور اہل حشمت اور مقدور والوں کے حال میں لکھی جاتی ہیں"۔

(یہاں تک کلام سکرتر موصوف کا تھا) اور ہارن صاحب کی اس عبارت کی نقل جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدماء مشائخ کو روایت کی تنقید نہ تھی، پہلی ہدایت کے اندر گذری۔

گیارہویں وجہ

گیارہویں وجہ یہ ہے کہ باوجود کثرت جہل کے ایک بڑی خرابی اور تھی کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں اصلاح اور الحاق کا بڑا رواج تھا، اور یہ بات ان میں کچھ معیوب نہ تھی، اصلاح کے طور پر کبھی جملے کے جملے بڑھا دیتے تھے، اور بعضے دفعہ گھٹا دیتے تھے، اور کوئی سنائی سنائی روایت کو حاشیہ پر لکھ دیتا تھا، اور دوسرا الحاق کرتا تھا، اور تیسرا اس پر کچھ اور بڑھاتا تھا، اور دوسرا انجوائے:

ہر کہ آمد بر آن مزید کرد

اس روایت کو متن میں داخل کر دیتا تھا، اور اس کو مقدس کتابوں کی جلا اور ترمیم سمجھتے تھے۔

پہلی ہدایت کے اندر یوشع کی کتاب کے بیان میں معلوم ہو چکا ہے کہ تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں اس بات کا اقرار ہے کہ ایسا الحاق قدما میں بہت رائج تھا، اور یہ بھی اسی ہدایت میں معلوم ہو چکا کہ عیسائی مفسرین کے اقرار کے موافق فقرے کے فقرے بلکہ باب کے باب الحاقی ہیں، اور الحاق کرنے والے کے نام ونشان کا اٹکل کے سوا کچھ بھی علم نہیں۔

اور دوسری ہدایت کے اندر ترجمہ سپٹواجنٹ کے بیان میں گذرا کہ اُرجن نے اس میں فقرے کے فقرے اور ترجموں سے ملائے تھے، اور جیروم ہی کے وقت میں یہ بات کہ کس قدر اصل ہے، اور کس قدر ارجن کی اصلاح، معلوم ہونی مشکل تھی، اور اب تو بالکل اس سے ناامیدی ہے، اور ارجن نہ نبی تھا اور نہ حواری، بلکہ قدماء میں سے ایک ایسا فاضل تھا کہ وہم اور خیال اس پر ایسا غالب تھا کہ اس کے سبب اکثر غلطی کرتا تھا، اور جہاں غلطی سے ٹھوکر کھاتا تھا، ایسی کھاتا تھا کہ کسی آدمی نے نہیں کھائی، اور عبری زبان میں بھی کامل واقفیت نہ رکھتا تھا، پھر بھی اس رواج کے موافق اسی ترجمہ کو جو ارجن کی اصلاح کے ساتھ مخلوط تھا، پندرہویں صدی تک عیسائیوں نے واجب التسلیم رکھا، اور ان کے علماء متکلمین نے اسی کو سند مانا۔

اور تیسری ہدایت کے اندر انتیسویں اختلاف میں معلوم ہوا کہ آدم کلاک مفسر نے کتاب اول سموئیل کے سترہویں اور اٹھارہویں باب کے درسوں کے بابت ڈاکٹر کنی کاٹ کی تحقیق کے موافق الحاقی مان کر سوال وجواب کے طور سے یوں لکھتا ہے:

"اگر کوئی سوال کرے کہ یہ الحاق کب ہوا؟

کہتا ہوں میں کہ یوسفیس کے وقت میں یہودیوں کو خیال تھا کہ مقدس کتابوں کی تاریخ کو جلائے دیویں، نمازیں اور گیت اور تاریخ کی نئی باتیں ایجاد کر کے۔

دیکھو بہت سے الحاق کتب استیر کے اور بڑی کہانی شراب اور عورتوں اور سچ کی جو اصل تاریخ عزرا اور نحمیا کے بیچ میں لی گئی، اور بنائی گئی، جواب عزرا کی پہلی کتاب کہلاتی ہے، اور دیکھو ان تین لڑکوں کا گیت جو دانیال میں داخل کر دیا، اور دیکھو بہت سے الحاق یوسفیس میں، پس ہوسکتا ہے کہ یہ باتیں حاشیہ میں لکھی گئی ہوں، پھر کاتبوں کی بے پرواہی سے متن میں لکھی گئی ہوں"۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا) اور پینتالیسویں اختلاف میں معلوم ہو گیا ہے کہ اسی مفسر کے اقرار کے موافق بعضے حضرات عیسائیوں نے نامہ رومیہ سے چھے درس لیکر عبری نسخے میں چودہویں زبور کے اندر بڑھا دئے تھے، مگر ان کی یہ اصلاح اور تحریف اچھی نہ چلی۔

اور ہارن صاحب اپنی تفسیر کے دوسرے جلد کے صفحہ ۳۳۱ میں عہد جدید کے الحاقات کے بیان کے بعد یہ لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

"ایسے ہی بہت سے الحاق حواریوں کے اعمال میں ہوئے ہیں جو صحیح کرنے کے خیال سے وقوع میں آئے"۔

پھر اسی صفحہ میں یوں لکھتا ہے کہ:

"قصداً تحریف ان لوگوں نے کی جو دیندار کہلاتے تھے، اور بعد اس کے وہی تحریف ترجیح دیجاتی، اور مقبول ٹھہرتی تھی، اس وجہ سے کہ یا تو مسئلہ مقبولہ کے تائید ہو یا جو کچھ اعتراضات اس مسئلہ پر عائد ہوتے ہوں اٹھ جاویں"۔

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

''عربی ترجمہ کے اندر اٹھتیسویں زبور میں بیسویں درس کے بعد یہ جملہ زائد ہے: انہوں نے مجھکو جو پیارا ہوں مکروہ لاش کر کے خارج کر دیا، اور انہوں نے میرے بدن کو میخوں سے چھیدا ہے''۔

اور آدم کلارک اپنی تفسیر کی تیسری جلد کے اندر صفحہ ۲۰۵۶ میں اس فقرے کو نقل کر کے یوں کہتا ہے:

''یہ جملہ اور ترجموں میں نہیں ہے، اور صرف اتھیو یک میں اتنا ہے'' اور انہوں نے اپنے بھائیوں کو ناپاک لاش ٹھہرا کے خارج کیا''۔

انہوں لکھتا ہے کہ یہ عبارت اس کے وقت میں بعضے یونانی اور لاطینی کے نسخوں میں ملتی تھی اور ٹھیودورد نے عبارت عربی کے قریب قریب پڑھی ہے، اس طور پر انہوں نے مجھ پیارے کو حقیر اور مردہ لاش ٹھہرا کے خارج کر دیا، اور میں نہیں جانتا کہ یہ عبارت کہاں سے آئی''۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا) دیکھو حضرت مسیح پر جمانے کے لئے کیا ہی اچھا جملہ گھڑ کے بڑھا دیا تھا، اور اب تو اس کو جھوٹا فقرہ سمجھتے ہیں، اور ترجمہ عربیہ میں بھی جو ۱۸۳۱ء کے اندر چھپا ہے اس کو نہیں لیا، اور اس قسم کی اصلاح اور الحاق بیان کے محتاج نہیں، اس لئے اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بارہویں وجہ

بارہویں وجہ یہ ہے کہ وہ اصلاح خیالی اور اعتقادی بھی جو تھی سو تھی، اس سے بڑھکر ایک یہ خرابی ظہور میں آئی تھی کہ حضرات یہود اور عیسائیوں میں جھوٹ بولنا اور جعل بنانا پہلے قرون مسیحی میں بہت ہی رائج تھا، یہودیوں میں یہ بات جناب مسیح کے ولادت سے پہلے رائج تھی، اور بمنزلہ مستحبات دینی کے سمجھی جاتی تھی، اور صدہا آدمی الہام کا جھوٹا دعویٰ کرتے تھے، چنانچہ بعضے انبیاء اور حواری اپنے عہد کے یہودی لوگوں

پر واویلا کرتے ہیں، اور مسیحیوں میں جناب مسیح کے عروج سے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حواریوں ہی کی زندگی میں عیسائیوں میں بھی یہ بلا پھیل گئی تھی، اور غیر معتبر اور جھوٹی کتابیں اور جھوٹے نامے بنانے اور جھوٹے وعظ کرنے کا چرچا ہو گیا تھا، اور حواریوں کے زمانے کے بعد تو اس نے بہت ہی زور پکڑا، اس حد تک کہ یہود کے طرح ان میں بھی جھوٹ بولنا اور فریب دینا خدا پرستی کے ترقی کے واسطے مستحبات دینی سے سمجھا گیا، اور جب ارجن وغیرہ مسیحی علماء نے اس امر میں فتویٰ دیدیا تو پھر اس جھوٹ کی اور اس جعل کی کچھ روک نہ رہی، اور بڑا ہی رائج ہو گیا، اور اس مستحب دینی کا یہ ثمرہ نکلا کہ عہد عتیق اور جدید کی صدہا جعلی کتابیں پیغمبروں اور اچھے لوگوں کے نام سے بنائی گئیں، اور ان میں سے بعضے بعضے تو صدہا سال تک معتبر بھی رہی، اور پھر جھوٹی ٹھہرائی گئی، اور بعضے بعضے تو اب تک ان کے بعض فرقوں میں واجب التسلیم ہے، اور نویں صدی تک وہ جعل سازی برابر جاری رہی، اور دسویں صدی میں تو اس فعل بد کا دریا اس طغیانی سے موج زن ہوا کہ جس کا کچھ کنارا نہ رہا، اور اب تک بھی وہ مستحب دینی متروک نہیں ہوا، اب اختصار کے طور پر ان امور کو ثابت کرتا ہوں۔

یرمیا کی کتاب کے چھٹے باب کا تیرھواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"چھوٹے سے بڑے تک سب اپنے کو لالچ میں دیتے اور نبی سے کاہن تک سب جھوٹ سے چلتے ہیں"۔

اور پچھلا فقرا اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ ۱۸۳۸ء):

"واز پیغمبر تا کاہن ہمگی کاذب اند"۔

(عربیہ ۱۸۱۱ء):

"ومن الکاھن الی النبی جمیعھم صنعوا کذباً۔

یعنی امام سے نبی تک سب نے جھوٹی باتیں بنائیں۔

دیکھو اس میں کھلا کھلا ہے کہ بنی اسرائیل کے سب کے سب، کیا چھوٹا کیا بڑا جھوٹ بولنے پر متفق ہیں، اور عالم اور جاہل اور نبی اور کاہن سب کے سب ایک ہی گھاٹ اتر گئے، اور کاہن اور نبی کا جھوٹ بولنا یہی ہے کہ کاہن غیر حکم خدا کو خدا کا حکم بتلاوے، اور نبی اپنی باتوں کو خدا کی وحی کہے، بھلا جب سب کے سب ایسے ہوں اور نبی اور کاہن بھی ایسے ہی بن جائے تو تحریف کرنے میں کیا لگتا ہے۔

اور یرمیا کی کتاب کے تیئسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۱۱۔ نبی اور کاہن دونوں ناپاک ہیں، ہاں میں نے اپنے گھر میں ان کی برائی پائی، خداوند کہتا ہے۔

۱۳۔ اور میں نے سمرون کے نبیوں میں نادانی دیکھی ہے، انہوں نے بعل سے نبوت کی اور میری اسرائیل کو گمراہی میں ڈالا۔

۱۴۔ یہی میں نے یروشالم کے نبیوں میں ہولناک چیز دیکھی، وے زناکاری کرتے اور جھوٹ سے چلتے ہیں، بدکاروں کے ہاتھوں کو بھی تقویت دیتے ہیں، یہاں تک کہ کوئی اپنی برائی سے نہیں پھرتا الخ۔

۳۰۔ اس لئے دیکھ میں ان نبیوں پر آتا ہوں، خداوند کہتا ہے جو ہر ایک اپنے پڑوسی سے میری باتیں چراتے ہیں۔

۳۱۔ دیکھ میں ان نبیوں پر آتا ہوں خداوند کہتا ہے جو اپنی زبان کو کام میں لاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس نے کہا ہے۔

۳۲۔ دیکھ میں ان پر آتا ہوں، خداوند کہتا ہے جو جھوٹے خوابوں کی نبوت کرتے ہیں، اور انہیں بیان کرتے ہیں، اور اپنی جھوٹائی اور لاف زنی (شیخی) سے میرے لوگوں کو بھٹکاتے ہیں، لیکن میں نے انہیں نہیں بھیجا، نہ انہیں حکم دیا الخ۔

۳۶۔ تم نے زندے خدا "رب الافواج" ہمارے خدا کی باتوں کو بگاڑا

ہے"۔

اور درس ۳۶ اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ ۱۸۳۸ء):

"کلمات خداوندی خداوند افواج خدائے مارا تغیر نمودید"۔

دیکھو یروشالم کے پیغمبروں کا کیا حال تھا، اور ان کی یہ وصف بدیہی تھی کہ انہوں نے خدا کی باتوں کو بگاڑا، اور بدلا تھا، اور یہ عام ہے کہ خواہ مکتوبی باتوں کو بگاڑا، اور بدلا ہو خواہ غیر مکتوبی کو، بھلا پھر تحریف ایسے لوگوں سے کیا بعید متصور ہو، اور اسی طرح اور جگہ بھی اس کتاب میں اس قسم کا ذکر ہے مثلاً پانچویں باب کے درس ۳۰ و ۳۱ میں، اور اٹھائیسویں باب کے درس پہلے سے چوتھے تک اور انتیسویں باب کے اکیسویں درس سے اٹھائیسویں درس تک اور نامہ طیطس کے پہلے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"۱۰۔ بہتیرے نافرمان بردار اور بیہودہ گو اور دغا باز ہیں، خصوصاً وہ جو مختون ہیں۔

۱۱۔ سوان کا منہ بند کیا چاہیئے کہ وہ پاجی کیلئے نامناسب باتیں سکھلا کے بعض گھرانوں کو زیروزبر کرتے ہیں۔

۱۴۔ اور یہودی کہانیوں پر اور ایسے آدمیوں کے حکموں پر جو سچائی کو مروڑتے ہیں کان نہ دھریں"۔

اس سے صاف واضح ہے کہ یہودی پاجی اپنے نفع کے لئے نامناسب باتیں سکھلا کر گھر کے گھر الٹ پلٹ کر ڈالتے تھے، اور سچائی کو مروڑتے تھے، اور اسی لحاظ سے جناب مسیح نے بھی اپنے مریدوں کو ان کی تعلیم کے سننے سے منع فرمایا تھا۔

متی کے انجیل کے سولہویں باب کے چھٹے درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"خبردار! فروسیوں اور صدوقیوں کے خمیر سے پرہیز کرو"۔

اور خمیر سے مراد تعلیم ہے، جیسا کہ اسی باب کے بارہویں درس میں ہے، اور لوقا اپنے انجیل کے پہلے باب میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"۱۔اے بزرگ تیوفل اس لئے کہ بہتوں نے اختیار کیا کہ اس احوال کو جو حقیقت میں درمیان گذرا بیان کریں۔

۲۔جیسا انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خدمت کرنے والے تھے، ہم کو سونپا۔

۳۔میں نے بھی مناسب جانا کہ سب کو سرے سے اچھی طرح دریافت کرکے تیرے لئے درستی سے لکھوں"۔

آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کے پانچویں جلد میں صفحہ ۳۶۹ کے اندر لکھتا ہے:

"ہمیشہ سے رسم ہے کہ بڑے آدمیوں کے بہت سے مؤرخ ہوا کرتے ہیں، اور یہی حال خداوند کا ہے، لیکن چونکہ اکثر ان کے بیانوں سے نادرست تھے، اور ان چیزوں کو جو واقع نہیں ہوئی تھیں انہوں نے یقینی کرکے لکھ دی تھیں، اور حالات میں عمداً یا سہواً غلطی کی تھی، خصوصاً جہاں لوقا نے اپنی انجیل کو وہاں لکھا تھا، اس لئے روح القدس کو اچھا معلوم ہوا کہ لوقا کو سب حالات کا ٹھیک علم دے، تاکہ دیانت دار لوگ ٹھیک حال معلوم کریں"۔

(یہاں تک کلام آدم کلارک کا تھا) دیکھو یہ مفسر اقرار کرتا ہے کہ اور تاریخیں بھی لوقا کے تاریخ کے مثل بن چکی تھیں، لیکن ان میں یہ نقصان تھا کہ ان کے اکثر بیان نادرست تھے، اور ان چیزوں کو جو واقع نہیں ہوئی تھیں انہوں نے یقینی کرکے لکھ دیا تھا، اور دوسرے حالات میں عمداً یا سہواً غلطی کی تھی۔

دیکھو پہلے ہی طبقہ کے لوگوں کی یہ دیانت تھی اور طبقوں کی دیانت کو کیا روویں۔ اور ایسی دانستہ غلطی کا تحریف کے سوا اور کیا نام ہے، بھلا اب ایسے لوگوں سے تحریف کا کیا استبعاد ہے، اور نامہ گلتیوں کے پہلے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"۶۔ میں تعجب کرتا ہوں کہ تم اتنا جلدی اس سے جس نے تمہیں مسیح کے فضل میں بلایا پھر کے دوسری انجیل الٹ کے ہوگئے۔

۷۔ سو وہ دوسری تو نہیں مگر بعضے ہیں جو تم کو گھبراتے ہیں، اور مسیح کی انجیل الٹ دینے چاہتے ہیں"۔

دیکھو پولوس مقدس اقرار کرتے ہیں کہ اسی وقت میں ایک اور انجیل تھی، اور اسی وقت میں بعضے انجیل کے الٹنے کے درپے تھے۔

آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی چھٹی جلد میں اس مقام کی شرح میں یوں لکھتا ہے:

"یہ بات تحقیق ہے کہ مسیحی دین کے اول قرنوں میں بہت سی جھوٹی انجیلیں رائج تھیں، اور انہیں جھوٹی اور نادرست احوال کے انبوہ نے لوقا کو انجیل کے لکھنے پر برانگیختہ کیا، ان جھوٹے اناجیل سے ستر سے زائد کا تو ذکر ہے، اور قدما کے کلام میں بہت سے ان کے جزء باقی ہیں، اور فابری بوس نے ان جھوٹی اناجیل کو جمع کر کے تین جلدوں میں چھاپا تھا، اور ان انجیلوں سے بعض میں شریعت موسوی کے اطاعت کا اور ختنہ کا وجوب انجیل کے اطاعت کے ساتھ مبین ہے، اور انہیں میں سے کسی ایک کے طرف حواری کا اشارا معلوم ہوتا ہے الخ"۔

دیکھو اس مفسر کے اقرار کے موافق لوقا کی انجیل کے تالیف کے پہلے جھوٹی انجیلیں رائج تھیں، اور ستر سے زائد کا تو ذکر ہے، اور انہیں میں سے کسی ایک کی طرف پولوس مقدس اشارہ کرتے ہیں۔

موشیم مؤرخ اپنے تاریخ کی پہلی جلد میں ناصریوں اور ابیونی فرقہ کے حال میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۳۲ء):

"کہ ان دونوں فرقوں کے پاس ایک انجیل تھی جو ہمارے انجیل سے

مختلف ہے، اوراس انجیل کے حق میں ہمارے علماء میں اختلاف ہے"۔

یہاں تک موشیم کا کلام تھا، اوراس جگہ میکلین حاشیہ میں لکھتا ہے کہ:

"انجیل ناصریوں والی یا عبرانی یقیناً وہی ہے جو ابیونی فرقہ کے پاس تھی، اور بارہ حواریوں کی انجیل کر کے مشہور ہے، اور غالباً یہ وہی ہے جس کی طرف پولوس گلتیوں کے نامہ کے پہلے باب کے چھٹے درس میں اشارہ کرتا ہے"۔

(یہاں تک میکلین کا کلام تھا) اور تھسلنیکوں کے نامہ کے دوسرے باب کے درس دوسرے میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"کہ تم اس خیال سے کہ مسیح کا دن آپہنچا ہے جلد اپنے دل کی ڈھارس مت کھوؤ، اور نہ گھبراؤ، نہ کسی روح، نہ کسی کلام، نہ کسی خط سے، یہ سوچ کر وہ ہمارے طرف سے ہے"۔

تفسیر ہنری اوراسکاٹ میں ہے کہ:

"بعض نے خیال کیا ہے کہ اس درس میں اشارہ ہے کہ تھسلنیکوں کو اور بھی پولوس کے نامے جعلی دکھائے گئے تھے"۔

کہتا ہوں میں کہ ظاہر یہی ہے، اور شاید احتیاطاً پیش بندی کے طور جعلسازی کے شیوع کا ملاحظہ کر کے لکھا ہوگا۔

اور نامہ دوم کرنتھیوں کے گیارہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"۱۲۔ پر میں جو کرتا ہوں سو ہی کرتا رہوں گا کہ میں ان کو جو قابو ڈھونڈتے ہیں قابو پانے نہ دوں گا، جس بات میں وہ فخر کرتے ہیں ایسے جیسے ہم ہیں، پائے جاویں، کیونکہ ایسے جھوٹے رسول دغاباز کارندہ ہیں جو اپنی صورتوں کو مسیح کے رسولوں سے بدل ڈالتے ہیں"۔

دیکھو جناب پولوس شور کرتے ہیں کہ ان کے وقت میں ایسے لوگ تھے جو اپنی

صورتوں کو حواریوں کی صورتوں میں بدلتے تھے، اور رسالت عیسوی کا دعویٰ کرتے تھے، اور قابو ڈھونڈتے تھے۔

آدم کلارک اپنی تفسیر میں اس مقام کے شرح میں لکھتا ہے کہ:

"وہ شخص جھوٹا دعوے کرتے تھے کہ ہم مسیح کے رسول ہیں، لیکن حقیقت میں مسیح کے رسول نہ تھے، اور وہ وعظ اور محنت کرتے تھے، مگر اپنے فائدے کے سوا اور کچھ مطلب نہ رکھتے تھے"۔

اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈمینٹ میں بارہویں درس کے ذیل میں ہے:

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹے رسول گرنتھیوں میں حواریوں کی سی وضع بنا کے دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اپنے وعظ پر کچھ نہیں لیتے، اور اپنی استغنائی پر فخر کرتے تھے، لیکن باوجود اس کے اور بھائیوں سے خفیہ اپنے مریدوں سے تحفے لیتے تھے، بلکہ ان سے چھین لیتے تھے، اس پر حواری نے اس لحاظ سے کہ وے شرمندہ ہوویں، اور مسیح کے سچے رسولوں کی چال پکڑیں یہ لکھا کہ میں گرنتھیوں سے کبھی کوئی چیز نہ لی ہے، اور نہ لوں گا، نہ خفیہ اور نہ ظاہر"۔

(یہاں تک کلام مفسروں کو تھا) سو معلوم ہوا کہ حواریوں ہی کے وقت میں جھوٹے حواری اور مسیح کے رسول نکل پڑے تھے۔

اور یوحنا حواری اپنے نامہ اول کے چوتھے باب کے پہلے درس میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"اے حبیبو! تم ہر ایک کی تصدیق نہ کرو بلکہ روحوں کو آزماؤ کہ وے خدا کے طرف سے ہیں کہ نہیں، کیونکہ بہت سے جھوٹے پیغمبروں نے دنیا میں خروج کیا ہے"۔

دیکھو اس میں یوحنا حواری بھی پولوس کے طرح شور مچاتے ہیں۔

آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر میں اس مقام پر یوں لکھتا ہے:

''اول زمانے میں ہر ایک معلم دعوے کرتا تھا کہ مجھ کو روح القدس کا الہام ہے، اس لئے کہ تمام پیغمبر معتبر اسی طرح آئے تھے، اور روح سے مراد یہاں آدمی ہے جو دعویٰ کرے کہ میں روح کے اثر میں ہوں، اور اس کے کہنے کے موافق سکھاتا ہوں۔

قولہ روحوں کو آزماؤ یعنی سکھلانے والوں کو دلیل سے آزماؤ۔

قولہ بہت سے جھوٹے پیغمبر یعنی سکھلانے والے جن کو روح القدس نے الہام نہیں کیا خصوصاً یہودیوں میں الخ''۔

(یہاں تک کلام آدم کلارک کا تھا) اس میں مصرح ہے کہ اول زمانے میں ہر معلم الہام کا دعویٰ کرتا تھا، اور ایسے جھوٹے مدعی الہام کے یہودیوں میں بہت تھے۔

اور پطرس حواری اپنے دوسرے نامہ کے ۲ باب کے پہلے درس میں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۴ء):

''جیسے جھوٹے نبی اس قوم میں تھے ویسے جھوٹے معلم تم میں بھی ہوں گے جو ہلاک کرنے والی بدعتیں پردے میں نکالیں گے، اور اس خداوند کا جس نے اسے مول لیا انکار کریں گے، اور آپ کو جلد ہلاک کریں گے''۔

اور یہ جملہ ''ہلاک کرنے والی بدعتیں پردے مین نکالیں گے'' اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ ۱۸۴۱ء):

''بدعتہائے مہلک را در قفا داخل خواہند نمود''۔

(عربیہ ۱۸۱۶ء):

"یدخلون الطرق المهلکة بالخفیة"۔

پطرس حواری اس میں تنبیہ کرتے ہیں کہ وہ بدعتیں ایسی ہوں گی کہ لوگوں کے نزدیک شریعت عیسوی سے ممتاز نہ ہوں گے۔

آدم کلارک مفسر اس درس کے شرح میں لکھتا ہے:

"شروع ہی دین عیسوی میں بہت سے بدعتی فرقے پھیل گئے تھے بڑے ان کے فرقہ ابیونی وفرقہ سرنتھس وغیرہما کے تھے، جن کے بہت سے تعجبی باتیں قدمانے ذکر کی ہیں، ان میں سے جن کی طرف حواری اشارہ کرتا ہے معلوم نہیں، غالباً کوئی مرید یہودیوں کے یانکولائٹنس کے ہوں گے"۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا) اور یہودا حواری نے اپنے وقت میں ایسے لوگوں کو بہت ہی کثرت سے دیکھا تھا کہ سارے خط میں ان کی شکایت کرتا ہے۔

تفسیر ڈوالی اور رچرڈمنٹ میں پطرس حواری کے اس قول کی شرح میں ہے کہ:

"یہودا لکھتا ہے کہ جس وقت اس نے اپنا نامہ لکھا تھا اس وقت میں یہ جھوٹے معلم آچکے تھے، اور کہتا ہے کہ انہوں نے توفیق خدا کو شہوت رانی سے بدل دیا تھا"۔

اور ہارن صاحب اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے پانچویں تتمّہ کی دفعہ دوم میں لکھتے ہیں کہ:

"پاک نویسوں نے خبر دی ہے کہ ایسے لوگ انہیں کے زمانے میں پیدا ہوگئے تھے، اور اس کی بھی خبر دی ہے کہ آگے کو بدلوگ ہوں گے، جیسا کہ لوقا نے پہلے باب میں اور پولوس نے نامہ گلائیوں کے پہلے باب کے چھٹے درس سے نویں درس تک اور تسلینقیون کے دوسرے نامہ کے دوسرے باب کے دوسرے درس میں تصریح کی ہے، اور حواریوں کے زمانے کے بعد یہ جھوٹی کتابیں جو عیسیٰ اور حواریوں اور ان کے ہمراہیوں کے طرف منسوب تھیں، اور ان کو اول کی چار صدی والوں نے انجیلوں اور ناموں اور اعمال اور مشاہدات وغیرہا کا خطاب کرکے ذکر کیا ہے بہت سی بڑھ گئیں، اور ان میں سے بہت تو نیست و

نابود ہو چکے ہیں، اور بعضے اب تک موجود ہیں"۔

پھر لکھتے ہیں:

"جھوٹی کتابیں جواب موجود ہیں یہ ہیں:

ابگرس کے نام عیسیٰؑ کا ایک خط

عیسیٰ کا ایک خط جو یروشالم میں لیویاس شہر ایرس کے پادری کے نام آسمان سے گرا تھا

آئین حواریوں کا

عقائد حواریوں کے

برنباہ اور کلیمنس اور اگناشش اور پولیکارب کے نامے

انجیل طفولیت

انجیل ولادت مریم

انجیل یعقوب

انجیل نیقودیما

شہادت تہلکہ یا اعمال پولوس

بارہ حواریوں کی تاریخ ابدیاس کی تصنیف

لادوقیوں کو پولوس کا خط

سنیکا کے نام پولوس کے اور ماسوا ان کے چھ خط"۔

موشیم اپنی تاریخ کی پہلی جلد کے صفحہ ۶۵ میں دوسری صدی کے علماء کے بیان میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۳۲ء):

"کہ افلاطون اور فیثاغورث کے پیروؤں کا ایک مقولہ تھا کہ راستی اور خداپرستی کے ترقی کے لئے جھوٹ بولنا اور فریب دینا صرف جائز ہی نہیں بلکہ تحسین کے قابل بھی ہے، اور مسیحؑ کے پہلے مصر کے یہودیوں نے ان سے یہ

مقولہ سیکھا تھا جیسا کہ بلاشبہ بہت سے پرانے ملفوظوں سے یہ امر ثابت ہوتا ہے، اوران دونوں سے یہ بڑی وبا غلطی کی عیسائیوں کو لگی، جیسا کہ یہ امر بہت سے کتابوں سے جو جھوٹ سے بڑے بزرگوں کے طرف منسوب ہیں کھلتا ہے''۔

(یہاں تک موشیم کا کلام تھا)

اور ولیم میور صاحب اپنی اردو تاریخ کلیسیا کے تیسرے باب کے دوسرے حصہ میں تیسری دفعہ کے اندر لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۸ء):

''دوسری صدی میں مسیحیوں میں گفتگو رہی کہ جب بت پرست فیلسوف اور حکیموں کے ساتھ دین کا مباحثہ کیا جاوے تو انہیں کے بحث کا طرز اور طریقہ اختیار کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ آخرکار ارجن وغیرہ کے رائے کے بموجب طریقہ مذکور تسلیم ہوا، اس سے مسیحی بحاثوں کی البتہ تیز عقلی اور نکتہ سنجی نے بحث میں زیادہ رونق پائی، لیکن راستی اور صفائی میں کچھ خلل پڑا، پھر اسی سبب سے بعض لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ جعلی تصنیفات پیدا ہوئیں جو کہ اس زمانے کے بعد کثرت سے لکھی گئیں، اس طرح سے کہ فیلسوف لوگ جب کسی طریقے کی پیروی کرتے تھے تو کبھی کبھی اس کے حق میں کتاب لکھ کے کسی معروف کے نام سے اجرا کرتے تھے کہ اس حیلہ سے لوگ اس پر متوجہ ہو کر اس کی باتیں زیادہ مانیں گے، اگرچہ اس کی باتیں برملا خود مصنف کی ہوتیں، سو اسی طرح مسیحی جو فیلسوفوں کی طرح بحث کرتے تھے، کتاب لکھ کے کسی حواری یا خادم حواری یا معروف اسقف کے نام سے رواج دیتے تھے، ایسا دستور تیسرے صدی میں شروع ہوا، اور کئی سو برس تک رومی کلیسیا میں جاری رہا، یہ بات بہت ہی خلاف حق اور قابل الزام شدید کے تھی''۔

(یہاں تک ولیم کا کلام تھا جو انہیں کی عبارت سے منقول ہوا) اور اس جگہ واجب الاظہار یہ ہے کہ جب دوسری ہی صدی بلکہ اول ہی صدی سے علماء مسیحی کی

بددیانتی شروع ہوئی، اور اس کے بعد دوسری ہی صدی میں جھوٹ بولنا اور فریب دینا خداپرستی کی ترقی کے واسطے بمنزلہ مستحب دینی کے ٹھہرایا گیا، اور ایسے علماء نے جن کو مسیحی اب تک اپنا مقتدا گنتے ہیں جعلسازی کے واسطے فتویٰ دیا، اور ایسی جعلسازی صدہا سال جاری رہی، تو بھلا اس امر مستحب اور اس علماء کی دیانت کا خیال کر کے کب بعید معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں نے یہ لحاظ کر کے کہ مسیحی دین کی ترقی اور عوام کا اعتقاد پکا ہو جائے فتویٰ دیا ہو کہ اس انجیل متعارف میں بھی بہت کچھ گھٹایا بڑھایا جاوے، یا اصل نسخے تہمت لگا کر یا بدون تہمت ہی کے گم کر کے اور بنائے جاویں، اور یہ انجیل اسی صدی میں اور انجیلوں کی طرح تیار کی ہو، اور ان جعلسازوں نے صدہا سال تک اس انجیل کے بھی فقروں کو حتی الوسع خراب (۱) کیا ہوگا، اس لئے کہ جو خط اور کتابیں مقدس کتابوں کے برابر نہیں تھیں ان میں بھی نہیں چوکے، ڈیونیسیش گورنتھیہ کے اسقف ہی کی زندگی میں اس کے خطوں میں تحریف کر بیٹھے کہ جس پر اسی نے دہائی دی۔

اور ارجن کی تفسیر کو تحریف کر کے خراب کیا، اور اگناتیوس کے نام سے کئے نامے بنا ڈالے، اور بعض ان خطوں میں جو اس کی طرف منسوب ہیں شرارت سے نہ چوکے اور اسی طرح اور جگہ یوسی بیس اپنی تاریخ کے چوتھی کتاب کے تیئیسویں باب میں لکھتا ہے کہ:

> "ڈیونیشیس گورنتھیہ کا اسقف کہتا ہے کہ میں نے بھائیوں کے درخواست کے موافق نامے لکھے تھے، اور ان شیطان کے خلیفوں نے ان کو گندگی سے بھر ڈالا، بعض باتیں بدل دیں، اور کچھ داخل کیں جن کے لئے دوہرا غم ہے، اس لئے یہ تعجب کا مقام نہیں کہ اگر بعض نے خداوند کے پاک کتابوں میں بھی ملانے کا ارادہ کیا ہے، کیونکہ انہوں نے اور کتابوں میں جو ان

---

(۱) ﴿اور یہ سب باتیں ظہور میں آئی ہیں، جیسا انشاء اللہ بارہویں ہدایت کے اندر معلوم ہو جاتا ہے۔۱۲﴾

کتابوں کے مقابل نہیں رہی قصد کیا"۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کے اول ہی میں مقدمہ کے اندر لکھتا ہے:

"ارجن کی بڑی بڑی کتابیں مفقود ہوگئی ہیں، اور اس کی ہوملیوں میں بہیتری باقی ہیں، لیکن ان میں اس کثرت سے شرح تمثیلی اور خیالی طور سے ہے کہ وہ بڑی دلیل اس بات کی ہے کہ ان میں ارجن کے بعد تحریف ہوئی"۔

اور لارڈنر اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں لکھتا ہے کہ:

"یوسی بیس اور جیروم نے اس کے (یعنی اگناشیوس کے) سات خط کا ذکر کیا ہے، اور ان کے سوا اور طرف بھی اس کے طرف منسوب ہیں کہ جن کو جمہور علماء جعلی سمجھتے ہیں، اور میرے نزدیک یہی ظاہر بھی ہے، اور ان سات خطوں کے دو نسخے ہیں، ایک بڑا، دوسرا چھوٹا، اور سوائے مسٹر وسٹن اور دو چار اس کے تابعین کے سب کی یہی رائے ہے کہ بڑے نسخے میں الحاق ہوا ہے، اور چھوٹا نسخہ اُس کی قابلیت رکھتا ہے کہ اس کی طرف منسوب ہو، اور میں نے جو غور سے دونوں نسخوں کا مقابلہ کیا یہ بات معلوم ہوئی کہ چھوٹے نسخہ میں الحاق کر کے بڑا نسخہ بنالیا ہے، اور یوں نہیں کہ چھوٹا نسخہ بڑے نسخہ سے مختصر کرلیا ہو، اور قدماء کے حوالے بھی چھوٹے نسخہ سے بڑے نسخہ کی نسبت زائد مناسبت رکھتے ہیں، باقی رہا یہ سوال کہ آیا خطوط مندرجہ چھوٹے نسخہ کے حقیقت میں اگناشیوس کے ہیں یا نہیں؟ اس میں بڑا جھگڑا ہے، اور بہت بڑے بڑے محققوں کے قلم اس امر میں کام میں آئے ہیں، اور میں جانبین کی تحریر کو دیکھ کر اس سوال کو مشکل سمجھتا ہوں، اور میرے نزدیک اتنی بات ثابت ہے کہ یہ خطوط وہی ہیں جن کو یوسی بیس نے پڑھا ہے، اور ارجن کے وقت میں موجود تھے؟ اور بعضے فقرے اگناشیوس کے زمانے کے اچھے مناسب نہیں، تو یہ بات معقول معلوم ہوتی کہ انہیں الحاق مانیں، نہ یہ کہ ان کا لحاظ کر کے ان سب خطوں کو رد کریں، خصوصاً نسخوں کی کمیابی کی صورت میں جس میں ہم اب مبتلا ہیں، اور جو بڑے خطوں میں کسی ایرین

نے الحاق کیا ہے، اسی طرح ہوسکتا ہے کہ چھوٹے خطوں میں بھی کسی ایرین یا کسی دیندار یا دونوں نے دست اندازی کی ہوگی، گو میرے نزدیک اس دست اندازی سے بڑی خرابی نہیں آئی"۔

(یہاں تک لارڈنر کا کلام تھا جو خلاصہ کے طور سے منقول ہوا)

اور پیلی کی کتاب کا محشی اس کے حاشیہ میں لکھتا ہے کہ:

"پچھلے دنوں میں اگناشیوس کے تین خطوں کا سریانی ترجمہ ظاہر ہوا، اور اس کو کیوریٹن نے طبع کیا ہے، اور اس نئے ملفوظ نے اس امر کو تحقیق کے قریب کردیا ہے کہ خطوط یونانی چھوٹے میں جن کو اشر نے درست کیا ہے الحاق ہوا ہے"۔

اور اس کے بعد چار دلیلیں اس امر کے اثبات کے لئے لاتا ہے۔

اب ان دونوں تحریروں سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

پہلی یہ کہ دو چار عالموں کے سوا سب علماء مسیحی کا اس پر اتفاق ہے کہ بڑے نسخے میں الحاق ہوا ہے، اور الحاق کرنے والا کوئی ایرین کے فرقے سے ہے، پس بڑا نسخہ تو مسیحیوں کے نزدیک غیر معتبر ہے۔

دوسری یہ کہ چھوٹے نسخہ کو بھی جزماً نہیں کہہ سکتے کہ اس میں وہی خطوط ہیں جو اگناشیوس نے لکھے تھے، باوجود اس کے پھر ان میں الحاق یقینی ہے، اور الحاق کرنے والا کوئی ایرین یا کوئی دیندار مسیحی ہے یا دونوں ہیں۔

تیسری یہ کہ دیندار حضرات بھی اپنی عاقبت سوارنے کو اپنے اس دوسری صدی والے قاعدے کے مطابق ایسے بدامر کے درپے تھے۔

چوتھی یہ کہ ان سات خطوں کے سوا جو اور خط ہیں ان کو جمہور مسیحی جعلی سمجھتے ہیں اور لارڈنر کا مختار قول بھی یہی ہے۔

آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کے اول میں مقدمہ کے اندر لکھتا ہے:

''ہارمنی ٹے شن (۱) کا اصل نسخہ گم ہو گیا ہے اور جواب موجود ہے اس پر علماء کا شبہ ہے، اور یہ شبہ ان کا ٹھیک ہے''۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا) سو اس کی تحقیق کے موافق اصل نسخہ گم اور نسخہ موجودہ جعلی ہے۔

واٹسن اپنی کتاب کے تیسری جلد میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۷۹۱ء):

''ہارمنی ٹے شن کی تھیودورٹ کے وقت میں موجود تھی اور سب کلیسوں میں پڑھی جاتی تھی، لیکن اس نے اس کے سب نسخوں کو غارت کر دیا تھا کہ انجیل کو اس کے جگہ قائم کرے''۔

(یہاں تک واٹسن کا کلام تھا)

دیکھو باوجودیکہ سب کلیسوں میں رائج تھی، اس پر بھی یہ حرکت تھیوڈورٹ کی ایسی چل گئی کہ وہ صفحۂ جہاں سے گم ہو گئیں، سو پہلے وقتوں میں ہر قسم کی تحریف چل سکتی تھی، خیر اس ایک مقتدا نے تو یہ حرکت کی تھی، دوسرے کسی مقتدا نے اس کا نسخہ پھر جعلی بنا کر کھڑا کر دیا جس کو آدم کلارک جعلی بتلاتا ہے۔

بھلا جب ان کے دینداروں اور غیر دینداروں کا ڈیونیسیس اور ارجن اور اگنا شیوس اور ٹے شن وغیرہم کے کلام کی نسبت یہ حال ہو کہ اپنے اپنے مطلب کے موافق ان کو محرف کریں سو ایسے لوگ اپنی چلتی میں مقدس کتابوں میں کب چوکتے ہیں، خیر کچھ ہوا ایسے بے ایمان جس کا شروع دوسری ہی صدی سے ہوا برابر صدہا سال چل گئے، اور دسویں صدی میں بہت زور پر تھی۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کے دوسری جلد کے اندر نسخہ قدکس الکسندرینوس کے

(۱) ﴿یعنی تفسیر﴾

حال میں اَودِن کا قول یوں نقل کرتا ہے:

"اودن کہتا ہے کہ اتھابے سیش کا نامہ جھوٹا ہے، اور اس کی زندگی میں بن نہیں سکتا، اور جودسویں صدی میں جھوٹ کا بڑا زور تھا تو اسی صدی میں یہ نامہ جعلی بھی بنایا گیا ہوگا"۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا) اور لب التواریخ کے تیسرے دفتر کے نویں باب کی سولہویں فصل میں فرانس کے علما اور مسیحی علماء کی شرارت کی بیان میں، چونکہ وہ شہادت ان سے کاتلک مذہب کے مقابلے میں سرزد ہوئی یوں مرقوم ہے:

"تصانیف متوفی لوگوں کے نام سے منتشر ہونے لگیں کہ جن میں ایسی ایسی باتیں مندرج تھیں جو کہ صریح ان آراء کے برعکس تھیں کہ جن کے وے مصنفین جب کہ وے ذی حیات تھے، قائل تھے"۔

(یہاں تک کلام لب التواریخ والے کا تھا) جو اس کی عبارت میں منقول ہوا اور اب تک بھی یہ سلسلہ جاری ہے، میں نے بچشم خود پادریوں سے اکبر آباد کے اپنے مباحثہ میں دیکھا۔

إنا لله وإنا إليه راجعون، خدا ہم کو اور ان لوگوں کو ہدایت فرمادے کہ ایسے حرکات سے باز آویں، اور اچھے کاموں کی توفیق دے۔ آمین۔

اور ایسے جعلی کتابوں کے جو بڑے بڑے مؤدب ناموں کے ساتھ منسوب ہو کر دنیا میں پھیلائی گئی ہیں جس قدر مجھ کو نام معلوم ہوئے ہیں ان کو لکھ دیتا ہوں۔

عہد عتیق کی ۱۳/ عدد جعلی کتابیں

(۱) کتاب مشاہدات

(۲) کتاب پیدائش کی چھوٹی کتاب، اوراس کی اصل تو عبری میں چوتھی صدی تک پائی جاتی تھی، اور جیروم نے اس کا حوالہ بھی دیا ہے، اور سیڈری نس نے اپنی تاریخ میں اکثر جگہ اس سے نقل کیا ہے، اورارجن کہتا ہے کہ:

"پولوس نے گلاتیوں کے نامہ کے پانچویں باب کے چھٹے درس کو اور چھٹے باب کے پندرہویں درس کو اسی کتاب سے نقل کیا ہے، اوراس کا ترجمہ سولہویں صدی تک موجود تھا، اور اسی صدی میں کونسل ٹرنٹ نے اس کو جھوٹا ٹھہرایا، سو جب سے وہ جھوٹی اور جعلی ٹھہر گئی"۔

دیکھو قدما نے اس کتاب کو صحیح جانا تھا، یہاں تک کہ ارجن کے اقرار کے موافق جناب پولوس نے بھی اس سے سند پکڑی ہے، اور سولہویں صدی میں جعلی ٹھہری۔

(۳) کتاب معراج، ارجن کہتا ہے کہ یہودا کے نامہ کا نواں درس اسی سے منقول ہے، اورلارڈنر نے اپنی تفسیر کی دوسری جلد کے صفحہ ۵۱۲ میں ارجن کے اس قول کو نقل کیا ہے۔

(۴) کتاب الاسرار

(۵) ٹسٹمنٹ

(۶) کتاب الاقرار، اور یہ چھ(۶) کتابیں حضرت موسیٰ کے طرف منسوب ہیں، اوراب مسیحی ان کو جھوٹی بتلاتے ہیں، اور طرفہ یہ کہ ان فقروں کو جوانہیں

جھوٹی کتابوں سے منقول ہیں روح القدس کا کلام بتلاتے ہیں۔

ہارن صاحب کہتا ہے کہ:

''مظنون یوں ہے کہ یہ جعلی کتابیں ملت مسیحی کے شروع میں ایجاد ہوئی ہوں''۔

(یہاں تک کلام ہارن تھا) سو اس محقق کے ظن کے موافق پہلی ہی صدی میں یہ کتابیں حضرت موسیٰ کے سر تھوپی گئیں۔

(۷) عزرا کی تیسری کتاب اور اس کو رومن کا تلک اور پروٹسٹنٹ واجب التسلیم نہیں سمجھتے، اور کہتے ہیں کہ اس میں الحاق ہو گیا ہے اور کلیسہ گریک اس کو اب تک مانتا ہے۔

(۸) عزرا کی چوتھی کتاب اور بعضے عیسائی مرشدوں نے اس کا حوالہ بھی دیا ہے، مگر اب مسیحی اس کو نہیں مانتے، اور جعلی بتلاتے ہیں۔

(۹) معراج اشعیا کے طرف منسوب ہے اور جمہور اس کو جعلی کہتے ہیں، اور ہیر کسر (۱) نے جو چوتھی صدی میں تھا، اس کو مانا تھا۔

(۱۰) مشاہدات اشعیا، یہ بھی اشعیا کی طرف منسوب ہے، اور اس کو جعلی کہتے ہیں۔

(۱۱) چند ملفوظات جو حبقوق علیہ السلام کے طرف منسوب ہیں۔

(۱۲) زبور جو سلیمانؑ کے طرف منسوب ہے، اور قدماء نے اس کو مانا تھا، اور کوڈکس اسکندریانوس کے پرانے نسخے میں اور کتابوں کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

(۱۳) یرمیا کی کتاب، اس کتاب مشہور کے سوا جو یرمیا کے طرف منسوب ہے، اور جیروم نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے، جیسا کہ نورٹن نے اس بات کی اپنی کتاب الاسناد میں تصریح کی ہے۔

(۱) ﴿یہ شخص ایک بدعتی فرقہ کا موجد ہے۔۱۲ منہ﴾

عہد جدید کی جعلی کتابیں

صاحب اکسہیو مو اپنی کتاب کے تتمہ کے پانچویں باب میں یوں لکھتا ہے کہ:

"یہ فہرست ان کتابوں کی ہے جو مسیح کے یا حواریوں کے یا مسیح کے اور مریدوں کے طرف منسوب ہیں، اور عیسائی مذہب کے قدیم مشائخ نے انکا ذکر کیا ہے"۔

عیسیٰ کی طرف سات (۷) عدد

(۱) آبگرس بادشاہ کے نام ایک خط (۲) پطرس اور پولوس کے نام ایک خط (۳) تمثیلوں اور وعظ کی کتاب ایک (۴) دھرم گیت جو حواریوں اور مریدوں کو خفیہ سکھاتے تھے ایک (۵) شعبدہ بازی اور سحر کی کتاب ایک (۶) کتاب جنم بھوم مسیح اور مریم اور دایہ مریم کی ایک (۷) نامہ جو چھٹی صدی میں آسمان سے گرا ایک۔

مریم علیہا السلام کے طرف نو (۹) عدد

(۱) اگناشس کے نام ایک خط (۲) نبی سلیمان کے نام ایک خط (۳) کتاب جنم بھوم مریم ایک (۴) کتاب مریم اور دایہ مریم کی (۵) تاریخ اور حدیث مریم کی ایک (۶) کتاب معجزات مسیح ایک (۸) چھوٹے بڑے سوالوں مریم کی ایک کتاب (۹) نسل مریم اور انگشتری سلیمان کی ایک کتاب

پطرس حواری کی طرف ۱۱/عدد

(۱) انجیل پطرس ایک (۲) اعمال پطرس ایک (۳) مشاہدات پطرس ایک (۴) ایضاً مشاہدات پطرس ایک (۵) نامہ بنام کلیمنس ایک (۶) مباحثہ پطرس وا سے پین ایک (۷) تعلیم پطرس ایک (۸) وعظ پطرس ایک (۹) آداب نماز پطرس ایک (۱۰) کتاب خانہ بدوش پطرس ایک (۱۱) کتاب قیاس پطرس ایک

یوحنا کے طرف ۹/عدد

(۱) اعمال یوحنا ایک (۲) انجیل دوم یوحنا ایک (۳) کتاب خانہ بدوشی یوحنا ایک (۴) حدیث یوحنا ایک (۵) نامہ بنام ہیڈرویک ایک (۶) وفات نامہ مریم ایک (۷) مسیح اوران کے نزول کا صلیب سے تذکرہ ایک (۸) کتاب دوم مشاہدات یوحنا ایک (۹) آداب نماز یوحنا ایک

اندریا حواری کے طرف دوعدد

(۱) انجیل اندریا ایک (۲) اعمال اندریا ایک

متی حواری کے طرف دوعدد

(۱) انجیل طفولیت ایک (۲) آداب نماز متیٰ ایک

فیلپ حواری کی طرف دوعدد

(۱) انجیل فیلپ ایک (۲) اعمال فیلپ ایک

برتولما حواری کے طرف ایک عدد

(۱) انجیل برتولما ایک

توما حواری کی طرف ۵/عدد

(۱) انجیل توما ایک (۲) اعمال توما ایک (۳) انجیل طفولیت مسیح ایک (۴) مشاہدات توما ایک (۵) کتاب خانہ بدوشی توما ایک

یعقوب حواری کی طرف ۳/عدد

(۱) انجیل یعقوب ایک (۲) آداب نماز یعقوب ایک (۳) وفات نامہ مریمؑ ایک

متیاہ حواری کے طرف

جو مسیح کے عروج کے بعد حواریوں میں داخل ہوا تھا ۳/عدد

(۱) انجیل متیاہ ایک (۲) حدیث متیاہ ایک (۳) اعمال متیاہ ایک

مرقس کے طرف ۳/عدد

(۱) مصریوں کی انجیل ایک (۲) آداب نماز مرقس ایک (۳) کتاب پے شن برنباہ ایک

برنباہ کی طرف دو عدد

(۱) انجیل برنباہ ایک (۲) نامہ برنباہ ایک

تھی ڈیوشن کی طرف ایک عدد

(۱) انجیل تھی ڈیوشن ایک

پولوس کہ طرف ۱۵/عدد

(۱) اعمال پولوس ایک (۲) اعمال تھلکہ ایک (۳) لادوقیون کے نام ایک خط (۴) تھسلنیکیوں کے نام تیسرا خط ایک (۵) گرنتھیوں کے نام تیسرا خط ایک (۶) گرنتھیوں کے طرف سے خط اور اس کا جواب پولوس کے طرف سے ایک (۷) سنیکا کے نام

پولوس کا خط اور سینیکا کا خط پولوس کے نام (۸) مشاہدات پولوس ایک (۹) ایضاً مشاہدات پولوس ایک (۱۰) وڑن پولوس ایک (۱۱) اناٹے کشن پولوس ایک (۱۲) انجیل پولوس ایک (۱۳) وعظ پولوس ایک (۱۴) منتر سانپ کی کتاب ایک (۱۵) پری سپٹ اور پولوس ایک

ایک اور صاحب اکسہیو موان کتابوں کی فہرست لکھنے کے یوں لکھتا ہے کہ:

"جب دین عیسوی کے شروع ہی میں ان اناجیل اور مشاہدات اور نامجات کی جواب تک بھی اکثر ان کے اکثر عیسائیوں کے نزدیک مسلم ہیں طغیانی آ گئی تھی، پس اب ہم کون سے قاعدے سے پہچانیں کہ یہی کتابیں جن کو پروٹسٹنٹ مانتے ہیں الہامی ہیں، اور اس امر کے لحاظ کرنے سے کہ ان کی یہ کتابیں مسلمہ بھی چھاپے کی ایجاد سے پہلے الحاق اور تبدیل کی قابلیت رکھتی تھیں مشکل پڑتی ہے"۔

کہتا ہوں میں کہ ان اقوال میں یہ شخص سچا ہے، اور اس شخص کو اگر چہ پادری لوگ اچھا نہیں سمجھتے، اور اس لحاظ سے کہ ملحد ہے ہم بھی اس کو برا کہتے ہیں، مگر ہم نے اس عبارت کو اس کی کتاب سے فقط اس لحاظ سے نقل کیا کہ اس میں تفصیل ہے، اور چونکہ یہ بات ان کے مفسرین کے اقرار سے ثابت ہے، اور اس نے بھی انہیں کی معتبر کتابوں سے نقل کیا ہے، تو اب کچھ اس نقل میں حرج نہیں۔

دیکھو اتنا تو آدم کلارک کی عبارت سے بھی معلوم ہو گیا کہ مسیحی دین کے اول فرقوں میں بہت سی جھوٹی انجیلیں رائج تھیں، اور ان جھوٹی اناجیل میں سے ستر سے زائد کا تو ذکر ہے، اور ہارن نے بعض کی تفصیل کر کے کہا تھا، اور "ان کے علاوہ" سو اس صورت میں پادریوں کو انکار کی گنجائش نہیں، اور صاحب اکسھیو مونے بھی سب کو نہیں لکھا، بلکہ انہیں کو لکھا ہے جو جناب مسیح اور حضرت مریم اور حواریوں اور مسیح کے اور

مریدوں کے طرف منسوب ہیں، اور ان کے سوا اور بھی بہت ہیں جیسے کلیمنس اور اگناشس اور پولیکارب کے نامے اور ان کے علاوہ، بہرحال ایسی جعل سازی تو مسیحیوں میں ایک ہنر اور ایک پسندیدہ امر تھا، سو اس لحاظ سے جتنی ہو تھوڑی ہے۔

تیرہویں وجہ

تیرہویں وجہ یہ ہے کہ شروع ہی میں دین عیسوی میں بدعتی فرقوں کی بہت کثرت ہوگئی تھی، اور حوادث مذکورہ وجوہ بالا کا لحاظ کر کے ان کو تحریف کرنے اور اپنے مزخرفات کے پھیلانے کی بہت ہی گنجائش تھی، سو انہوں نے عیسائیت کے پردے میں بہت کچھ خاک اڑائی۔

چودہویں وجہ

چودہویں وجہ یہ ہے کہ جناب مسیح کے عروج سے تین سو سولہ برس کے بعد پوپوں کی سلطنت (جس کو پروٹسٹنٹ دجالی سلطنت کہتے ہیں) شروع ہوگئی تھی، اور پندرہویں صدی تک اس سلطنت کا بڑا ہی زور شور رہا تھا، اور ان پوپوں اور ان کے تابعین کے ہاتھ سے جو جو رخنے دین عیسوی میں پڑے ہیں، جو جو باتیں اور خرابیاں ظہور میں آئیں ہیں پروٹسٹنٹ کے فرقے کی کتابیں ان سے مالا مال ہیں، اور اس سارے حال کے لکھنے سے تو ہم کو شرم آتی ہے، اور ترک بھی نہیں کیا جاتا، اس لئے کچھ تھوڑا سا حال لکھتا ہوں۔

تاپیر صاحب پروٹسٹنٹ اپنی کتاب میں مشاہدات کی بابت صفحہ ۶۸ میں یوں لکھتا ہے کہ:

> ”حضرت عیسیٰ کے تین سو سولہ برس کے بعد دجالی اور پوپی سلطنت شروع ہوئی، اور ۱۲۶۰ برس تک بلا حجت و تکرار قائم رہی“۔

اور دوسرے پروٹسٹنٹ لوگوں کی ایک بڑی مستند کتاب میں یوں ہے کہ:

''آٹھ سو برس سے زیادہ تک دنیادار اور پادری لوگ اور فاضل اور جاہل اور دین عیسوی کے سارے قرن اور فرقے اور سب درجے کے مرد اور عورت بچے اور بڑے بت پرستی میں ڈوب گئے تھے''۔

اور ایک اور بڑا مستند پروٹسٹنٹ فرقے کا یوں لکھتا ہے کہ:

''اصلاح کے شروع میں جب دجال اپنی سلطنت پر قابض تھا اور امن سے بیٹھا تھا تب لوتھر اٹھا''۔

اور ایک اور پروٹسٹنٹ لکھتا ہے کہ:

''ہم کہتے ہیں کہ بہت صدیوں تک تمام روئے زمین پر عموماً ارتداد پھیلا ہوا تھا، اور اس وقت ہمارا کلیسا ظاہر نہ تھا''۔

دیکھو ان کے اقرار کے موافق آٹھ سو برس سے زائد تک تمام روئے زمین کے عیسائی فرقوں میں عوماً ارتداد پھیلا رہا، اور دین عیسوی کے سارے فرقے اور سب درجے کے مرد اور عورت کیا فاضل اور کیا جاہل بری بت پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے، اور دسویں وجہ میں گذرا کہ ڈاکٹر ٹیٹلر کے اقرار کے موافق دینی عہدے علانیہ بکا کرتے تھے، اس سبب سے غالباً ان عہدوں پر نالائق اور لچے لوگ قائم ہوا کرتے تھے۔

اور لب التواریخ کے دوسرے دفتر کے نویں باب کی چوتھے فصل میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''پوپ نیکولس اول نے بہت ہی تیز اور تند ہو، ۸۶۳ء فوشیش پر ارتداد کا فتوے دیا اور فوشیش نے اپنے طرف سے پوپ کے لئے بھی ایسا ہی کچھ حکم جاری کیا، اب کلیسیا میں اتفاق نہ رہا یونانی اور لاطینی علمائے دین میں کلیسیا کے انتظام کی بابت بہت سے اختلاف رائے کی مروج ہو رہے تھے، چنانچہ عزوبت خدام دین کی اور ان کی داڑھی وغیرہ کا مونڈھنا، لیکن حقیقت میں ان کے نفاق کا

اصل مادہ حسد تھا"۔

(یہاں تک لب التواریخ کی عبارت ہے جو خلاصہ کے طور پر منقول ہوئی) اور اس میں پہلے پروٹسٹنٹوں کے کلام سے کچھ مخالفت ہے، مگر تاہم اس سے اتنی بات تو ثابت ہے کہ حسد کے سبب پوپ نے فوشیش پر اور فوشیش نے پوپ پر ارتداد کا فتویٰ دیا، اور علماء لاطینی اور یونانی میں اختلاف آرا کا مروج ہوا۔

اور گیارہویں باب کی چوتھی فصل میں ہے کہ:

"دو بذات عورتیں کئی سال تک دوبار پوپ کا کام کرتی رہیں، اور مقدس پطرس کے تخت پر اپنے دو آشنایوں کو مقرر کیا"۔

اور گیارہویں باب کے چھٹی فصل میں ہے:

"ان ایام میں جب کہ علماء دین ایسے فاسق تھے پوپ کا عہدہ اکثر نیلام پر چڑھایا جاتا تھا، بینڈ کیٹ اور یوحنا نوزدہم دونوں بھائیوں نے (یعنی ایک نے ایک کے بعد) مقدس پطرس کے تخت کو نیلام میں مول لیا، اور تا کہ تخت مقدس انہیں کے خاندان میں رہے، ان کے دوستوں نے بعدہ بینڈ کیٹ نہم کے لئے خریدا کہ جس کی عمر ان دنوں بارہ برس تھی، تین پوپ نے پہلے یوں مشورہ کیا کہ "آپس میں خزانہ تقسیم کرلیں" مگر بعدہ ایک چوتھے پوپ کے ہاتھ اپنے سب حصوں کو انہوں نے بیچ ڈالا"۔

(یہاں تک کلام اس مؤرخ کا ہے) بھلا جب حضرت پطرس کے تخت کا یہ حال ہو کہ جو نیلام میں خریدے وہی اس پر چڑھ بیٹھے، اور سارے فرقے کا مجتہد اور پیشوا ٹھہرے گو کیسا ہی شخص ہو، تو پھر کیوں نہ مسیحی لوگ گمراہ ہوں؟

اور سترہویں باب کے دوسرے فصل میں اس لڑائی کے حال میں جو مسلمانوں کے ساتھ ہوئی تھی، اور جس کا نام جنگ مقدس رکھا ہے یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"ایک بڑا انبوہ طامعین ومفسدین عمائد کا اپنے سب متعلقین کے ساتھ عزیمت وغنیمت کے لئے اور اس امید پر کہ نجات ابدی ہوگی (جس کا ایک عجیب وغریب حکم سے پوپ نے وعدہ کیا تھا) فوراً صلیب اٹھا چل نکلے"۔

پھر سترہویں باب کی چھٹے فصل میں ہے:

"مؤرخین نے شمار کیا ہے کہ فلسطین کے سب جہادوں میں ملک شرق میں قریب چالیس لاکھ یورپیوں کے مدفون ہوئے"۔

(یہاں تک اس مؤرخ کا کلام تھا) دیکھو پوپ نے عیسوی شریعت کے خلاف کیسا فتوے لگایا تھا کہ اس کے موافق سب مسیحی مفسد طامع اس گناہ میں پڑے، اور چالیس لاکھ مسیحی کا مرنا اس گناہ میں ہوا۔

پھر اکیسویں باب کی فصل میں ایک پوپ کے حال میں یوں ہے:

"یہ پوپ سب گذرے ہوئے پوپوں سے زیادہ متکبر وظالم تھا"۔

اور پچیسویں باب کی چھٹی فصل میں اس بات کا سبب کہ عجیب وغریب نقلیات لعب جو بہت ہی قبیح تھیں، کس طرح پھیلیں یوں مرقوم ہے:

"یوں سمجھا گیا ہے کہ قسیسوں سے یہ بات اس نیت سے ایجاد ہوئی کہ وے میلان طبیعت بشری کو اپنے قابو میں رکھیں، اور تفہیم ومدرکہ کو تہذیب کی طرف نہ جانے دیں"۔

(یہاں تک کلام اس مؤرخ کا تھا) اس کے موافق پادریوں کی دیانت ایسی تھی کہ اپنے نفع کے لئے علی الاعلان رسوم فسق اور فجور کو نکال کے عیسائیوں کو آپ اس کی طرف متوجہ کراتے تھے۔

پھر انتالیسویں باب کی پہلے فصل میں ہے:

"پوپ لیودہم کی استبعاد ادلذات اور اولوالعزمیوں کے انجام کے لئے

ضرور پڑا کہ مبلغ خطیر دستیاب ہو، پس اس نے سارے ممالک مسیحی میں اعراف کے عفو تکالیف کے لئے اسناد بیچنا شروع کیا، ابتدا میں یہ اسناد عفو فقط معافی خراج کے لئے جاری ہوا کرتے تھے، بارھویں قرن کے اساقفہ نے انہیں معاملات و عبادات کے عفو سزا کے لئے بھی مروج کیا، مگر جبکہ پوپ نے اس کی ترویج بالکل اپنے ہی ذمہ کی تب ان کے لئے کوئی حد نہ رہی، کیونکہ ماضی حال واستقبال کو تین کے گناہ مطلقاً اس سے بخشے جاتے تھے"۔

(یہاں تک کلام اس مؤرخ کا تھا) دیکھو کیا دینداری تھی، اور اس سند کا مضمون یہ ہوتا تھا:

"اے فلانے ہمارا خداوند یسوع مسیح تجھ پر رحم کرے، میں حواریوں کی نیابت کے اقتدا سے جو مجھ کو مفوض ہوا، تجھ کو کلیسیا کی اس ملامت اور الزام اور تکلیفات سے جس کا تو مستوجب ہوا ہے بری کرتا ہوں، علاوہ اس کے ان تمام زیادتیوں اور تقصیروں اور گناہوں سے جو سرزد ہوئے ہوں، کیسے ہی کیوں نہ بڑے ہوں، اور کسی سبب سے وقوع میں آئے ہوں اگرچہ وہ ساری خطائیں پوپ ہمارے مرشد کی معافی کے لئے رکھی گئی ہوں، میں ساری نالیاقتی کے نشان اور بدنامی کے داغ جو تجھ پر اس وقت تک ہوئے ہوں مٹاتا ہوں، اور ان تکلیفات کو جو تو اعراف میں پاوے میں دور کرتا ہوں، کلیسیا کے تمام سکرامنٹ میں تیرہ حصہ نیا قائم کرتا ہوں، اولیاؤں کے گروہ میں تجھ کو شامل کرتا ہوں، اور اس پاکی اور بے گناہی میں جو اصطباغ پانے کے وقت تجھ کو حاصل تھی پھر داخل کرتا ہوں، پس مرنے کے وقت سب دروازے جس سے گنہگار رنج اور سزا میں داخل ہوں، تیرے لئے بند ہو جاویں، اور اس کے بدلے خوشی اور عیش کا دروازہ جو بہشت جاتا ہو تیرے واسطے کھولا جاوے، اور اگر تو بہت برسوں کے بعد مرے تو یہ معافی تیری زندگی کے آخر ساعت تک قائم رہے گی، باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے"۔ آمین

دستخط

فرائز جان ٹزل کسیری

اور اسی سند نے خرابی ڈالی کہ فرقہ پروٹسٹنٹ کا نکلا، کیونکہ لیو دسویں نے جب کہ پوپ کی گدی پر جلوس کیا تو اس نے اس قدیمی دستور کو خوب ہی جاری کیا، اور اپنے تابعین کو حکم دیا کہ گناہوں کی معافی کی سندیں پہنچایا کریں، اکثر اگستاین کے گروہ کے لوگ اس کام کے لئے مامور ہوا کرتے تھے، اور اس کام میں ان کو فائدہ بھی ہوا کرتا تھا، اور عزت بھی بڑھتی تھی، اس عہد میں یہ عہدہ ڈومیشان کے گروہ کو ملا اس پر مارٹن لوتھر جو اگستاین کے گروہ میں سے تھا بگڑ بیٹھا، اور اس سند کے قبائح بیان کرنے شروع کیے، جب پوپ کو خبر پہنچی، تب پوپ نے اول تو چٹھیاں وغیرہ لکھ کر اس کو فہمائش کی، اور جب وہ انحراف سے باز نہ آیا تب ایک فرمان اس مضمون کا جاری کیا کہ:

''اگر لوتھر اپنی خطاؤں سے (باز) نہ آوے تو کلیسیا سے خارج کر دیا جاوے''۔

لوتھر اس فرمان کو خیال میں نہ لایا، بلکہ اس نے الٹا اس کو جلوا دیا، اور پوپ کی اطاعت سے نکل کر اس پروٹسٹنٹ فرقے کی بنا ڈالی، اور اس پیشوا اور مصلح کا قصہ دراز ہے، اس لئے اس کو چھوڑ کر کہتا ہوں کہ مسیحی لوگ اپنے اعتقاد میں یہ سند حاصل کر کے ماضی اور مستقبل اور حال کے سب گناہوں سے پاک اور صاف ہو جاتے تھے، اور اعراف اور دوزخ کے فکر سے بالکل فارغ ہو کر اولیاؤں کے گروہ میں داخل ہو جاتے تھے۔

سبحان اللہ! کیا معاملہ مفت تھا، ایسی ایسی شرارتوں پر خدائے تعالیٰ دسویں سپارے کے گیارہویں رکوع میں ان کی مذمت فرماتا ہے:

"یاأیها الذین آمنوا إن کثیراً من الأحبار والرهبان

ليأكلون اموال الناس بالباطل ويصدون عن سبيل الله"۔

یعنی اے ایمان والو! بہت عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق اور اٹکتے ہیں (روکتے ہیں) اللہ کے راہ سے۔

اور پروٹسٹنٹ کے فرقہ کے پیشوا لوتھر نے جو پوپ اور متعلقین پوپ کے حق میں لکھا ہے، ناظرین کے ملاحظہ کے واسطے نقل کر دیتا ہوں۔

جاننا چاہئے کہ پیشوا موصوف کی سات جلدیں ہیں، اور پہلی جلد ۱۵۱۲ء اور دوسری ۱۵۶۲ء اور تیسری جلد ۱۵۸۳ء اور چوتھی جلد ۱۵۷۴ء اور پانچویں جلد ۱۵۵۴ء اور چھٹی جلد ۱۵۸۰ء اور ساتویں جلد ۱۵۵۸ء میں چھپی ہے، اور کاتلک ہرلڈ کے نویں جلد کے صفحہ ۲۷۷ میں ان ساتوں جلدوں سے کئی انتخاب کئے ہیں، سو میں اس جگہ سے ترجمہ نقل کرتا ہوں، کہ پیشوا موصوف اپنے ساتویں جلد کے ۲۷۴ میں لکھتے ہیں:

"میں اول وہ شخص ہوں جس کو خدا نے ان چیزوں کے ظاہر کرنے کے لئے جو تم میں وعظ کی جاتی ہیں بلایا، اور مجھ کو تحقیق ہے کہ تمہارے پاس خدا کا کلام پاک ہے، دھیمے چلو، چھوٹے پال خبردار رہو، گرنے سے میرے گدھے خبردار ہو۔

اے میرے پوپ گدھے! اور آگے مت بڑھو، میرے چھوٹے گدھے شاید گر کے ٹانگ تڑاؤ گے، اس لئے کہ اب کے سال ہوا اس قدر کم ہوئی ہے کہ برف بہت چکنا اور پھسلنا ہے، اور اگر خدانخواستہ تم گر وپڑوگے تو سب خلقت کھلی کر کے کہے گی کہ یہ کیا شیطانی کام ہے، دور ہو جاؤ۔

اے شریر! وبے باکو مرکو، احمقو، گدھو، کیا تم اپنے تئیں نادان گدھوں احمقوں سے کچھ بہتر خیال کر سکتے ہو، حقیقت میں تو اے پوپ گدھے بلکہ نادان گدھا ہے، اور ہمیشہ گدھا ہی رہے گا"۔

پھر اسی جلد کے صفحہ ۲۷۴ میں لکھتے ہیں کہ:

"اگر میں حاکم ہوتا تو یہ حکم دیتا خراباتی شریروں کو کہ پوپ اور اس کے کنبے متعلقین کی مشکیں باندھ کر اسٹیا میں جو روم سے تین کوس ہے، اور وہاں ایک بڑا ڈبرا (یعنی سمندر) ہے، اور وہ پوپ اور اس کے متعلقین کے صحت پانے کے لئے بیماریوں اور کمزوریوں سے اچھا حمام ہے ڈبوا دیتا، اور میں ضامن دیتا ہوں اپنے قول کو بلکہ خداوند مسیح کو کہ اگر میں آدھا گھنٹہ بھی اس میں آہستہ سے ڈبوا دیتا تو وے سب بیماریوں سے اچھے ہو جاتے"۔

اور اسی جلد کے صفحہ ۴۵۱ میں لکھتے ہیں کہ:

"پوپ اور اس کے متعلقین عہدے دار خراباتیوں اور بے باک شریروں اور مردکوں اور فریبیوں اور جھوٹوں کا گروہ ہے، اور بڑے شریروں کا سنڈ اس اور وہ پڑھے بہت بڑے جہنمی شیطانوں سے اور ایسا پڑھے کہ اس کے تھوک اور سنگ میں بھی شیطان نکلتے ہیں"۔

اور دوسری جلد کے صفحہ ۱۰۹ میں لکھتے ہیں کہ:

"پہلے میں نے کہا تھا کہ جان ہنس کے بعض مسئلے انجیل نویسوں کے ہیں، اب اس قول سے رجوع کر کے کہتا ہوں کہ بعض نہیں بلکہ کل مسئلے جان ہنس کے دجال اور اس کے حواریوں نے کونسل کونسٹنس میں رد کئے تھے، اور میں تیرے منہ پر تجھ کو صاف کہتا ہوں اے پاک نائب خدا کے کہ جان ہس کے سب مسئلے رد کردہ واجب التسلیم ہیں، اور سب تیرے مسئلے بے دینی یا الحادی اور شیطانی ہیں، اس لئے میں جان ہنس کے رد کردہ مسئلوں کو مسلم رکھتا ہوں، اور خدا کی توفیق سے ان کی حمایت کے لئے تیار ہوں"۔

(یہاں تک پیشوا موصوف کا کلام تھا)

اور جاننا چاہیئے کہ جان ہنس کے مسائل میں ایک یہ مسئلہ بھی تھا کہ اگر بادشاہ یا بشپ ایک گناہ کبیرہ کرے تو وہ بادشاہ اور بشپ نہیں رہتا، سو یہ مسئلہ بھی پیشوا موصوف

کے مسلمات میں سے ہے۔

اور دیکھو کہ اپنے ان کلاموں میں پوپ اور اس کے متعلقین کو کیا کچھ کہتے ہیں۔

اور پانچویں جلد کے صفحہ ۳۱۱ میں لکھتے ہیں کہ:

''پوپ کے پیرو سکھلاتے ہیں کہ مسیح پر ایمان لانا بے گناہ ٹھہراتا ہے، بشرطیکہ احکام خدا کی بھی حفاظت رہے، اور یہ تو حضرت مسیح کا صریح انکار اور ایمان کا مٹانا ہے''۔

(یہاں تک پیشوا موصوف کا کلام تھا)

اور چونکہ ان لوگوں کے عہد سلطنت میں سوائے بعض خواص کے کسی کو اجازت نہ تھی کہ عہد عتیق اور جدید کے اصل نسخوں کے طرف کوئی توجہ کرے، بلکہ یہ لوگ عہد عتیق کی اصل کتابوں کو تو محرف جانتے تھے، سو اس لحاظ سے ان کے پیروؤں کو عہد عتیق اور جدید کے اصل نسخوں سے کچھ بڑی غرض متعلق نہ تھی، بلکہ انکا سارا انتظام اور مدار پادریوں کے قول پر (جو بقول ڈاکٹر ٹیٹلر کے ''غالباً نالائق اور لچے ہوتے تھے'') تھا، تو ان کی حد سلطنت میں گویا تمام عیسائی فرقوں میں اصل نسخوں کی ہر قرن میں بڑی ہی قلت متصور تھی، سو اس خیال سے ان نسخوں میں تحریف کی اور بھی بہت گنجائش تھی، اور ان کے نزدیک بڑا معتبر لاطینی ترجمہ تھا، اور ان کے کلیسوں میں یہی بڑا مستعمل تھا سو اس میں بھی یہ لوگ الحاق اور تحریف سے نہیں چوکے۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی چوتھی جلد میں صفحہ ۴۶۳ کے اندر لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

''پانچویں صدی سے پندرھویں صدی تک بہت سے خرابیاں اور الحاق اس میں ہوئے ہیں''۔

پھر صفحہ ۲۶۷ میں لکھتا ہے کہ:

"یہ بات ضرور یاد رکھی جاوے کہ کوئی ترجمہ مثل ترجمہ لاطینی کے خراب نہیں کیا گیا اس کے نقل کرنے والوں نے بہت ہی ناجائز بے قیدی سے عہد جدید کی ایک کتاب میں دوسرے کتاب کے فقرے داخل کیے، اور حاشیوں کے عبارت متن میں درج کر لی"۔

(یہاں تک ہارن کی عبارت تھی جو ترجمہ کے طور پر منقول ہوئی)

دیکھو! جب ان لوگوں کی وہ دیانت ہو جس کو پروٹسٹنٹ ظاہر کرتے ہیں، اور زمانے اور رواج کا حال بھی ویسا ہو جیسا وجوہ مذکورہ بالا میں گذرا، اور ایک ہزار برس کے عرصے تک اس لاطینی ترجمہ میں جو ان کے سب کلیساؤں میں دست بدست تھا، اور بہت ہی مستعمل تھا، ان کے ہاتھوں سے یہ الحاق اور خرابیاں ہوئی ہوں تو پھر عہد عتیق اور عہد جدید کے اصل نسخوں میں جو حقیقت میں بمنزلہ متروک کے اور کمیاب تھے ان کے ہاتھوں سے ایسی خرابیاں کیوں نہ ہوئی ہوں گی؟ سو اب منصف کو ان چودہ وجوہ کے ملاحظے کے بعد کسی طرح سے اس بات میں شک نہ رہے گا کہ پچھلے زمانے میں ان کی مقدس کتابوں کے اندر تحریف یا الحاق کا ہونا کسی طرح سے عقل کے نزدیک مستحیل نہیں ہے، بلکہ بہت ہی ممکن اور سہل الوقوع ہے اور اس امکان کے موافق ظہور میں بھی آیا ہے، اور خود ان کے قدماء عہد عتیق کے اصل نسخوں کی تحریف کے قائل تھے، جیسا کہ انشاء اللہ ساتویں ہدایت کے اندر آتا ہے، رومن کیتھولک اور متاخرین پروٹسٹنٹ ترجمہ سپٹواجنٹ کی تحریف کے قائل ہیں، جیسا کہ دوسری ہدایت کے اندر گذرا، اور ترجمہ لاطینی میں پروٹسٹنٹ تحریف اور الحاق کے قائل ہیں جیسا کہ ابھی گذرا۔

پانچویں ہدایت

تحریف کی سب قسمیں ان کے کتابوں میں متحقق ہیں یعنی کہیں ایک فقرے یا کلمے کو دوسرے فقرے یا کلمے سے بدل ڈالا، اور کہیں فقرہ یا کوئی کلمہ بڑھایا گیا، یا ایک غیر الہامی کتاب کو الہامی ٹھہرایا گیا، اور کہیں فقرہ یا کلمہ گھٹایا گیا یا ایک الہامی کتاب کو قصداً بالکل کم کر ڈالا یا اس کے الہامی ہونے کا انکار کیا، اول کو تحریف بالتبدیل (تبدیل کے ذریعہ تحریف) اور دوسری کو تحریف بالزیادت (زیادتی کر کے تحریف) اور تیسری کو تحریف بالنقصان (کمی کر کے تحریف) کے ساتھ تعبیر کروں گا، اور تینوں کے شواہد ترتیب وار ذکر کروں گا، اور تحریف اس سے زائد کیا ہوگی کہ بہت سی کتابیں جعلی قصداً بنا ڈالیں جس کا ذکر بارہویں وجہ میں گذرا، اور تحریف بالنقصان اس سے زائد کیا ہوگی کہ کیتھولک علماء کے اقرار کے موافق یہودیوں نے قصداً عہد عتیق کے بعض کتابیں پھاڑ ڈالیں اور بعض جلادیں، اور ان کو نیست و نابود کر دیا، جیسا کہ اس کا بیان نویں وجہ میں گذرا، لیکن اب اس امر سے قطع نظر کر کے شواہد کو ذکر کرتا ہوں۔

پہلی قسم کے شواہد
(تبدیلی کرکے تحریف کے شواہد)

پہلا شاہد

آدم علیہ السلام کے ولادت سے طوفان تک کا زمانہ

دوسرا شاہد

طوفان سے ابراہیم کی ولادت تک کا زمانہ، ان دونوں جگہ میں قدماء مسیحی اور اگستاین اور بشپ ہارسلی کے موافق جو یونانی کے حامی ہیں، اور یہودیوں کو تحریف کا الزام لگاتے ہیں، اور یوسفیس کے موافق جو توریت کے تینوں نسخوں کو اس امر میں غلط سمجھتا ہے، اور ڈاکٹر ہیلز کے موافق اور مورخین عیسائی اور یہودی اور علماء کے نزدیک عبری نسخہ کے اندر اس جگہ تحریف ہے، اور بیان اس کا تیسری ہدایت کے اندر تیسرے اختلاف میں گذرا۔

تیسرا شاہد

ڈاکٹر کنی کاٹ اور بہت علماء کی تحقیق کے موافق کتاب استثناء کے ستائیسویں باب کے چوتھے درس میں عبری نسخے کے اندر تحریف سے "جرزیم" کی جگہ "عیبال" لکھا گیا ہے، اور اسی طرف آدم کلارک مفسر کی بھی توجہ معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ کہتا ہے کہ بہت لوگ کنی کاٹ کے دلیلوں کو لاجواب سمجھتے ہیں، اور انہیں شبہ نہیں کہ

یہودیوں نے سامریوں کی عداوت سے تحریف کی ہے، جیسا تیسری ہدایت کے اندر چوتھے اختلاف کے بیان میں گذرا۔

چوتھا شاہد

کتاب پیدائش کے انتیسویں باب کے تیسرے اور آٹھویں درس میں "گذریے" کے لفظ کی جگہ تحریف سے "گلے" کا لفظ لکھا ہے جیسا کہ ڈاکٹر کنی کاٹ اور ہیوبی گینٹ اور ہارن اور بشب ہارسلی وغیرہم نے اقرار کیا ہے، اور بیان اس کا تیسری ہدایت کے اندر آٹھویں اختلاف کے بیان میں گذرا۔

پانچواں شاہد

کتاب شمار کے چھبیسویں باب کے دسویں درس میں عبری کے نسخے کے اندر تحریف ہے، اور صحیح وہ ہے جو سامری میں ہے، جیسا کہ تیسری ہدایت کے اندر سولہویں اختلاف کے بیان میں گذرا۔

چھٹا شاہد

استثناء کے تیکسویں باب کے پانچویں درس میں ڈاکٹر کنی کاٹ اور ہیوبی گینٹ اور جامعین تفسیر ہنری اور اسکاٹ اور محقق لیکلرک کی تحقیق کے موافق عبری نسخے کی عبارت اچھی نہیں، اور بشب ہارسلی علی الاعلان حکم کرتا ہے کہ عبری متن یہاں محرف ہے، جیسا کہ تیسری ہدایت کے اندر اٹھارویں اختلاف کے بیان میں گذرا۔

ساتواں شاہد

کتاب یوشع کے چوبیسویں باب کے پہلے اور پچیسویں درس میں "شیلو" کی جگہ تحریف سے عبری نسخے کے اندر "سکم" لکھا گیا ہے، اور بیان اس کا تیسری ہدایت

کے اندر بائیسویں اختلاف میں گذرا۔

آٹھواں شاہد

سموئیل کی دوسری کتاب کے چوبیسویں باب کے تیرہویں درس میں عبری نسخہ کے اندر سات برس تین برس کی جگہ تحریف اور غلطی سے واقع ہوئے ہیں، اور آدم کلارک اس تحریف کا اقرار کرتا ہے جیسا کہ تیسری ہدایت کے اندر تینتیسویں اختلاف کے بیان میں اجمالاً اور پہلی جلد کے اندر تفصیلاً گذرا۔

نواں شاہد

اخبار الایام کی پہلی کتاب کے نویں باب کے پینتیسویں درس میں عبری نسخے کے اندر ''جورو'' کے لفظ کی جگہ ''بہن'' کا لفظ لکھا گیا ہے، اور پروٹسٹنٹ فرقے کے سب مترجم بھی جو عبری کا دم بھرتے ہیں، اس جگہ عبری کو محرف سمجھ کر ترجمہ یونانی اور لاطینی کے موافق جورو ہی کا لفظ کہتے ہیں، اور بیان اس کا تیسری ہدایت کے اندر چھتیسویں اختلاف کے بیان میں گذرا۔

دسواں شاہد

کتاب دوم اخبار الایام کے بائیسویں باب کے دوسرے درس میں عبری نسخے کے اندر تحریف سے ''بیالیس'' کا لفظ ''بائیس'' کے لفظ کی جگہ لکھا گیا ہے، اور بیان اس کا تیسری ہدایت کے اندر آٹھویں اختلاف کے بیان میں گذرا۔

گیارہواں شاہد

کتاب دوم اخبار الایام کے اٹھائیسویں باب کے انیسویں درس میں عبری نسخے کے اندر ''شاہ اسرائیل'' کا لفظ ''شاہ یہودا'' کی جگہ تحریف سے واقع ہے۔

بارہواں شاہد

کتاب دوم اخبار الایام کے چھتیسویں باب کے دسویں درس میں عبری نسخے کے اندر ''چچا'' کے لفظ کی جگہ ''بھائی'' کا لفظ تحریف سے لکھا گیا ہے، اور ان دونوں کا بیان تیسری ہدایت کے اندر انتالیسویں و چالیسویں اختلاف میں اور پہلی جلد کے اندر گذرا۔

تیرہواں شاہد

چونتیسویں زبور کے دسویں درس میں عبری نسخے کے اندر اس فقرے کی جگہ ''امیر آدمی فقیر اور بھوکے ہیں'' تحریف ہے، یہ فقرہ ہے ''یا حاجت مند اور بھوکے ہیں'' اور بیان اس کا تیسری ہدایت کے اندر چھالیسویں اختلاف میں گذرا۔

چودہواں شاہد

زبور چالیسویں کے چھٹے درس میں عبری نسخے کے اندر یہ فقرہ ''تو نے میرے کان کھولے'' واقع ہے، اور یونانی اور انجیل میں اس کی جگہ یہ فقرہ ہے ''تو نے میرے لئے ایک بدن طیار کیا'' اور اس میں عیسائی مفسر ایک جگہ تحریف اور غلطی یقیناً مانتے ہیں، مگر بعض زبور اور بعض انجیل پر لگاتے ہیں، اور بعض توقف کرتے ہیں، بیان اس کا تیسری ہدایت کے اندر سینتالیسویں اختلاف کے بیان میں اجمالاً اور پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے تیسرے شبہ کے جواب میں ساٹھویں اختلاف کے بیان کے اندر گذرا۔

پندرہواں شاہد

زبور اکاسیویں کے پانچویں درس میں عبری نسخے کے اندر تحریف سے لفظ ''اس'' کی جگہ لفظ ''میں'' کا واقع ہوا ہے، اور بیان اس کا تیسری ہدایت کے اندر

اٹھالیسویں اختلاف میں گذرا۔

سولہواں شاہد

زبور ایکسو پانچویں کے اٹھائیسویں درس کے اندر عبری نسخے میں یہ فقرہ ہے ''انہوں نے اس کی بات سے سرکشی نہ کی'' اور یونانی میں اس کی جگہ یوں ہے ''انہوں نے اس کی بات سے سرکشی کی'' اوران میں سے ایک یقیناً غلط اور محرف ہے، اور بیان اس کا تیسری ہدایت کے اندر اکانویں اختلاف میں گذرا۔

سترہواں شاہد

زبور ۱۱۹ کے اکسٹھویں درس میں یہ فقرہ ''شریروں کے گروہ نے مجھے چورایا'' اس فقرے کی جگہ ''شریروں کی جانوں نے مجھے گھیرا'' عبری نسخے کے اندر تحریف سے واقع ہوا ہے، اوراس جگہ بھی پروٹسٹنٹ کے فرقے نے عبری کی عبارت کو محرف سمجھ کر چھوڑ دیا ہے، اور بیان اس کا تیسری ہدایت کے اندر بانویں اختلاف میں گذرا۔

اٹھارہواں شاہد

کتاب دوم سموئیل کے چوبیسویں باب کے نویں درس میں بنی اسرائیل ۸ لاکھ، اور بنی یہودا ۵ پانچ لاکھ، اور کتاب اول اخبار الایام کے اکیسویں باب کے پانچویں درس میں بنی اسرائیل گیارالاکھ، اور بنی یہودا چارلاکھ ستر ہزار ہیں، اور دونوں صحیح نہیں ہوسکتے، ایک ان سے محرف ہے، اور آدم کلارک مفسر تحریف کو تو اس جگہ مانتا ہے مگر معین نہیں کرسکا، اور بیان اس کا وضاحت سے پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب میں پہلی قسم کے مثالوں میں سے دوسری مثال میں گذرا۔

انیسواں شاہد

بشب ہارسلی اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۲۹۱ میں کتاب القضات کے بارہویں باب کے چوتھے درس کی بابت لکھتا ہے:

"ہیولی گینٹ نے اس فقرے و ہند سے کو حتی الوسع صاف کیا ہے، لیکن یہ بلاشبہ محرف اور خراب کیا ہوا ہے"۔

بیسواں شاہد

کتاب اول سموئیل کے تیرہویں باب کے پانچویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"اور فلستی بھی بنی اسرائیل سے لڑنے کو جمع ہوئے، تیس ہزار تو ان کی رتھیں ہیں الخ"۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں اس درس کی شرح میں لکھتا ہے:

"میں خیال کرتا ہوں کہ اس جگہ غلطی سے "تین" کی جگہ "تیس" لکھا گیا ہے، اور سریانی اور عربی میں "تین" ہیں، اور سواروں کے لئے بھی ٹھیک اندازہ ہے، اور غالباً یہی سچی عبارت ہے"۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا) اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈمینٹ میں ہے کہ:

"بشب پاٹول اور ڈاکٹر ولز لکھتے ہیں کہ یہ عدد عجیب معلوم ہوتا ہے، اور ترجمہ عربی اور سریانی میں تیس ہزار کی جگہ تین ہزار ہیں، اور پھر بھی یہ خیال کرنا چاہئے کہ اس قدر رتھوں میں ہر قسم کی گاڑیاں داخل ہیں"۔

(یہاں تک ڈوالی اور رچرڈمینٹ کا قول تھا)

اکیسواں شاہد

کتاب دوم سموئیل کے پانچویں باب کے چھٹے درس کی شرح میں آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں صفحہ ۱۱۲۱ کے اندر یوں لکھتا ہے:

"جیسا اس فقرے نے مفسروں کو حیران کر رکھا ہے ایسا کسی فقرے نے حیران نہ کیا ہوگا، اور میرا خیال اگر پوچھو تو یہ ہے کہ یہ اس محنت کے قابل نہیں، جو اس پر خرچ کی گئی ہے، اور نہ میں صفحوں کو مختلف رایوں سے بھروں گا"۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا)

کہتا ہوں میں کہ اصل عبری میں کچھ تحریف اور خرابی ہوئی ہے کہ وہ ان مفسروں کی اس بڑی حیرانی کا سبب بنی ہے۔

بائیسواں شاہد

اسی کتاب کے چھٹے باب کے پانچویں درس کے شروع میں آدم کلارک مفسر یوں لکھتا ہے:

"اس درس کو کتاب اول اخبار الایام کے تیرہویں باب کے آٹھویں درس سے صحیح کر لیا جاوے"۔

(یہاں تک کلام آدم کلارک کا تھا) دیکھو اس کے نزدیک یہ درس غلط اور محرف ہے، اس لئے اس کی تصحیح کے لئے حکم کرتا ہے۔

تیئیسواں شاہد

کتاب دوم سموئیل کے آٹھویں باب کے چوتھے درس میں ایک ہزار سات سو اور دسویں باب کے اٹھارہویں درس میں سات سو، اور کتاب اول اخبار الایام کے اٹھارہویں باب کے چوتھے درس اور انیسویں باب کے اٹھارہویں درس میں سات ہزار ہیں۔

اور ہارن صاحب اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں لکھتا ہے کہ:

"سات ہزار جو کتاب اول اخبار الایام کے اٹھارہویں باب کے چوتھے درس اور انیسویں باب کے اٹھارہویں درس میں واقع ہیں ٹھیک عدد ہے"۔

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں کتاب اول اخبار الایام کے انیسویں باب کے شروع میں ہے کہ غالباً یہ فرق اس وجہ سے واقع ہوا کہ شمار میں ایک حرف شمار کی جگہ دوسرا حرف لکھا گیا ہے۔

دیکھو ان کے مفسروں کے نزدیک غلطی تو مسلم ہے گو گمان غالب کے اعتبار سے یہ خطا غریب کاتبوں کے سر تھوپی گئی، اور پچھلے اختلاف کے دفع کرنے کو اردو اور فارسی کے مترجموں نے تحریف کی ہے، مگر عربی ترجمہ ۱۸۳۱ء والے میں ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق اب تک ویسا ہی اختلاف ہے، درس ۱۸ باب ۱۹ کتاب اول اخبار الایام کا:

"فهرب ارام من قدام اسرائيل وقتل داؤد من آرم سبعة ألاف مركب وأربعين ألف رجل الخ"۔

درس ۱۸ باب ۱۰ کتاب ۲ سموئیل کا:

"وقتل داؤد من السريانين سبع مأة مركب وأربعين ألف فارس الخ"۔

اور ان دونوں درسوں میں ایک اختلاف اور بھی ہے کہ ایک میں چالیس ہزار پیادے اور دوسرے میں چالیس ہزار سوار ہیں۔

چوبیسواں و پچیسواں شاہد

سموئیل کی دوسری کتاب کے پندرہویں باب کے آٹھویں درس کے اندر غلطی اور تحریف کے راہ سے "آرامی" کا لفظ "ادوم" کی جگہ اور ساتویں درس کے اندر "چالیس" کا لفظ "چار" کی جگہ مرقوم ہے، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب میں پہلی قسم کی مثالوں میں سے ۷و۸ مثالوں کے اندر گذرا۔

اور وہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آدم کلارک دونوں جگہ تحریف کو مان گیا ہے، اور اول کی نسبت اس نے یوں لکھا کہ:

"غالباً یہاں آرامی غلطی سے آدم کی جگہ لکھا گیا"۔

اور دوسرے کی نسبت لکھتا ہے کہ:

"اس میں شک نہیں کہ یہ عبارت محرف ہے"۔

اور پھر لکھتا ہے کہ:

"بہت فضلاء کی رائے یہ ہے کہ غلطی سے "چار" کی جگہ "چالیس" لکھا گیا ہے"۔

چھبسواں شاہد

کتاب دوم سموئیل کے تیئسویں باب کے آٹھویں درس میں عبرانی نسخے میں تین بڑی تحریفیں ہیں۔

ستائیسواں شاہد

کتاب دوم سموئیل کے دسویں باب میں تین جگہ اور کتاب اخبار الایام کے اٹھارہویں باب میں ۷ جگہ "ہدرعزر" غلطی اور تحریف سے "ہدوعزر" کی جگہ لکھا گیا ہے۔

اٹھائیسواں شاہد

کتاب یوشع کے ساتویں باب کے اٹھارہویں درس میں ''عکن''، غلطی سے ''عکر'' کی جگہ واقع ہوا ہے۔

انتیسواں شاہد

کتاب اول اخبارالایام کے تیسرے باب کے پانچویں درس میں یہ لفظ ''عمی ایل کی بیٹی بت سوع''، غلطی اور تحریف سے واقع ہوا ہے، اور صحیح ''الیعام کی بیٹی بت سبع'' ہے۔

تیسواں شاہد

کتاب دوم سلاطین کے چودہویں باب کے اکیسویں درس میں ''عزریاہ'' غلطی اور تحریف سے واقع ہوا ہے، اور صحیح ''عزیاہ'' ہے۔

اکتیسواں شاہد

کتاب دوم اخبارالایام کے اکیسویں باب کے سترہویں درس میں ''یہواخذ'' غلطی اور تحریف سے واقع ہوا ہے، اور صحیح ''اخذیاہ'' ہے۔

اور ہارن صاحب ان چھ (٦) تحریفوں کی بابت جن کا ذکر ۲۶ شاہد سے ۳۱ تک گذرا اقرار کر کے کہتا ہے کہ:

''اسی طرح اور جگہ بھی ناموں میں تحریف ہے جس کو زائد منظور ہو ڈاکٹر کنی کاٹ کی کتاب ۲۳ صفحے سے ۲۶ صفحہ تک دیکھے''۔

اور اس غلطی کے صحیح کرنے کا پھر ایک قاعدہ لکھتا ہے، اور تشریح ان چھ کی پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پہلی قسم کے مثالوں کے اندر ۱۸ و ۲۱ و

۲۲و۲۳و۲۴و۲۵ مثالوں میں گذری۔

بتسواں شاہد

کتاب اول سلاطین کے چوتھے باب کے چھبیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"اور سلیمان کے چالیس ہزار اصطبل تھے جہاں اس کے گاڑیوں کے گھوڑے بندھے تھے، اور بارا ہزار سوار تھے"۔

آدم کلارک مفسر عدد کی بابت ترجموں اور شرحوں کا اختلاف نقل کر کے لکھتا ہے کہ:

"اس اختلاف کا لحاظ کر کے اچھا یہ ہے کہ ہم قائل ہوں کہ عدد میں تحریف ہوئی"۔

دیکھو اس جگہ بھی یہ مفسر تحریف کے اقرار کے سوا اور کوئی اچھی وجہ نہیں دیکھتا۔

تینتیسواں شاہد

سلاطین کی پہلی کتاب کے ساتویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۲۴۔ اور گردا گرد اسکے کنارے کے نیچے گانٹھیں بنائیں، گھیرا اس کا دس ہاتھ کا، گردا گرد بحر سے لگا ہوا گانٹھوں کی دو قطاریں خوب ڈھالی ہوئیں۔

۲۵۔ اور بحر بارہ بیلوں پر رکھا گیا الخ"۔

اور اخبار الایام کی دوسری کتاب کے چوتھے باب میں ہے (نسخہ مذکورہ):

"۳۔ اور گردا گرد اس کے کنارے کے نیچے بیلوں کی مورتیں بنائیں جو اس کے دس ہاتھ کے دور میں تھیں، اور اس بحر کو چاروں طرف سے گھیرتی تھیں الخ۔

۴۔ اور بحر بارا بیلوں پر رکھا گیا الخ"۔

اول میں ۲۴ درس کے اندر دو جگہ لفظ ''گانٹھوں'' کا، اور دوم میں ۳ درس کے اندر ''بیلون'' کا لفظ واقع ہے، پس ایک محرف ہے۔

آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں اخبار الایام کے عبارت کی شرح میں لکھتا ہے کہ:

''بڑے محققین نے خیال کیا ہے کہ سلاطین کی کتاب کی عبارت یہاں بھی مانی جاوے، اور ممکن ہے کہ تحریف سے بقریم کا لفظ بقعیم کی جگہ واقع ہوا''۔

(یہاں تک عبارت آدم کلارک کی تھی جو ترجمہ کے طور سے منقول ہوئی) اور بقریم کے معنی بیل کے ہیں، سو اس تحقیق کے موافق سلاطین کے کتاب میں پچیسویں درس کے اندر بھی تحریف کا اقرار کرنا پڑے گا۔

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

''اس جگہ حرفوں کے بدل جانے سے فرق ہوا ہے''۔

چونتیسواں شاہد

کتاب دوم سلاطین کے سولھویں باب کے دوسرے درس میں ہے (نسخہ ۱۸۳۸ء):

''احاز بوقت جلوس بست سالہ بود الخ''۔

اردو اور عربی کے ترجمے سب اس کے موافق ہیں، لیکن غلطی اور تحریف سے اس جگہ ''بیس'' کا لفظ ''تیس'' کی جگہ لکھا گیا ہے۔

تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

''غالباً یہاں بیس کا لفظ تیس کے لفظ کی جگہ لکھا گیا، دیکھو درس ۲ باب ۱۸ اس کتاب کا''۔

یہاں تک ان مفسروں کا کلام تھا، سو ان کے گمان غالب کے موافق بھی عبری

نسخہ محرف ہے۔

پینتیسواں شاہد

وارڈ صاحب اپنی کتاب ''اغلاط نامہ'' کے صفحہ ۷ا میں لکھتا ہے کہ:

''عبری میں یوں ہے کہ:

''اس نے جنا عزوبہ اس کی بی بی، اور دریعت'' اور اس کلام کو جو بے معنی ہے اور مترجم ہبل یوں ترجمہ کرتا ہے کہ:

''اس نے جنا عزوبہ کو اپنی بی بی دریعت سے'' اور کوئی یوں کہ:

''اس نے جنا دریعت کو اپنی بی بی عزوبہ سے''۔

(یہاں تک وارڈ کا کلام تھا)

کہتا ہوں کہ یہ عبارت کتاب اول اخبار الایام کے دوسرے باب کے اٹھارہویں درس میں ہے، اور مترجموں کا کیا قصور اس جگہ عبری نسخہ کسی طور مانو ایسا خراب ہے کہ اٹکلوں سے ترجمہ کرنا پڑتا ہے، اور اب تک مترجموں میں وہ حیرانی باقی ہے کہ ہر کوئی اپنی ہی کہتا ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''اور حصرون کے بیٹے کالب نے اپنی جورو عزوبہ سے اور دریعت سے اولاد پائی، اور عزوبہ کے بیٹے یہ ہیں، یسر اور سوباب اور اردون''۔

(فارسیہ ۱۸۳۸ء):

''...واز کالب بن حصروں عزوبہ زنش دیریعوت بارور گردیدند و پسران وے اینند یسر و سوباب و اردون''۔

اور ان دونوں میں اگر چہ کچھ مخالفت ہے لیکن دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عزوبہ اور وریعت دونوں کالب کی بیویاں تھیں، اور ترجمہ انگریزی مہری بھی اسی فارسی ترجمہ کے موافق ہے۔

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

”وکالیب پسر حصرون از زوجہ اش عزوبہ پسران تولید نمود کہ اسمہا باشند یریعوب وبیشر وشوباب واردون“۔

اس کے موافق یریعوب بیٹا ہے نہ کہ جورو۔

(عربیہ ۱۸۳۱ء):

"فکالیب بن حصرون أخذ امرأۃ اسمہا عزوباہ، وأولدھا ھاشروشوباب وار رون"۔

اس کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ”یریعوب“ ”کالیب“ کی بیٹی ہو، اور ضمیر مؤنث کی اسی کی طرف پھرتی ہو، اور ”باشر“ اور ”شوباب“ اور ”اردون“ ”کالیب“ کے نواسے ہوں نہ بیٹے۔

اور رومن کاتلک کے انگریزی ترجمے عربی ترجمے کے موافق ہیں۔

چھتیسواں شاہد

کتاب اول اخبار الایام کے ساتویں باب کا چھٹا درس یقیناً غلط اور محرف ہے، اور اس جگہ سب اہل کتاب، کیا یہودی اور کیا عیسائی مانتے ہیں کہ غلط ہے کہ عزرا نبی نے تمیز نہ کر پانے کی وجہ سے بیٹے کی جگہ پوتا اور بالعکس لکھدیا ہے، جیسا کہ پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب میں پہلی قسم کے مثالوں میں سے سولہویں مثال کے اندر گذرا۔

سینتیسواں شاہد

کتاب اول اخبار الایام کے آٹھویں باب میں ۲۹ درس سے ۳۸ درس تک اور نویں باب میں ۳۵ درس سے ۴۴ تک اختلاف کے ساتھ نام پائے جاتے ہیں، اور

اس جگہ بھی علماء اہل کتاب اس کے قائل ہیں کہ ان دو فردوں میں جن سے عزرا نے نقل کیا ہے اختلاف تھا، اور عزرا کو چونکہ صحیح کی غلط سے تمیز نہ ہوسکی تو اس نے دونوں کو لکھ دیا، اور بیان اس کا انہیں پہلی قسم کی مثالوں میں سے سترہویں سوال کے اندر گذرا۔

اڑتیسواں شاہد

کتاب اول اخبار الایام کے بیسویں باب کے تیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"اور اس نے ان لوگوں کو جو اس میں تھے باہر نکال کے آروں سے اور لوہے کے ہلوں سے اور کلہاڑوں سے کاٹ ڈالا"۔

اور سموئیل کے دوسری کتاب کے بارہویں باب کے اکتیسویں درس میں اس لفظ کے عوض "کاٹ ڈالا" یوں ہے:

"محنت کروائی"۔

دیکھو کہاں یہ لفظ اور کہاں وہ، ایک یقیناً غلط ہے۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں سموئیل کی کتاب کی عبارت کو صحیح ٹھہرا کے کہتا ہے کہ:

"کتاب اخبار الایام کی عبارت کو اسکے موافق بنانا چاہیے"۔

انتالیسواں شاہد

اخبار الایام کی دوسری کتاب کے تیرہویں باب میں تیسرے درس کے اندر چار لاکھ اور آٹھ لاکھ کا لفظ، اور سترہویں درس کے اندر پانچ لاکھ کا واقع ہوا ہے، اور لاطینی کے بہت نسخوں میں اصلاح دیکر چار لاکھ کو چالیس ہزار اور آٹھ لاکھ کو اسی ہزار

اور پانچ لاکھ کو پچیس ہزار بنادیا ہے، اور اس اصلاح کو ان مفسرین نے بھی مان لیا ہے۔

اور آدم کلارک نے مان کر یہ بھی کہا ہے کہ:

''ان تاریخ کی کتابوں میں عدد کے اندر ہم کو اکثر تحریف کے وقوع کی فریاد کا موقع ہوا ہے''۔

اور بیان اس کا پہلی جلد کے اندر انہیں پہلی قسم کی مثالوں میں سے پندرہویں مثال کے اندر گذرا۔

چالیسواں شاہد

کتاب دوم اخبار الایام کے چھتیسویں باب کے نویں درس میں یہ دیکھیں کہ جلوس کے وقت آٹھ برس کی عمر لکھی ہے، اور ان کے مفسروں نے اس کو یقیناً غلط اور محرف مانا ہے، اور آدم کلارک نے صاف اقرار کیا ہے کہ:

''یہ تو ضرور ہی غلط اور محرف ہے''۔

اور بیان اس کا انہیں پہلی قسم کی مثالوں میں سے پانچویں مثال کے اندر گذرا۔

اکتالیسواں شاہد

کتاب دوم اخبار الایام کے سولہویں باب کا پہلا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''آسا کی سلطنت کے چھتیسویں برس میں اسرائیل کا بادشاہ الخ''۔

تفسیر ڈوالی اور رچرڈمینٹ میں ہے کہ:

''اس درس کے کتاب اول سلاطین کے پندرہویں باب کے تیتیسویں درس سے مقابلہ کرنے سے بڑی مشکل ہوتی ہے، کیونکہ اس درس کے موافق

آسا کے سلطنت کے تیسرے سال میں بعسا تخت پر بیٹھا ہے، اور اس نے چوبیس برس سلطنت کی ہے، سو اس حساب سے بعسا کی سلطنت کا اخیر سال آسا کے چھبیسویں سال جلوسی کے موافق نکلتا ہے، اور آسا کے چھتیسویں سال جلوسی سے تو بعسا دس برس آگے مر چکا تھا، اور اس مشکل کی علماء نے دو توجیہیں کی ہیں:

اول یہ ہے کہ یوسفیس سے سند لیکر کہا ہے کہ کاتبوں سے عدد میں غلطی ہوئی کہ ۳۶ کو ۲۶ کی جگہ اس درس میں اور ۳۵ کو ۲۵ کی جگہ اسی کتاب اخبار الایام کے پندرہویں باب کے انیسویں درس میں لکھ گئے۔

دوسرے یہ کہ یہ سال چھتیسواں بنی اسرائیل کی سلطنت کے منقسم ہونے کے وقت سے ہے جس کا وقوع بعسا کے وقت میں ہوا تھا، نہ آسا کی سلطنت کا"۔

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

"ظاہر میں یہ تاریخ غلط ہے، اور اشر جو بڑا عالم مسیحی مذہب ہے کہتا ہے کہ وہ سال چھتیسواں منقسم ہوجانے سلطنت کا ہے آسا کی سلطنت کا"۔

کہتا ہوں میں کہ ان مفسروں نے بھی وہی دو توجیہیں کیں جو تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں کچھ تفصیل کے ساتھ ہیں۔

اور پہلی توجیہہ کے موافق تو عدد کی تحریف کا خود ہی اقرار دونوں درسوں میں ہے۔

اور دوسری توجیہہ کے موافق اس عبارت میں آسا کی سلطنت کے چھتیسویں برس یقیناً تحریف کا اقرار کرنا پڑے گا، سو ہر صورت میں تحریف ہے چاہے عدد میں کہو چاہے غیر عدد میں۔

بیالیسواں شاہد

زبور اکیسویں کا سترہواں درس جس کو اب کے اردو فارسی کے ترجموں میں

۲۲زبور کا ۱۰ درس کر کے لکھا ہے۔

عبری میں یوں ہے:

''کیونکہ کتوں نے مجھ کو گھیرا ہے، شریروں کی گروہ نے میرا احاطہ کیا ہے،
اور دونوں ہاتھ میرے شیر کے مانند ہیں''۔

اور اس فقرے کو ''اور دونوں ہاتھ میرے شیر کے مانند ہیں'' لاطینی ترجمہ میں یوں لکھا ہے:

''انہوں نے میرے ہاتھ اور میرے پاؤں چھیدے''۔

اور رومن کیتھولک جو اول ہی سے لاطینی کو عبری سے سب جگہ افضل اور معتبر سمجھتے ہیں اس جگہ بھی اول سے عبری کی غلطی کے مقر ہیں، مگر بحمد اللہ کہ اس جگہ تو کل پروٹسٹنٹ بھی عبری کو اچھا نہیں کہتے، اور اپنے سارے ترجموں میں لاطینی کے موافق ترجمہ کرتے ہیں، اب دو حال سے خالی نہیں، اس جگہ مسیحیوں نے اصلاح دی ہے، اور تحریف کی ہے، تاکہ ان کے زعم کے مطابق یہ خبر مسیح پر خوب جم جائے، یا یہودیوں نے عبری میں تحریف کی ہے تاکہ مسیحیوں کا وہ زعم اٹھ جائے۔

تینتالیسواں شاہد

کتاب امثال کے اٹھارہویں باب کا پہلا درس ایسا بے معنی واقع ہوا ہے کہ اس کا مطلب کچھ اچھا نہیں سمجھا جاتا۔

یونانی والے اس کو یوں ترجمہ کرتے ہیں:

''وہ جو دوست سے جدا ہوا چاہتا ہے، عذر ڈھونڈتا ہے، لیکن وہ ہمیشہ ملامت کے قابل ہوگا''۔

اور عربی ترجمہ اسی کے موافق ہے (نسخہ ۱۸۳۱ء):

من يريد الابتعاد عن صديقه يلتمس حجة وفي كل

وقت یکون معیراً۔

اور بعض نے عبری کے حاشیہ پر ایک عبارت لکھی ہے کہ اب پروٹسٹنٹ کا فرقہ اسی کے موافق ترجمہ کرتا ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

''مفرد خواہش کے مطابق ڈھونڈتا ہے، اور ہر منصوبہ میں چھیڑتا ہے''۔

(فارسیہ ۱۸۳۸ء):

''کسیکہ خودرا امتیاز میگرداند بمقتضائے رغبت خود میجوید وخودرا در ہر نکتہ داخل میکند''۔

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

''مرد متفرد کہ جویائے ہوس (خویشتن) است بر ہر فن مجادلہ مینماید''۔

بہر حال عبری میں ظاہراً کچھ تحریف ہوئی ہے جو اس خرابی کا سبب بنی ہے۔

اور تفسیر ہنری واسکاٹ میں ہے کہ:

''اس جگہ اصل عبری بہت ہی پوشیدہ ہے''۔

چوالیسواں شاہد

کتاب اشعیا کے چوسٹھویں باب کا چوتھا درس ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق عبری میں محرف ہے، اور بیان اس کا پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے تیسرے شبہ کے جواب کے اندر انسٹھویں اختلاف کے بیان میں گذرا۔

پینتالیسواں شاہد

کتاب اشعیا کے چونسٹھویں باب کے دوسرے درس کی شرح میں آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی چوتھے جلد میں لکھتا ہے:

"میری رائے یہ ہے کہ متن یہاں بہت ہی محرف ہے، اور صحیح یہ ہے جیسے موم آگ سے پگھلتا ہے"۔

چھیالیسواں شاہد

کتاب پیدائش کے چھیالیسویں باب کے پندرہویں درس میں غلطی اور تحریف ہے تینتیس کا لفظ چونتیس کی جگہ لکھا گیا، اور بیان اس کا پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب کے اندر پہلی قسم کے مثالوں میں سے اٹھیسویں مثال کے اندر گذرا۔

سینتالیسواں شاہد سے باونواں شاہد تک

علماء محققین عیسائی مذہب کے علی الاعلان اقرار کرتے ہیں کہ ان چھے مقامات میں عبری محرف ہے۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں لکھتا ہے کہ:

"ان فقرات مفصلہ ذیل میں عبری معلوم ہوتی ہے کہ خراب کی گئی،
ا۔باب تیسرے ملا کیا کا پہلا درس، ۲۔ باب پانچویں میکا دوسرا درس، ۳۔ زبور سولہویں کا ۸ درس سے ۱۱ درس تک، ۴۔ باب نویں عاموص کا ۱۱ و ۱۲ درس، ۵۔ زبور چالیسویں کے ۶ درس سے ۸ درس تک، ۶۔ زبور ایک سو دسویں کا چوتھا درس"۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

دیکھو ان چھ مقامات کو عبری میں محرف بتلایا ہے اور اول کے پانچ مقامات کا محرف ہونا ہم کو ترجموں کے مدد سے معلوم ہو سکتا ہے، مگر چھٹے مقام کا حال اچھی طرح ان سے کھلا نہیں، لیکن چونکہ یہ عیسائیوں کا بڑا محقق ہے ہم کو اس کا اقرار ہی کافی ہے،

اور غالب گمان یہ ہے کہ اس جگہ یہ مقام عبری میں ان کے نزدیک بہت ہی محرف یا ان کے مطلب کے منافی ہوگا، اس لئے سب مترجموں نے اس کو چھوڑ دیا ہے جیسا زبور ۲۱ کے سترہویں درس میں عبری کو چھوڑ دیا ہے اور بیان اس کا ابھی جلد بیالیسویں شاہد میں گذرا۔

اور پہلے مقام کا حال وضاحت سے پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے تیسرے شبہ کے جواب میں نویں اختلاف کے بیان میں گذرا ہے۔

اور پانچویں مقام کے چھٹے درس کا بھی اگر چہ حال پہلی جلد کی اسی جگہ میں ساٹھویں اختلاف کے بیان میں تفصیل سے اور اسی دوسری جلد میں تیسری ہدایت کے اندر سینتالیسویں اختلاف کے بیان میں اور اس پانچویں ہدایت کے اسی پہلی قسم کے چودہویں شاہد کے بیان میں اجمال کے ساتھ گذر چکا ہے، مگر چونکہ اس محقق نے اس جگہ تین درس کے بابت اختلاف کیا ہے، اس لئے اس مقام کو اور چار باقی مقامات کو لکھتا ہوں۔

دوسرا مقام

کتاب میکا کے پانچویں باب کا دوسرا درس عبری میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"برائے بیت لحم افرانہ باوجودیکہ تو یہواہ کے ہزاروں میں چھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے میرے لئے وہ شخص نکلے گا، اسرائیل میں حکومت کرے گا، اور اس کا نکلنا قدیم سے ایام الازل سے ہے"۔

(فارسیہ ۱۸۳۸ء):

"ما تو ای بیت لحم افرانہ باوجودیکہ درمیان ہزاران یہودا کوچکی لیکن از تو

آن کسے برائے من خواہد برآمد کہ دراسرائیل حکومت ورزد کہ برآمدن اواز قدیم الایام بلکہ ازازل می بود"۔

اور یہ عبارت متی کے انجیل کے دوسرے باب کے چھٹے درس میں یوں منقول ہوئی ہے (نسخہ ۱۸۷۲ء):

"اے یہودا کے بیت لحم تو یہودا کے سرداروں میں چھوٹا نہیں، کیونکہ تجھ سے ایک سردار نکلے گا جو میری قوم اسرائیل کی رعایت کرے گا"۔

دیکھو یہ عبارت کہاں اور وہ کہاں۔

تیسرا مقام

زبور سولہویں میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"۸۔ میری نگاہ ہمیشہ خداوند پر ہے کیونکہ وہ میرے دہنے ہاتھ ہے مجھ کو کبھی لغزش نہ ہوگی۔

۹۔ سو میرا دل خوش ہے اور میری شوکت شاد ہے، میرا جسم بھی توکل میں چین کرے گا۔

۱۰۔ کہ تو میری جان کو پاتال میں رہنے نہ دیگا اور تو اپنی مقدس کو سڑنے نہ دے گا۔

۱۱۔ تو مجھ کو زندگانی کی راہ دکھلا دیگا تیرے حضور میں خوشبویوں سے سیری ہے تیرے دہنے ہاتھ ابد تک عشرتین ہیں"۔

اور اس عبارت کو کتاب اعمال کے دوسرے باب میں یوں نقل کیا ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"۲۵۔ اس لئے کہ داؤد اس کے حق میں کہتا ہے کہ میں نے خداوند پر جو سدا میرے سامنے ہے نظر کی کہ وہ میرے دہنے طرف ہے، تاکہ میں نہ ہٹوں۔

۲۶۔ اسی سبب میرا دل خوش ہے اور میری زبان نہال ہے، بلکہ میرا بدن بھی امید میں چین کرے گا۔

۲۷۔ کہ تو میری جان کو عالم غیب میں نہ چھوڑے گا، نہ اپنے قدوس کو سڑنے دے گا، تو نے مجھے زندگی کی راہ بتائیں۔

۲۸۔ تو مجھے اپنی دیدار سے خوشی سے بھر دے گا''۔

دیکھو کہاں وہ عبارت اور کہاں یہ۔

چوتھا مقام

کتاب عاموص کے نویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

''۱۱۔ میں اسی دن میں داؤد کے گرے ہوئے مسکن کو کھڑا کردوں گا، اور اس کے دراڑوں کو بند کروں گا، اور میں اس کی شکست ریز کو پھر بناؤں گا اور اگلے زمانے کے مانند تعمیر کروں گا۔

۱۲۔ تاکہ وے ادوم کے باقی لوگوں کو اور ساری قوموں کو جن پر میرا نام کہا جاتا ہے اپنی میراث میں لے لیویں، خداوند جو اس کام کا کرنے والا ہے فرماتا ہے''۔

اور اس عبارت کو کتاب اعمال کے پندرہویں باب میں یوں نقل کیا ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''۱۶۔ خداوند جو یہ سب کرتا ہے یوں فرماتا ہے کہ بعد اس کے میں پھر آؤں گا، اور داؤد کے گرے ہوئے ڈیرے کو پھر بناؤں گا۔

۱۷۔ اور اس کے ٹوٹے پھوٹے کی مرمت کر کے اسے پھر کھڑا کروں گا کہ باقی آدمی اور سب غیر قومیں جو میرے نام کی کہلاتی ہیں خداوند کو ڈھونڈیں''۔

دیکھو وہ عبارت کہاں اور یہ عبارت کہاں۔

پانچواں مقام

چالیسویں زبور میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

''۶۔ ذبیح اور ہدیہ کو تو نہیں چاہتا تو نے میرے کان کھولے چڑھاوے اور خطیت (خطا کی قربانی) کا تو طالب نہیں۔

۷۔ تب میں نے کہا دیکھو میں آتا ہوں کتاب کے ورقوں میں میرے حق میں یہ لکھا ہے۔

۸۔ اے میرے خدا میں تیری رضامندی ہونے پر خوش ہوں تیری شریعت تو میرے دل کے بیچ میں ہے''۔

اور اس عبارت کو پولوس مقدس نامہ عبرانیہ کے دسویں باب میں یوں نقل کرتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''۵۔ قربانی اور نذر کو تو نے نہ چاہا پر میرے لئے ایک بدن تیار کیا۔

۶۔ سوختنی قربانی اور ان قربانیوں سے جو گناہ کے لئے ہے، تو راضی نہ ہوا تو میں نے کہا کہ دیکھ میں آتا ہوں میری بابت کتاب کے دفتر میں لکھا ہے تا کہ اے خدا تیری مرضی بجالاؤں''۔

دیکھو یہ عبارت کہاں اور وہ عبارت کہاں۔

ترپنواں شاہد

کتاب خروج کے اکیسویں باب کے آٹھویں درس میں حضرت موسیٰ کا قول عبری نسخے میں یوں ہے:

''اگر وہ آقا اس کا جو اسے اپنے نامزد نہیں کر کے رہ گیا، ناراض ہو تو وہ اس کا فدیہ دے کے الخ''۔

اور حاشیہ پر عبری نسخے کے اور نسخے سے وہ عبارت یوں نقل ہوئی ہے:

''اگر وہ آقا اس کا جو اسے اپنے نامزد کر کے رہ گیا ناراض ہو تو اسکا فدیہ دے کے الخ''۔

دیکھو اصل میں ہے:

''نامزد نہیں کر کے رہ گیا''۔

اور حاشیہ میں ہے:

''نامزد کر کے رہ گیا''۔

ایک محرف ہے، اور اب عیسائی اپنے ترجموں میں اسی حاشیہ والی عبارت کو لیتے ہیں، چنانچہ ترجمہ انگریزی عبری و ترجمہ اردو فارسی میں یہی عبارت لی ہے سو اس سے معلوم ہوا کہ اصل والی عبارت ان کے نزدیک محرف ہے، لیکن بشب ہارسلی اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں اصل ہی والی عبارت کو اچھا کہتا ہے، اور لکھتا ہے:

''بہتر یوں ہے اپنے نامزد نہ کرکے''۔

چونواں شاہد

کتاب قوانین کے گیارہویں باب کے اکیسویں درس میں عبری میں یوں ہے:

''پر تم سب رینگنے والے پرندوں سے جو چار پایوں سے چلتے ہیں، اور ان کی پچھلی ٹانگیں اگلے پاؤں سے لپٹی ہوئی نہیں ہیں کہ وے ان سے کود کر زمین پر چلتے ہیں تو ان میں سے کھاؤ''۔

اور اس جملہ کے عوض ''اور ان کی پچھلی ٹانگیں اگلے پاؤں سے لپٹی ہوئی نہیں ہیں'' عبری نسخے کے حاشیہ پر اور نسخوں سے لیکر یہ جملہ ہے:

''اور ان کی پچھلی ٹانگیں اگلے پاؤں سے لپٹی ہوئی ہیں''۔

اور اسی حاشیہ کی عبارت کو اب عیسائی لوگ اپنے ترجموں میں لیتے ہیں، سو

ان کے نزدیک وہ متن والی عبارت محرف ہے۔

پچپنواں شاہد

کتاب قوانین کے پچیسویں باب کے تیسویں درس میں متن عبری میں یوں ہے:

''اور اگر سال بھر کی مدت میں اس کا فدیہ نہ دیا جاوے تو وہ گھر جو شہر پناہ کے اندر نہیں ہے خریدار پاس اس کے قرنوں میں ہمیشہ تک اس کا ہوا الخ''۔

اور اس جملہ کے عوض ''وہ گھر جو شہر پناہ کے اندر نہیں ہے'' حاشیہ پر اور نسخے سے لیکر یوں لکھا ہے:

''وہ گھر جو شہر پناہ کے اندر ہے''۔

اور اسی عبارت کو اب عیسائی اپنے ترجموں میں لیتے ہیں، سو ان کے نزدیک وہ متن والی عبارت محرف ہے، اب ناظرین خیال کریں کہ ان تینوں مقامات میں اصل متن کے موافق نفی اور حاشیہ کے مطابق اثبات ہے، لہذا ان مسئلوں میں جن سے یہ عبارتیں متعلق ہیں شبہ رہا، مثلاً اول مقام میں لونڈی کے مسئلے میں معلوم نہیں ہوتا کہ کون شخص اسے آزاد کرے، آیا وہ جس نے اسے اپنے لئے نامزد نہیں کیا، یا وہ شخص جس نے اسے اپنے لئے نامزد کر دیا ہے، اور دوسرے مقام میں نہیں معلوم ہوتا کہ کونسے جانور بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے، آیا وے جن کی پچھلی ٹانگیں اگلے پاؤں سے لپٹی ہوئی نہیں ہیں، یا وہ جن کی لپٹی ہوئی ہیں، اور تیسرے مقام میں معلوم نہیں ہوسکتا کہ خریدار کے پاس آیا وہ گھر ہمیشہ کو ہوا جو شہر پناہ کے اندر نہیں ہے یا وہ گھر جو شہر پناہ کے اندر ہے۔

چھپنواں شاہد

کتاب اعمال کے ۲۰ باب کے ۲۸ درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"خدا کے کلیسے کو جسے اس نے اپنے لہو دے کے مول لیا چراؤ"

گریسباخ کہتا ہے کہ خدا کا لفظ غلط ہے، اس جگہ خداوند کا لفظ رکھنا چاہئے"۔

کہتا ہوں میں دیکھو کہ کسی تثلیثی نے اس جگہ یہ تحریف اسلئے کی کہ اس درس سے جناب مسیح کی خدائی ثابت ہو جائے۔

ستاونواں شاہد

نامہ اول تمتھی کے تیسرے باب کے سولہویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"یقیناً دین کا بڑا راز یہ ہے کہ خدا جسم میں ظاہر ہوا"۔

گریسباخ کہتا ہے کہ صحیح یوں ہے "یقیناً دین کا بڑا بھید ہے وہ کہ جسم میں ظاہر ہوا" یعنی "خدا" کے لفظ کی جگہ "وہ" کا لفظ رکھنا چاہئے۔

اور مترجم عربی ۱۶۷۱ء و ۱۸۲۱ء و ۱۸۳۱ء والے نے ترجمہ ویسا ہی کیا ہے جیسا گریسباخ کہتا ہے۔

اٹھاونواں شاہد

مکاشفات کے ۸ باب کے ۱۳ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"ایک فرشتہ کو آسمان کے بیچ اڑتے ہوئے الخ"۔

گریسباخ اور شولز کہتے ہیں کہ فرشتے کی جگہ عقاب کا لفظ چاہئے۔

انسٹھواں شاہد

یعقوب کے نامہ کے ۲ باب کے ۱۸ درس میں بہت نسخوں کے اندر یوں ہے، "تو اپنا ایمان عمل کے ساتھ مجھ پر ظاہر کر" اور گریسباخ اور شولز کہتے ہیں کہ صحیح یوں ہے کہ "تو اپنا ایمان بے عمل کے مجھ پر ظاہر کر" اور اب مترجم انہیں کی پیروی کرتے ہیں۔

ساٹھواں شاہد

افسیون کے نامہ کے ۵ باب کے ۲۱ درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"خدا سے ڈر کے ایک دوسرے کی فرماں برداری کرو"۔

گریسباخ اور شولز بالاتفاق لکھتے ہیں کہ خدا کے لفظ کی جگہ مسیح کا لفظ چاہئے اور انہیں کی تحقیق کے مطابق عربی کے مترجم ۱۶۷۱ء ۱۸۲۱ء و ۱۸۳۱ء والے ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"وليخضع بعض لبعض بخوف المسيح"۔

یعنی چاہئے کہ ایک دوسرے کی فرماں برداری کرے مسیح کے ڈر سے۔

اکسٹھواں شاہد

متی کے انجیل کے انیسویں باب کے سترہویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"اس نے اس سے کہا تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے کہ نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا الخ"۔

اور اس جگہ گریسباخ خدا سے نہ ڈر کے اور اپنے تثلیث کے عقیدے کے مخالف اس عبارت کو سمجھ کے اس میں اصلاح یوں دیتا ہے:

"تو کیوں مجھ سے نیکی کی بابت پوچھتا ہے" دیکھو غضب خدا کا تثلیث کے منافی فقرے کو کیسا بے تکے طریقہ پر الٹ دیا مگر شولز نے (جو گریسباخ ہی کی طرح مصحح اور محقق مانا جاتا ہے۔ اور گریسباخ کے تقریباً پچاس برس بعد ہوا ہے) خدا سے ڈر کے کہا کہ نہیں وہی پہلی عبارت صحیح ہے، اور مترجم بھی گریسباغ کی اطاعت نہیں کرتے۔

دوسری قسم کے شواہد
(زیادتی کر کے تحریف کے شواہد)

پہلا شاہد

(۱) کتاب استیر کا ایک حصہ (۲) کتاب باروق (۳) کتاب دانیال کا ایک حصہ (۴) کتاب ٹوبیاس (۵) کتاب جوڈتھ (٦) کتاب وڑڈم (۷) کتاب ایکلویاسٹیکس۔ (۸) کتاب اول مقابیں (۹) کتاب دوم مقابیں۔

اور یہ نو کتابیں تین صدی کے بعد مختلف وقتوں میں مسیحی علماء کے اجماعوں اور کونسلوں سے واجب التسلیم ہوئی تھیں۔

اور کتاب جوڈتھ تو چھے کے چھے اجماعوں اور کونسلوں میں واجب التسلیم ٹھہری تھی، اور بارا سو برس تک یہ کتابیں مسیحیوں کے سب فرقوں میں واجب التسلیم رہیں، اور رومن کیتھولک جن کا گروہ اب بھی پروٹسٹنٹوں کے گروہ سے چھ گنا زائد ہے، آج تک ان کتابوں کو واجب التسلیم جانتے ہیں، اور پروٹسٹنٹ کا فرقہ اس کو نہیں مانتا، اور نہ ماننے کے اعذار میں یہ عذر بھی پیش کرتا ہے کہ وہ کتابیں محرف ہوئیں، اور جعلی ہیں، سو اب دو حال سے خالی نہیں کہ اس میں یہ لوگ سچے ہیں یا جھوٹے، اگر سچے ہیں تو ان کے سلف کے علماء کی بے دیانتی اور تحریف ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے اجماع کر کے جھوٹی اور محرف کتابوں کو واجب التسلیم ٹھہرا دیا تھا، خصوصاً جوڈتھ کو کہ

برابر چھے کے چھے اجماعوں اور کونسلوں میں واجب التسلیم ٹھہرادیا تھا، اور اسی طرح رومن کیتھولک کے تمام گروہ کی تحریف اور بے دیانتی ثابت ہوتی ہے کہ اب تک ان کتابوں کو واجب التسلیم بتلاتے ہیں۔

اور اگر اس میں پروٹسٹنٹ جھوٹے ہیں تو اس فرقے کے سب علما خلف سے سلف تک تحریف کرنے والے اور بے دیانت ٹھہرتے ہیں کہ واجب التسلیم کتابوں کو غیر واجب التسلیم بتلاتے ہیں، اور اسی طرح ہم عزراء کی تیسری کتاب کے حق میں بھی کہہ سکتے ہیں، کیونکہ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ اس کے واجب التسلیم ہونے کا انکار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس میں الحاق ہوگیا ہے، اور کلیسہ گریک اس کو اب تک مانتا ہے۔

دوسرا شاہد

ترجمہ سپٹواجنٹ کی بابت یہود اور عیسائیوں کی تحریف اور بددیانتی ثابت ہوتی ہے جیسا کہ وضاحت کے ساتھ دوسری ہدایت کے اندر گذرا۔

تیسرا شاہد

ترجمہ لاطینی جو رومن کیتھولک کے نزدیک عبری سے زائد معتبر ہے، علماء پروٹسٹنٹ کے بہ قول محرف ہے، اور ان کا اقرار ہے کہ کوئی ترجمہ لاطینی کے مانند خراب نہیں کیا گیا، جیسا کہ چوتھی ہدایت کے آخر میں گذرا۔

چوتھا سے بیسواں تک شاہد

وہ سولہ فقرے توریت کے اور ایک سارا باب کتاب استثناء کا جن کا تفصیلی بیان پہلی ہدایت کے اندر توریت کے بیان میں تیسری دلیل کے اندر گذرا، ہمارے ان مخالفین پر جو توریت کو موسیٰ کی تصنیف بتلاتے ہیں زیادتی کی ذریعہ تحریف کے ۱۷

شاہد ہیں، اور جب تک سند کامل اس بات کی نہ گذرے گی کہ کسی پیغمبر نے ان کو لاحق کیا ہے تب تک یہ سب تحریف کی دلیل رہیں گے، اور اس جگہ ظاہر ہوا کہ مخالفین کے پاس اٹکل کے سوا کوئی دلیل بھی نہیں ہے، بس ہمارا مطلب ثابت ہے۔

اکیسواں سے بتیسواں تک شاہد

وہ گیارہ فقرے اور ایک سارا باب کتاب یوشع کے اندر جن کا بیان تفصیلاً اس کتاب کے بیان میں گذرا، حقیقت میں ہمارے ان مخالفین پر جو اس کتاب کو یوشع کی تصنیف بتلاتے ہیں زیادتی کے ذریعہ تحریف کے بارہ شاہد ہیں۔

تینتیسواں شاہد

کتاب نحمیا کے بارھویں باب کے شروع کے چھبیس درس اول سے جیسا کہ پہلی ہدایت کے اندر اس کتاب کے بیان میں گذرا۔

چونتیسواں شاہد

رب ممانی ڈیز اور لیکلرک اور میکالس اور سملر اور بشب اسٹاک وغیرہم کی تحقیق کے مطابق جو ایوب کو محض ایک فرضی نام بتاتے ہیں، اور اس کی کتاب کو محض ایک افسانہ اور جھوٹی کہانی کہتے ہیں، ایوب کی ساری کتاب جعلی ہے، اور اس تحقیق کے موافق یعقوب حواری کی بھی جہالت اور اس کے نامے کا جعلی اور غیر الہامی ہونا ثابت ہے، اور اس کا بیان پہلی ہدایت کے اندر ایوب کی کتاب کے بیان میں گذرا۔

پینتیسواں شاہد

یہیو دور اور سیمن اور لیکلرک اور وسٹن اور سملر اور بعض متاخرین اور کاسٹیلیو کے تحقیق کے موافق ساری کتاب نشید الانشاد کی جعلی ہے اور بیان اس کا اس کتاب کے

بیان میں گذرا۔

چھتیسواں شاہد

یرمیا کی کتاب کا باونواں باب جعلی ہے۔

سینتیسواں شاہد

یرمیا کی کتاب کے دسویں باب کا گیارہواں درس جعلی ہے، اور بیان ان دونوں (۳۶، ۳۷) کا اس کتاب کے بیان میں گذرا۔

اڑتیسواں شاہد

اسٹاہلین نامی ایک مشہور جرمنی فاضل کی تحقیق کے موافق کتاب اشعیا کے ستائیس باب آخر کے چالیسویں سے چھاسٹویں تک جعلی ہیں اور بیان اس کا اس کتاب کے بیان میں گذرا۔

انتالسواں شاہد

متی کی انجیل تحقیق کے موافق جعلی ہے اور بیان اس کا پہلی ہدایت کے اندر اس انجیل کے بیان میں گذرا۔

چالیسواں شاہد

محقق گروٹیس کی تحقیق کے موافق انجیل یوحنا کا اکیسواں باب جعلی ہے اور اس کا بیان پہلی ہدایت کے اندر گذرا۔

اکتالیسواں شاہد سے چھیالیسواں شاہد تک

نامہ دوم پطرس اور نامہ دوم وسوم یوحنا اور نامہ یعقوب اور نامہ یہوداہ اور

کتاب مشاہدات جعلی ہیں اور ان چھے کا بیان پہلی ہدایت کے اندر گذرا۔

سینتالیسواں شاہد

ترجمہ یونانی اور لوقا کی انجیل میں ارفخشد اور سالح کے بیچ میں تحریف یا غلطی کی راہ سے ایک قینان کو بڑھا دیا ہے، جیسا کہ تیسری ہدایت کے اندر دوسرے اختلاف کے بیان میں اور پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے تیسرے شبہ کے جواب میں پہلے اختلاف کے بیان میں گذرا۔

اڑتالیسواں شاہد

کتاب استثناء کے دسویں باب میں ڈاکٹر کنی کاٹ کی تحقیق کے موافق جس کو آدم کلارک مفسر نے بھی پسند کیا ہے، پانچویں اور دسویں درس کے درمیان کے چار درس چھٹے سے نویں تک کسی نے تحریف کی راہ سے بڑھا دئے ہیں، اور عبری کی عبارت اس جگہ غلط ہے، اور صحیح وہ عبارت ہے جو سامری میں واقع ہے، جیسا کہ تیسری ہدایت کے اندر سترہویں اختلاف کے بیان میں گذرا۔

انچاسواں شاہد

کتاب استثناء کے تیئسویں باب کے دوسرے درس میں یہ لفظ "اور اس کی دسویں پشت تک" غلط ہے، اور محرف ہے، اور بیان اس کا پہلی جلد کے اندر پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب میں پہلی قسم کے مثالوں میں سے اٹھائیسویں مثال میں گذرا۔

پچاسواں شاہد

کتاب یوشع کے دسویں باب کا پندرہواں درس عبری نسخے کے اندر کسی نے تحریف کر کے بڑھا دیا ہے، اور اس کا بیان تیسری ہدایت کے اندر بیسویں اختلاف

میں گذرا۔

اکاونواں شاہد

کتاب یوشع کے تیرہویں باب کے پچیسویں درس میں یہ جملہ ''بنی عمون کی آدھی سرزمین عراء غیر تک جو ربا کے سامنے ہے'' غلط اور محرف ہے، اور بشب ہارسلی نے اقرار کیا ہے کہ اس جگہ عبری میں تحریف ہوئی ہے، اور اس کا بیان پہلی جلد کے اندر پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب میں پہلی قسم کے مثالوں میں سے دسویں مثال کے اندر گذرا۔

باونواں شاہد

کتاب یوشع کے انیسویں باب کے چونتیسویں درس میں عبری کے نسخے میں یہ عبارت ''اور بنی یہوداہ کے سرحدیں اردن سے مشرق کے سمت جا ملی'' غلط اور محرف ہے، اور بیان اس کا تیسری ہدایت کے اندر اکیسویں اختلاف میں اور پہلی جلد کے اندر پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب میں پہلی قسم کی مثالوں میں سے بارہویں مثال کے اندر گذرا۔

ترپنواں شاہد

کتاب القضات کے پہلے باب کے چھے درس دسویں سے پندرہویں تک الحاقی ہیں، جیسا کہ بشب ہارسلی نے اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے صفحہ ۲۸۳ میں تصریح کی ہے۔

چونواں شاہد

کتاب القضات کے سترہویں باب کے ساتویں درس میں یہ لفظ ''جو لاوی تھا'' غلط اور محرف ہے، اور بیان اس کا پہلی جلد کے اندر پادریوں کے چوتھے شبہ کے

جواب میں پہلی قسم کے مثالوں میں سے چودھویں مثال کے اندر گذرا۔

پچپنواں شاہد

کتاب اول سموئیل کے چھٹے باب کے انیسویں درس میں بلاشبہ ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق تحریف ہے۔

اور آدم کلارک کہتا ہے کہ:

"غالب یہ بات ہے کہ اس جگہ متن میں تحریف ہے، بعض لفظ جاتے رہے ہیں یا پچاس ہزار کا لفظ ارادے یا جہالت سے بڑھایا گیا ہے"۔

پھر ترجموں کے اختلافات اور بعض وجوہ لکھ کر کہتا ہے "یہ اختلاف اور وہ عدم امکان ہم کو یقین دلاتا ہے کہ یہاں ضرور تحریف ہے یا کچھ بڑھایا گیا یا گھٹایا گیا ہے" اور اس کا بیان پہلی جلد کے اندر پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب میں پہلی قسم کی مثالوں میں سے چھٹی مثال میں گذرا۔

چھپنواں شاہد

سموئیل کی کتاب کے سترہویں باب میں پچیس درس یعنی ۱۲ سے ۳۱ تک اور اکتالیسواں درس اور ۵۴ ویں درس سے آخر باب یعنی ۵۷ تک اور اٹھارویں باب کے شروع کے پانچ درس اور ۹ و ۱۰ وا۱ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ درس ڈاکٹر کنی کاٹ کے تحقیق کے موافق (جس کو آدم کلارک مفسر پسند کرتا ہے) الحاقی ہیں، اور مفسر مذکور لکھتا ہے کہ کاتبوں کی بے پروائی سے حاشیہ سے متن میں داخل ہو گئے ہیں، اور اس کا بیان تیسری ہدایت کے اندر انتیسویں اختلاف کے بیان میں گذرا۔

اور بشب ہارسلی اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے اندر صفحہ ۲۳۰ میں لکھتا ہے کہ:

"سموئیل کی کتاب کے سترہویں باب کے درس بارہویں سے

اکتیسویں تک بیس درسوں کو کئی کاٹ الحاقی اور قابل الاخراج سمجھ کر کہتا ہے کہ جب ہمارے ترجمہ کی پھر تصحیح کی جائے تو ان درسوں کو نہ داخل کرنا چاہئے"۔

۵۷و۵۸و۵۹ شاہد

لوقا کی انجیل کے تیسرے باب کے انیسویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"پر ہیرود چوتھائی کے حاکم نے اپنے بھائی فیلپ کی جورو ہیرودیا کے بسبب الخ"۔

لفظ فیلپ کا اس جگہ غلط اور ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق محرف ہے، اور بیان اس کا پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے تیسرے شبہ کے جواب میں تیسرے اختلاف کے اندر گذرا۔

اور وہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہارن نے اقرار کیا ہے کہ غالباً فیلپ کا نام کاتب کی غلطی سے متن میں داخل ہو گیا ہے، اس کو متن سے نکالا جاوے، اور گریسباخ نے اس لفظ کو متن سے نکال دیا ہے۔

اور جامعین تفسیر ہنری واسکاٹ نے لکھا ہے کہ:

"فیلپ کا لفظ کاتب کے غفلت سے متن میں داخل ہو گیا ہے، اور اس کو بہت خطی نسخوں اور اکثر ان نسخوں میں جو اول مطبوع ہوئے ہیں چھوڑ دیا ہے، اور یہ بھی وہاں معلوم ہو گیا ہے کہ جیسا فیلپ کا لفظ اس جگہ غلط ہے ویسا ہی متی کے چودہویں باب کے تیسرے درس اور مرقس کے چھٹے باب کے سترہویں درس میں غلط اور محرف ہے" سو حقیقت میں یہ تین شاہد ہیں۔

ساٹھواں شاہد

لوقا کی انجیل کے ساتویں باب کے اکتیسویں درس میں یوں ہے (نسخہ

۱۸۴۴ء):

"اور خداوند نے کہا میں اس زمانہ کے لوگوں کو کس سے تشبیہ دوں الخ"۔

اور یہ جملہ "خداوند نے کہا" تحریف سے بڑھایا گیا ہے۔

آدم کلارک مفسر اس درس کی شرح میں لکھتا ہے:

"اس امر کی پوری گواہی ہے کہ یہ الفاظ لوقا کے متن کے کبھی جزو نہ تھے، اور ہر ایک محقق ان کو رد کرتا ہے، اور بنجیل اور گریسباخ نے ان کو متن سے نکال دیا ہے"۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا)

میں کہتا ہوں کہ حضرات مسیحیوں کی حرکت کو دیکھو کہ باوجود اس بات کے کہ یہ الفاظ کبھی متن کے جزو نہ تھے، اور ہر ایک محقق ان کو رد کرتا ہے، پھر بھی اپنے ترجموں میں لکھے چلے جاتے ہیں، سو بتلاؤ کہ تحریف پھر کس چیز کا نام ہے، اور مترجم اردو ۱۸۴۱ء والے نے اور غضب کیا کہ: "اس تحریف میں بھی تحریف کر گیا، اور لفظ "یہ بھی" کا اپنے طرف سے بڑھا گیا، اور ترجمہ یوں کیا:

"اور خداوند نے یہ بھی کہا میں اس زمانے کے لوگوں کو کس سے تشبیہ دوں الخ"۔

اکسٹھواں شاہد

متی کے انجیل کے ستائیسویں باب کے نویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"تب وہ جو یرمیا نبی کی معرفت سے کہا گیا تھا پورا ہوا الخ"۔

اور لفظ ''یرمیا'' کا اس جگہ یقیناً غلط ہے، مگر ہارن اس فرقہ کا محقق تحریف بالزیادۃ کا قائل ہو کے اس غلطی کو کاتب کے سر لگاتا ہے کہ اس نے اپنے طرف سے یہ لفظ بڑھادیا ہے، اور اپنی تفسیر کے پہلی جلد کے اندر صفحہ ۶۲۵ میں یوں لکھتا ہے کہ:

''انجیل نویس نے اصل میں نام پیغمبر کا نہیں لکھا تھا، کسی کاتب نے یرمیا کا نام درج کردیا ہے''۔

باسٹھواں شاہد

متی کی انجیل کے ستائیسویں باب کے پینتیسویں درس میں یہ عبارت (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

''اسی طرح جو نبی نے کہا تھا سو پورا ہوا کہ انہوں نے تیرے کپڑے آپس میں بانٹے اور میرے کرتے کے لئے قرعہ ڈالا''۔

ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق الحاقی اور واجب الاخراج ہے، اور ہرگز متن کا جزو نہیں ہے اور گریسباخ نے اس کو قطعی طور پر جعلی سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں صفحہ ۳۳۰ و ۳۳۱ کے اندر لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

''کہ یہ عبارت یونانی کے ۱۶۱ نسخوں میں اور سریانی اور پرانے روسی اور عربی کے ترجموں کے سب خطے نسخوں میں، اور اسی طرح کاٹپک میں اور سہی ڈگ اور اتھیوپک کے ترجموں کے سب نسخوں میں اور ترجمہ فارسی پالی گلاٹ میں نہیں پائی جاتی، اور گریزاسٹم اور تیتیوس وبستراخ اور یوتھی میس اور تھیوفلکٹ اور ارجن اور اریئوس کے پرانے مترجم اور اگستاین اور جون کوس کے حوالوں میں یہ عبارت نہیں ہے، اور یہ عبارت کسی نے یوحنا کے انجیل کے انیسویں باب کے چوبیسویں درس سے لیکر الحاق کردی ہے، اور گریسباخ نے اچھا کیا جو اس کو

قطعی جھوٹا سمجھ کر چھوڑ دیا"۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا جو خلاصہ کے طور پر نقل ہوا)

اور آدم کلارک مفسر اپنی تفسیر کی پانچویں جلد میں اس درس کی شرح میں یوں لکھتا ہے:

"یہ عبارت بالکل چھوڑ دی جاوے، انجیل کے اصل متن کی جزء نہیں اور اچھے نسخے اور قریب سارے ترجموں نے اور بے شمار قدماء نے اس کو چھوڑ دیا ہے، اور یہ الفاظ صریح الحاقی ہیں جو یوحنا کے انیسویں باب کے چوبیسویں درس سے لئے گئے ہیں"۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا)

۶۳ شاہد

نامۂ اول یوحنا کے پانچویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"۷۔ کہ تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں، باپ اور کلام اور روح قدس اور یہ تینوں ایک ہیں۔

۸۔ اور تین ہیں جو زمین پر گواہی دیتے ہیں، روح اور پانی اور لہو اور ان تینوں کا ایک مضمون ہے۔

اور ان دونوں درسوں میں اصل عبارت اتنی تھی "تین ہیں جو گواہی دیتے ہیں، روح اور پانی اور لہو اور ان تینوں کا مضمون ایک ہے" اس کے بعد کسی حضرت دیندار عیسائی نے تثلیث کے عقیدے کے اثبات کے لئے اس قدر عبارت بڑھادی "جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح قدس اور یہ تینوں ایک ہیں، اور تین ہیں جو زمین پر"۔

اور گریسباخ اور شولز بالاتفاق حکم کرتے ہیں کہ یہ عبارت الحاقی ہے۔

اور ہارن صاحب بھی جو بڑا متعصب ہے، الحاق کی دلیلوں کی قوت کا لحاظ کر کے لاچار ہو کر صاف حکم لگاتا ہے کہ اس عبارت کو جعلی سمجھ کر چھوڑا جاوے، اور جامعین تفسیر ہنری اور اسکاٹ بھی اسے جعلی سمجھتے ہیں، اور آدم کلارک مفسر کی بھی اسی طرف توجہ معلوم ہوتی ہے۔

اور اکبر آباد کے مباحثہ میں جب اس کو پیش کیا گیا تھا پادری فنڈر صاحب نے لاچار ہو کر صدہا آدمیوں کے سامنے اقرار کیا تھا کہ اس جگہ اور اسی طرح ایک دو جگہ تحریف ہوئی ہے، اور پادری فرنچ صاحب ان کے شریک نے ترقی کر کے کہا کہ سات آٹھ جگہ تبدیل و تحریف ہوئی ہے، اور سریانی کے دونوں ترجموں کے کسی نسخہ میں اور اسی طرح کاٹپک اور سہی ڈک اور اتھیوپک اور ارمنی اور پرانی روسی کے کسی نسخہ میں یہ عبارت نہیں پائی جاتی، اور اسی طرح ترجمہ عربی کے کسی خطی نسخہ میں نہیں پائی جاتی۔

اور ڈاکٹر نے کنن لکھتا ہے کہ:

"اس نے اس عبارت کو اس نسخے سریا میں جو بہت ہی پرانا اور ہزار برس زائد سے ہندوستان کے کلیسہ میں تھا نہیں پایا، اور نہ کسی اور سریا کے نسخہ میں جو اس نے دیکھے، اور لاطینی کے چالیس نسخوں میں نہیں پائی گئی"۔

اور ہارن صاحب نظر ثانی کے وقت کہتا ہے کہ:

"ان چالیس میں پچیس نسخے تو بہت ہی پرانے ہیں اور ان کی گواہی پچیس سو نئے نسخوں سے بہتر ہیں"۔

اور اگستاین (جو بڑا عالم مسیحی مذہب کا چوتھی صدی میں گذرا ہے) نے دس رسالے اس نامہ پر لکھے ہیں، ایک میں بھی اس عبارت کا پتہ نہیں، اور چونکہ اگستائن تثلیثی اور ایرین فرقے کے مقابل تھا اگر یہ عبارت ہوتی تو تثلیث ثابت کرنے کو اس

کو ضروری ہی نقل کرتا، اور اس تکلف میں نہ پڑتا کہ آٹھویں درس پر حاشیہ کے طریقہ پر لکھتا کہ پانی سے مراد باپ اور خون سے بیٹا اور روح سے روح القدس ہے۔

اور ارسطس کہتا ہے کہ ان نسخوں میں جو اری نیس اور کلیمنٹ اسکندریہ والے کے پاس تھے اور یقیناً وہ دوسری صدی کے بعد لکھے گئے نہیں ہو سکتے اور اسی طرح ان نسخوں میں جو اُرجن کے پاس تھے، اور یقیناً وہ نسخے تیسری صدی کے بعد کے نہیں ہو سکتے اور اسی طرح یونانی مرشدوں کے ان نسخوں میں جو کونسل نائس میں تھے، اور وہ نسخے یقیناً چوتھی صدی کے بعد کے نہیں ہو سکتے، اور اسی طرح ہر صدی کے نسخوں میں اس صدی تک کہ اس صدی کے لکھے ہوئے پرانے نسخے ہم تک پہنچے یہ عبارت نہ تھی۔

اور جناب لوتھر مصلح دین کے جرمنی ترجمہ میں یہ عبارت نہ تھی اور ان کی زندگی میں جتنے بار وہ ترجمہ چھپا ان مطبوعہ نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے، اور آخری بار جو اپنی زندگی میں ۱۵۴۶ء کے اندر اس ترجمہ کو پھر چھپوایا، اور ان کی زندگی میں اس کی طبع پوری نہ ہوئی تھی بلکہ کچھ رہ گئی تھی جو ان کی وفات کے بعد پوری ہوئی سو اس ترجمہ کے مقدمہ میں لکھ گئے تھے کہ کوئی شخص اس میرے ترجمہ میں تبدیلی نہ کرے مگر یہ بات چونکہ مسیحیوں کی عادت جبلّی سے بعید تھی، اور وہ اپنی عادت کو کس طرح چھوڑتے، سو اس کے موافق تحریف سے نہ چوکے اور ان کی وفات سے تیس برس کے عرصے کو بھی گذرنے نہ دیا کہ ان کی وصیت کے خلاف اس جھوٹے اور جعلی فقرے کو انکے ترجمہ میں ملا دیا، اور پہلے پہل یہ بے دیانتی ان کے اس ترجمہ میں واقع ہوئی جو کہ فرینک فارٹ میں ۱۵۷۴ء کے اندر چھپا تھا، اس کے بعد پھر فرینک فارٹ والے کچھ خدا سے یا بدنامی سے ڈرے، پھر کئی بار یہ ترجمہ وہاں چھپا، اس سے وہ جملہ نکالا گیا لیکن پھر وٹپٹریک اور ہیم برگ کے تثلیثیوں کو اپنی عادت کا چھوڑنا مشکل ہوا، انہوں نے پھر اس

عبارت کواس ترجمہ کے اندر جو ۱۵۹۶ء اور ۱۵۹۹ء میں ونیٹر یگ میں اور ۱۵۹۶ء میں جوہیم برگ میں چھپا داخل کر لیا اس کے بعد ونیٹر یگ والے فرینک فارٹ والوں کے طرح کچھ بدنامی سے ڈرے کہ پھر اس ترجمہ کو انہوں نے چھاپا تو اس عبارت کو نکال دیا، اس کے بعد پھر تثلیثی یاروں نے خوف خدا اور بدنامی اور مترجم کی وصیت کو بالائے طاق رکھ کر اس فقرے کے الحاق کو عام کر لیا، بھلا جنکی یہ عادتیں ہوں ان سے کیا کوئی خاک عدم تحریف کی توقع رکھے۔

اور پروٹسٹنٹ کے فرقے کے دوسرے پیشوا کالون صاحب نے اپنے ترجموں میں گواس کو رہنے دیا مگر اس پر اپنا شبہ ظاہر کیا، اور لاٹن کے اس ترجمہ میں جو لیوجوڈا کے طرف منسوب ہے اور ۱۵۴۴ء میں اسٹی ونز نے چھاپا ہے، اس جملہ کو متن سے نکال کر حاشیہ پر لکھا، اور کاسٹیلیوں کے ترجمہ میں جو اول ۱۵۵۱ء میں پھر ۱۵۷۳ء میں چھپا ہے اس پر نشان علیحدگی کا بنایا گیا، اور ترجمہ ٹنڈیل صاحب میں جو انگریزی میں ترجمہ ہوا ہے، اور ۱۵۴۴ء میں پھر ۱۵۴۶ء میں چھپا ہے اور کورڈیل کے بائبل میں جو ۱۵۳۵ء میں چھپی ہے، اور میتھیو کی بائبل میں جو اول ۱۵۳۷ء میں پھر ۱۵۴۹ء پھر ۱۵۵۱ء میں چھپی ہے، اور گرین مرکی بائبل میں جو اول ۱۵۳۹ء میں چھپی ہے، اور اس بائبل میں جو بشپ نارٹن سٹل اور جیڈ کے اہتمام اور تصحیح سے ۱۵۴۱ء میں چھپی ہے، اور اس عہد جدید میں جس کو گوال ٹیر نے سرجان چیک کے واسطے ۱۵۵۰ء میں لاٹن اور انگریزی میں چھاپا ہے، اور اسی میں جسکو ہل نے ۱۵۵۲ء میں چھاپا، اور اس بائبل میں جس کو گرافٹن نے ۱۵۵۳ء میں چھاپا، اور اس انگریزی بائبل میں جس کو ہیری ین نے ۱۵۶۲ء میں لنڈن کے اندر چھاپا، ان سب کے سب نسخوں میں نشان شک کا اس جملہ پر بنایا ہوا تھا، اور ایک تاریخ میں جس کا نام لائبریری یوسفل نالج ہے اور کمیٹی کے

پادریوں نے تالیف کرکے ۱۸۴۳ء میں کمیٹی کے حکم سے لنڈن کے اندر اس کو چھپوایا ہے، یوں مرقوم ہے کہ:

"اسحاق نیوٹن نے ایک رسالہ پچاس صفحوں کا لکھا ہے، اور اس میں نامۂ یوحنا اور پولوس کے دو فقروں پر تثلیث کے مسئلہ کے متعلق بحث تحقیقی کی ہے، اور نیوٹن صاحب خیال کرتا ہے کہ کاتبوں نے ان میں تبدیلی کی ہے"۔

(یہاں تک عبارت اس تاریخ کی تھی جو ترجمہ کے طور پر منقول ہوئی) اور اسحاق نیوٹن کا گمان بلاشبہ سچا ہے، اور مجھے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ جو اگسٹائن نے ایک توجیہہ آٹھویں درس کے حاشیہ پر لکھی تھی وہ بہت ہی بعید تھی، تثلیثیوں نے اسی میں تغیر و تبدیل کرکے اس کو ساتھواں درس قرار دے کے متن میں داخل کرلیا ہے، اور چونکہ اسے تثلیث میں بہت مفید سمجھتے ہیں، باوجود علم کے اسے خارج نہیں کرتے۔

دیکھو پروٹسٹنٹ کے پیشوا کے ترجمہ میں یہ عبارت نہ تھی، اس میں بھی کبھی درج کی اور کبھی نکالی پھر داخل ہی کرلئے، اور چونکہ ہارن صاحب نے تقریباً بارہ (۱۲) اوراق میں فریقین کے دلائل مع اردو پھر خلاصہ نقل کیا ہے چونکہ اس سب کے نقل کرنے میں بہت ہی طوالت ہے، اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں اس نہ کا خلاصہ نقل ہوا ہے، اس لئے اسی تفسیر کی عبارت کا ترجمہ نقل کرتا ہوں، اور وہ یہ ہے:

"ہاں طرفین کے دلائل لکھ کر پھر دہراتا ہے کہ اس دہرائی کا خلاصہ یہ ہے کہ اس فقرے کے جھوٹے کہنے والے کہتے ہیں۔

اول یہ کہ فقرہ یونانی کے کسی ایسے نسخے میں جو سولہویں صدی کے پہلے کا لکھا ہوا ہو نہیں پایا جاتا۔

دوسرے یہ کہ پہلے کے چھپے ہوئے نسخوں میں جو بہتر سے بہتر تحقیق سے چھپے ہیں نہیں پایا جاتا۔

تیسرے یہ کہ کسی پرانے ترجمہ میں لاطینی کے سوا پایا نہیں جاتا۔

چوتھے یہ کہ لاطینی کے بھی اکثر پرانے نسخوں میں نہیں پایا جاتا۔

پانچویں یہ کہ اس کا حوالہ کسی نے قدماء مشائخ اور مؤرخین کلیسہ میں سے نہیں لیا۔

چھٹے یہ کہ کسی نے مشائخ لاطینی میں سے بھی اس کا حوالہ نہیں لیا۔

ساتویں یہ کہ مصلحین پروٹسٹنٹ نے اسکو چھوڑ دیا ہے یا اس پر شبہ کا نشان کر دیا ہے۔

اور اس فقرے کو سچا کہنے والے کہتے ہیں۔

اول یہ کہ پرانے ترجمے لاطینی اور بہت نسخے لاطینی ولگیٹ میں پایا جاتا ہے۔

اور دوسرے یہ کہ عقائد یونانی اور آداب نماز کلیسہ یونانی کی کتاب میں، اور اول والی کتاب نماز کلیسا لاطینی میں پایا جاتا ہے، اور بعض قدماء مشائخ لاطینی نے اس کا حوالہ لیا ہے، اور یہ دونوں دلیلیں مخدوش ہیں۔

اور سچی ہونے کی گواہی اندرونی یہ ہے:

اول ربط جملہ کا، دوم قاعدہ نحویہ، سوم حرف تعریف کا، چہارم اس فقرے کے محاورے کی مشابہت یوحنا کے محاورے سے، اور نسخوں میں اس کے ترک ہونے کی وجہ ممکن ہے کہ یوں بیان کیجاوے کہ اصل کے نسخے ہوں یا یوں ہوا ہو کہ اوائل میں نسخوں کی کمی کے وقت کاتب کے فریب یا غفلت سے یہ امر ہو گیا ہو، یا ایرین کے فرقے نے اس کو نکال ڈالا ہو یا دینداروں نے اس کو تثلیث کا ایک بھید سمجھ کر نکالدیا ہو یا کاتب کی غفلت اس کا سبب ہوئی ہو، جیسا اور نقصوں کا سبب ہوئی ہے، گریگ مرشدوں نے ان فقروں کو بھی چھوڑا ہے جو اس بحث میں تھے"۔

اور ہارن انصاف اور بے ریائی سے دلائل گزشتہ پر نظر ثانی کر کے کہتا ہے کہ:

"یہ فقرہ جعلی سمجھ کر چھوڑا جاوے اور ایسے نسخوں کے سوا جن کی سچائی میں شبہ نہ ہو ایسے فقرے کے داخل کرنے کو کوئی سند جائز نہیں کر سکتی"۔

اور موافق خیال مارش کے کہتا ہے کہ:

"کوئی اندرونی گواہی گو کیسی محکم ہو بیرونی گواہیوں کے انبار پر جو اس سلطنت (یعنی اس فقرے کے جھوٹے ہونے) پر ہیں غالب نہیں آ سکتی"۔

(یہاں تک ان مفسروں کا کلام تھا)

دیکھو ان کی تصریح کے موافق ہارن نے انصاف اور بے ریائی سے اس فقرے کو جعلی کہا ہے، سو اب ان مفسروں کا بھی مختار قول یہی نکلا، اور مخالفوں کے دلائل میں اگر کچھ قوت تھی تو اسی اندرونی گواہی کو تھی اس کو بھی ہارن نے مردود ٹھہرا کے حکم کیا کہ بیرونی گواہیوں کے ایک انبار پر غالب نہیں آ سکتی اور اس جگہ ان مخالفوں کے اقرار سے یہ بات بھی حاصل ہوئی کہ اگلے زمانے میں نسخوں کی قلت کے سبب کاتب اور باطل فرقوں کا جعل چلتا تھا سو اب میری وہ بات جس کا بیان چوتھی ہدایت میں گذرا کیسی سچی نکلی، تو اب خیال کرنے کی جگہ ہے کہ ان کاتبوں نے اور باطل فرقوں نے اس وقت میں کیا کچھ خاک اڑائی ہو گی۔

اور یہ عذر کہ دینداروں نے تثلیث کا ایک بھید سمجھ کر نکال دیا ہو گا بڑا ہی سچا ہے، دوسری صدی کے قاعدے کے موافق دیندار حضرات ایسے امور میں حکمت کا جو مقتضا دیکھتے تھے، اپنے مقدس کتابوں کو برتتے تھے، تو بھلا ان حضرات کے قصداً تحریف کر دینے میں کیا شک رہا؟ کوئی نہیں، خود ہارن علے الاعلان اقرار کرتا ہے کہ بعض خرابیاں انہوں نے بھی کی ہیں جو دیندار کہلاتے تھے جیسا کہ چوتھی ہدایت کی گیارہویں وجہ میں گذرا، سو خدا جانے کہ صدہا سال کے عرصے میں ان حضرات نے بمقتضائے دینداری کیا کچھ الٹ پلٹ اور کمی بیشی کی ہو گی۔

چونسٹھواں شاہد

کتاب مشاہدات کے پہلے باب کے دسویں اور گیارہویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

''۱۰۔ میں نے تر ہی کیسی ایک بڑی آواز اپنے پیچھے یہ کہتی ہوئی سنی، ۱۱۔ کہ میں الف اور یا ہوں اور اول و آخر ہوں اور جو کچھ تو دیکھتا ہے کتاب میں لکھ الخ''۔

اس میں یہ الفاظ ''اول و آخر ہوں'' کسی تثلیثی نے تحریف کی راہ سے بڑھادئے ہیں، اور گریسباخ اور شولز بالاتفاق ان کو الحاقی بتلاتے ہیں، اور بعض مترجم بھی خدا سے ڈر کے اس کو محرف مان کر چھوڑنے لگے ہیں (نسخہ ۱۶۷۱ء و ۱۸۲۱ء):

"وسمعت خلفی صوتا عظیما مثل بوق قائلا الذی تراہ اکتب فی سفر"۔

یعنی میں نے اپنے پیچھے سے ایک بڑی آواز تر ہی کیسی یہ کہتے ہوئے سنی کہ جو تو دیکھتا ہے اس کو کتاب میں لکھ۔

اور ان ترجموں نے لفظ اوری کو بھی چھوڑ دیا ہے غالباً وہ بھی الحاقی ہے۔

۶۵ شاہد

کتاب اعمال کے آٹھویں باب کا سینتیسویں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

''فلپ بولا اگر تو اپنے سارے دل سے ایمان لاتا ہے تو روا ہے، اس نے جواب میں کہا میں ایمان لاتا ہوں کہ یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے''۔

اور یہ پورا درس کسی حضرت تثلیثی نے اس جملہ کے واسطے ''یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے'' الحاق کر دیا ہے، اور گریسباخ اور شولز بالاتفاق اسے الحاقی بتلاتے ہیں، مگر اب

تک تثلیثی نہیں چوکتے کہ اپنے ترجموں میں لکھے چلے جاتے ہیں۔

چھیانسٹھواں شاہد

کتاب اعمال کے نویں باب میں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

"۵۔ اس نے پوچھا وے خداوند تو کون ہے؟ خداوند نے کہا! میں یسوع ہوں جسے تو ستاتا ہے، کانٹوں پر لات مارنا تجھے دشوار ہے۔

۶۔ اس نے لرزاں وحیراں ہو کے اس سے کہا اے خداوند تو کیا چاہتا ہے میں کیا کروں الخ"۔

گریسباخ اور شولز کہتے ہیں کہ:

ان درسوں میں اتنی عبارت "کانٹوں پر لات مارنا تجھے دشوار ہے، اس نے لرزاں وحیران ہو کے اس سے کہا: اے خداوند تو کیا چاہتا ہے، میں کیا کروں" الحاقی ہے۔

کہتا ہوں میں کہ دیکھو یہاں بھی وہی حرکت ہے جو عادت جبلی کے موافق چلی جاتی ہے گو بہت مفید نہ ہو اور ان کے مترجم اب تک باز نہیں آئے۔

سرسٹھواں شاہد

کتاب اعمال کے دسویں باب کا چھٹا درس یوں ہے (نسخہائے مذکورہ)

"وہ لب دریا شمعون چمار کے گھر میں رہتا ہے جو کچھ تجھے کرنا ہوگا وہ بتلادے گا" گریسباخ اور شولز کہتے ہیں کہ اتنی عبارت "جو کچھ تجھے کرنا ہوگا وہ بتلادے گا" الحاقی ہے، اور اس جگہ وہی عادت جبلی ہے گو بہت مفید نہ ہو۔

اڑسٹھواں شاہد

نامہ یہودا کے چوتھے درس میں ہے کہ:

"وے خدا کا جو اکیلا مالک ہے، اور ہمارے خداوند یسوع مسیح کا انکار

کرتے ہیں"۔

اور گریسباخ اور شولز کہتے ہیں کہ:

"صحیح یوں ہے "وے ہمارے اکیلے مالک اور خداوند یسوع مسیح کا انکار کرتے ہیں"۔

یعنی کئی لفظ الحاقی ہیں، اور چونکہ اس اصلاح میں خداوند کے لفظ کے ساتھ حرف عطف کا مذکور ہے، تو یہ اصلاح بھی اصل کی طرح توحید حقیقی کے منافی اور تثلیث کی مثبت نہیں، گو اتنا تو فرق ہے کہ اصل ظاہر کے موافق توحید حقیقی کی مثبت اور تثلیث کے منافی تھی، مگر اب حضرات تثلیثی مترجم یہ کام کرتے ہیں کہ خدا سے نہ ڈر کے تثلیث کی جڑ جمانے کو یوں ترجمہ کرتے ہیں (۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"اور خدائے وحید و مالک ہمارے خداوند مسیح کا انکار کرتے ہیں"۔

دیکھو جو "ہمارے" لفظ کے آگے سے حرف عطف کا اڑا دیا تو اس حرکت سے کتنا فرق پڑ گیا، اور تثلیث کی کیسی جڑ جم گئی۔

انسٹھواں شاہد

گرنتھیوں کے پہلے خط کے دسویں باب کا اٹھائیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"پر اگر کوئی تمہیں جتاوے کہ بتوں کی قربانی ہے، تو اس کے لئے جس نے جتایا اور دل کے لئے نہ کھاؤ کہ زمین اور اس کی ساری چیزیں اللہ کی ہیں"۔

اور یہ فقرہ کہ "زمین اور اس کی ساری چیزیں اللہ کی ہیں" ان کے مفسرین کے اقرار کے موافق الحاقی اور بے سند اور واجب الاخراج اور فضول ہے، اور گریسباخ نے اس کو یقینی واجب الاخراج سمجھ کر متن سے نکال دیا ہے۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد کے صفحہ ۳۲۷ میں لکھتا ہے کہ:

''یہ فقرا گوڈکس اسکندریانوس اور واٹیکانوس اور گنٹابری جن سس اور باسلین سیس اور بریلی اور ہارلیانوس اور سڈیلی میں اور اسی طرح گریسباخ کے نسخوں کی گنتی کے سات نسخوں میں نہیں پایا جاتا، اور اسی طرح ترجمہ سریانی اور ترجمہ کاٹپک اور سہی ڈک اور اتھیوپک اور ارمنی اور لاطینی ولگیٹ اور پرانے ترجمہ اٹالک اور عربی کے اس ترجمہ میں جس کو ارپی نیس نے چھاپا ہے نہیں پایا جاتا، اور یوہانی اسی ڈماسی نوس اور رام بروسیاس ٹراور اگسٹاین اور اسی ڈور اور بیڈ نے جو اس درس کا حوالہ لیا ہے، اس فقرے کو نقل نہیں کیا، اور گریسباخ نے اس کو یقیناً قابل اخراج سمجھ کر متن سے نکال دیا، اور حقیقت میں کوئی سند اس فقرے کی نہیں، اور فضول سے غالباً چھبیسویں درس سے لیکر ملا گیا''۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

اور آدم کلارک مفسر اس درس کے شرح میں تحقیق کے بعد یوں لکھتا ہے:

''گریسباخ نے متن سے نکال دیا، اور حقیقت میں اس کی حمایت کی کوئی سند نہیں''۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام ہے)

عربی کے ترجمہ ۱۶۷۱ء و ۱۸۲۱ء و ۱۸۳۱ء میں بھی نہیں ہے۔

سترہواں شاہد

متی کی انجیل کے بارہویں باب کے آٹھویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''کیونکہ ابن آدم سبت کا بھی خداوند ہے''۔

لفظ ''بھی'' کا الحاقی ہے، اور گریسباغ نے اس کو متن سے نکال دیا ہے۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد کے صفحہ ۳۳۰ میں لکھتا ہے کہ:

"یہ لفظ ستاسی خطی نسخوں اور بہت سے مطبوعہ نسخوں میں اور ترجمہ سریانی اور عربی اور فارسی پالی گلاٹ بشب والٹن اور ترجمہ کاپٹک اور ترجمہ پرانی روسی اور اٹالک کے ترجموں میں نہیں پایا جاتا، اور ٹرٹولین اور سائی پرن اور ارجن اور گریز اسٹم اور یوتھی میس اور تھیوفلکٹ نے جو اس درس کو اپنے حوالوں میں نقل کیا، اس لفظ کو نہیں لیا، مرقس کے دوسرے باب کے اٹھائیسویں درس یا لوقا کے چھٹے باب کے پانچویں درس سے الحاق کیا گیا ہے، اور گریساخ نے خوب کیا جو اس الحاقی لفظ کو نکال دیا"۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

اکہترہواں شاہد

متی کے انجیل کے بارہویں باب کا پینتیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اچھا آدمی دل کے اچھے خزانے سے اچھی چیزیں نکالتا ہے الخ"۔

ان کے مفسروں کے اقرار کے موافق دل کا لفظ الحاقی ہے۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد کے صفحہ ۳۳۰ میں لکھتا ہے کہ:

"یہ لفظ ایک سو سات خطی نسخوں میں اور بہت سے مطبوعہ نسخوں میں اور ترجمہ فارسی اور عربی اور پرانی روسی اور انگلوسکسنی اور پرانی اٹالک اور لاطینی ولگیٹ میں نہیں پایا جاتا، اور ارجن اور اس مباحثہ کے مصنف نے جو مارسیونی کے فرقے کے مقابل لکھا گیا ہے، اور گری گری نازین زن اور گریگری نستہ اور گریز اسٹم اور تھیوفلکٹ اور سائی پرن اور ملیری اور لوسی فر اور رام بروسیاسٹر نے جو اس درس کو اپنے حوالوں میں نقل کیا ہے، اس لفظ کو نہیں لیا، اور یہ لفظ لوقا کے چھٹے باب کے پینتالیس ویں درس سے الحاق ہو گیا ہے"۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

اور آدم کلارک مفسر تحقیق کے بعد لکھتا ہے کہ:

"معلوم ہوتا ہے کہ کسی کاتب نے بیان کی طرح پر یہ بڑھا دیا ہے"۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا)

بہترہواں شاہد

وارڈ صاحب اپنی کتاب "اغلاط نامہ" کے صفحہ ۳۷ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۶ء):

"کہ جان کالون حواریوں کے عقیدے میں شک رکھتا تھا کہ حواریوں کا بنایا ہوا ہے یا نہیں اور اس جملے کو" کیونکہ بہت سے بلائے گئے پر چنے ہوئے تھوڑے ہیں" جو متی کی انجیل کے بیسویں باب کے سولہویں درس میں ہے رد کر کے خارج کرتا تھا"۔

(یہاں تک وارڈ کا کلام تھا) اس کے موافق دو باتیں معلوم ہوئیں:

ایک یہ کہ جان کالون پروٹسٹنٹ کے فرقہ کے پیشوا کے نزدیک حواریوں کے اس عقیدے کی جسے ہمارے زمانے کے مسیحی ایمان کا مدار گنتے ہیں حواریوں کی طرف نسبت کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں۔

اور ولیم میور صاحب سکرتر اپنی تاریخ اردو کلیسا کے تیسرے باب کی ۱۷ دفعہ میں اس عقیدے کی بابت لکھا ہے (نسخہ ۱۸۴۸ء صفحہ ۱۸):

"پچھلے زمانے میں مشہور ہوا کہ وہ حواریوں کا خاص لکھا ہوا ہے، پر اس کی دلیل کامل نہیں ملتی، لیکن ظن غالب ہے کہ وہ فی الحقیقت بہت پرانا ہے، بلکہ پہلے زمانے میں اجرا ہوا"۔

(یہاں تک کلام اس مورخ کا تھا)

سو اس سے یہی معلوم ہوا کہ اس بات کی کہ وہ حواریوں کا خاص لکھا ہوا ہے کوئی کامل دلیل نہیں، اور اس بات کی کہ "بہت پرانا ہے الخ" دلیل فقط ظن غالب ہے

اور بس۔

اور حق یہ ہے کہ وہ تو صلیب پرستوں کا گھڑا ہوا ہے اور بس، حواری لوگ ایسے عقیدے سے پاک تھے۔

دوسری یہ کہ وہ انجیلی فقرہ مردود ہے اور واجب الاخراج، اور آدم کلارک مفسر بھی اس درس کی شرح میں اپنے پیشوا کے موافق اس فقرے کی بابت کہتا ہے۔

تہترہواں شاہد

متی کی انجیل کے چھٹے باب کا تیرہواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور ہمیں آزمائش میں نہ ڈال بلکہ بدی سے بچا، کیونکہ بادشاہت اور قدرت اور جلال تیرا ہمیشہ ہے آمین"۔

اور اس میں یہ جملہ "کیونکہ بادشاہت اور قدرت اور جلال تیرا ہمیشہ ہے" الحاقی ہے، اور رومن کیتھولک اس کو الحاقی بتلاتے ہیں، اور ترجمہ لاطینی اور رومن کیتھولک کے سب انگریزی ترجموں میں نہیں پایا جاتا، اور عربی کے ترجمہ میں بھی نہیں (نسخہ ۱۶۷۱ء و ۱۸۲۱ء و ۱۸۳۱ء):

"ولا تدخلنا في التجارب ونجنا من الشر، آمين"۔

اور اردو کے ترجمے مطبوعہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۴ء میں جو مطبع باپٹسٹ مشن کے اندر کلکتہ میں چھپے ہیں اس جملے پر علٰحدگی کا نشان ہے، اور بڑے محقق عیسائی مذہب کے اس کو الحاقی بتلاتے ہیں۔

آدم کلارک مفسر اس درس کی شرح میں (گو اسکا تو مختار نہیں) یوں نقل کرتا ہے کہ:

"اس فقرے کو گریسباخ اور وٹسٹین اور نہایت بڑے محققوں نے رد کیا

ہے"۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا)

کہتا ہوں میں کہ جب نہایت بڑے محققوں نے اس فقرے کو رد کیا ہو تو کیوں نہ مردود ہوگا۔

چوہترہواں شاہد

یوحنا کی انجیل کے آٹھویں باب کے انسٹھویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"تب انہوں نے پتھر اٹھائے کہ اسے ماریں پر یسوع نے اپنے تئیں پر شبہ کیا، اور ان کے بیچ میں ہو کے ہیکل سے نکلا، اور یوں چلا گیا"۔

اور اس میں یہ الفاظ "اور ان کے بیچ میں ہو کے" "اور یوں چلا گیا" الحاقی ہیں، اور رومن کیتھولک کے سب ترجموں میں نہیں، اور وہ ان کو الحاقی بتلاتے ہیں، اور عربی کے ترجمہ میں بھی متروک ہیں (نسخہ ۱۶۷۱ء و ۱۸۳۱ء):

"فاخذوها حجارة ليرجموه فاما يسوع فتوارئ وخرج من الهيكل"

یعنی تب انہوں نے پتھر لئے کہ اسے ماریں پر یسوع چھپ گیا، اور ہیکل سے نکلا۔

وارڈ صاحب اپنے کتاب اغلاط نامہ کے صفحہ ۱۸ میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"یوحنا کی انجیل کے آٹھویں باب کے انسٹھویں درس میں یہ الفاظ "ان کے بیچ میں ہو کے اور یوں چلا گیا" الحاقی ہیں"۔

اور بیزا نے لکھا ہے کہ:

"یہ لفظ بہت پرانے میں پائے جاتے ہیں، مگر میں ارازمس کے رائے کے موافق جانتا ہوں کہ یہ لفظ "ان کے بیچ میں ہو کے" لوقا کے چوتھے باب کے تیسویں درس سے لئے گئے ہیں، اور کاتب نے حاشیہ پر لکھا ہوا دیکھ کر ان کو غلطی سے متن میں داخل کر دیا ہے، اور یہ لفظ "یوں چلا گیا" کسی نے اس باب کے

دوسرے باب سے ربط دینے کے واسطے ملادئے ہیں"۔

اور میں اس خیال میں فقط اس سبب سے نہیں پڑا کہ گریز اسٹم اور اگستاین نے ان کا ذکر نہیں کیا، بلکہ اس واسطے بھی کہ وہ غالباً بے ربط ہیں، کیونکہ جب وہ چھپ گیا تھا تو پھران کے بیچ میں سے ہو کے کیسا نکلا، اس طرح بیزا جھگڑا کرتا ہے، اور اس کے معتقدوں نے جو ۱۵۱۶ء و ۱۵۶۴ء و ۱۵۷۰ء و ۱۵۷۹ء میں انگریزی ترجمہ چھاپا اس کے قول کے موافق ان لفظوں کو گرادیا تھا، مگر اس کے بعد ۱۵۸۰ء و ۱۵۸۳ء میں پھر ان لفظوں کو داخل کرلیا۔

اور متی کے انجیل کے چھٹے باب کے تیرہویں درس میں یہ جملہ "کیونکہ بادشاہت اور قدرت الخ" الحاقی ہے، اور ارازمس نے اس کو ناپسند کیا ہے، اور مجر(۱) نے کہا ہے کہ:

"یہ ٹکڑا تو پیچھے سے جوڑا گیا ہے، اور معلوم نہیں کہ اس کا جوڑنے والا کون ہے، اور لارن کوشش دلانے بلا دلیل کہا ہے کہ خداوند کے کلام سے یہ جملہ گر گیا ہے، بلکہ اس کو چاہئے تھا کہ لعنت اور ملامت ان پر کرے جنہوں نے بے لحاظی سے اس اپنے کھلونے کو خداوند کی نماز کا جزو بنادیا"۔

پچھترہواں شاہد

یوحنا کی انجیل کے ساتویں باب کے ترپنویں درس سے آٹھویں باب کے گیارہویں درس تک (جن میں ایک زانیہ عورت کا قصہ ہے) الحاقی ہیں کہ تحریف کی راہ سے بڑھائے گئے۔

ہارن صاحب چوتھے جلد کے صفحہ ۳۱۰ میں لکھتا ہے کہ:

"ارازمس اور کالون اور بیزا اور کروٹیس اور لیکرک اور ڈیسٹن اور سملر اور شلز اور مورس اور بین لین اور پالس اور شمٹ اور دوسرے مصنفین جن کا ذکر

(۱) اور اردو اور عربی کے ترجمہ میں یہ قصہ آٹھویں باب کے شروع سے شروع ہوتا ہے۔ ۱۲ منہ

وفنیس اور کوچ نے کیا ہے، ان درسوں کی سچائی پر گفتگو کرتے ہیں''۔

پھر لکھتا ہے کہ:

''گریزاسٹم اور تھیوفلکٹ اور نونس کی شرح میں جنھوں نے اس انجیل کی شرح لکھی ہے، نہ یہ درس نقل ہوئے، نہ ان کی شرح کی گئی ہے، اور ٹرٹولین اور سائی پرن نے زنا اور عفت کے باب میں رسالے لکھے ہیں، لیکن ان درسوں سے کہیں تمسک نہیں پکڑا، اگر یہ درس ان کے نسخوں میں ہوتے تو یقیناً ان کو سند میں ذکر کرتے''۔

اور وارڈ صاحب اپنی کتاب اغلاط نامہ کے صفحہ ۳۸ میں لکھتا ہے کہ:

''بعض قدمانے یوحنا کی انجیل کے آٹھویں باب کے شروع پر شبہ کیا ہے''۔

اور نورٹن جو انجیل کا بڑا حامی ہے اپنی کتاب الاسناد میں لکھتا ہے کہ:

''یہ قصہ زانیہ عورت کا الحاقی ہے، اس لئے کہ اتنے بہت نسخوں میں نہیں پایا جاتا، اور اسی طرح اتنے بہت نسخوں میں اس پر شبہ کا نشان رہا ہے کہ ہم قواعد مقررہ کے موافق پورے اعتماد سے کہہ سکتے ہیں کہ یوحنا نے اس کو نہیں لکھا''۔

(یہاں تک نورٹن کا کلام تھا) اور سریانی ترجمہ میں بھی جیسا کہ پہلی ہدایت کے اندر گذرا ان درسوں کا ذکر نہیں۔

جاننا چاہئے کہ ہارن ان درسوں کا حامی بن کر دو دلیلیں ان کی صداقت کی ذکر کرتا ہے اگرچہ اس لحاظ سے کہ جب اتنے علماء جن کا خود ذکر اس نے کیا ان کے الحاقی ہونے پر متفق ہوں، اور اتنے بہت نسخوں میں متروک ہوں، اور اتنے بہت نسخوں میں ان پر شبہ کا نشان ہو، تو اس صورت میں اگر ایک دو ان کا حامی بنے یا بعض غیر معتمد نسخوں میں پائے جائیں تو ان کی صداقت ثابت نہ ہوگی، ہم کو اس کی دلیلوں کے طرف التفات کی حاجت نہیں، لیکن اس لحاظ سے کہ کوئی ناواقف اس کے ان دلیلوں

سے ٹھوکر نہ کھا جائے ان کو نقل کر کے رد کرتا ہوں۔

اسی چوتھی جلد کے صفحہ ۳۱۰ میں لکھتا ہے:

''بہت نسخوں میں کہ گریسباخ نے اسّی (۸۰) کے قریب گنے ہیں یہ درس پائے جاتے ہیں، مگر بہت اختلاف عبارت کے ساتھ، اگر اصل نہ ہوتی تو کس طرح ان نسخوں میں داخل ہوجاتے، علاوہ اس کے ان میں کوئی ایسی بات نہیں کہ مسیح کے چلن کے خلاف پڑے، بلکہ ان کی بردباری اور فیاضی اور غریبی کے مناسب ہے، اور اگستاین نے ان درسوں کی تصدیق کر کے نسخوں میں ان کے چھوٹ جانے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس لحاظ سے کہ کوئی خداوند کو خطاوالی عورت کے چھوڑ دینے پر الزام نہ دے کاتبوں نے ان درسوں کو چھوڑ دیا ہے، مگر یہ وجہ کچھ نہیں، اس لئے کہ خداوند بموجب اپنے اظہار کے دنیا کو سزا دینے نہیں آیا، پس اسی کے موافق تدارک کرنا چاہئے۔

دوم یہ کہ یہ حکومت اس ادب کی بھی مخالف تھی جو خداوند در باب اطاعت حکام کے رکھتا تھا''۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

کہتا ہوں میں یہ دونوں دلیلیں مخدوش ہیں۔

دلیل اول تو اسلئے کہ خود اقرار کرتا ہے کہ ان نسخوں میں بہت اختلاف عبارت کے ساتھ پائے گئے، پس یہ بڑا اختلاف عبارت ان کے اصل نہ ہونے کی دلیل ہے اور مسیحیوں کی عادت اور اس زمانے کے چلن کا لحاظ کر کے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عیسائیوں میں یہ ایک روایت زبانی تھی، اس کے موافق بعض بعض ذی علموں نے اپنے اپنے نسخوں کے حاشیوں پر اپنی اپنی طرف سے عبارت بنا کر لکھدی ہوگی کہ رفتہ رفتہ بعض کاتبوں نے جو ان نسخوں سے نقل کیا انہیں عبارتوں کو حاشیہ سے لے کر متن میں داخل کرلیا۔

اور دوسری دلیل اس لئے مخدوش ہے کہ اسکو دعا سے مناسبت نہیں، اور چال چلن مسیح

کے مخالف نہ ہونے سے اصالت کہاں لازم آتی ہے"۔

اور گستاین کی اس توجیہ سے جس کو ہارن نے مردود ٹھہرایا ہے اتنی بات تو معلوم ہوگئی کہ چوتھی ہی صدی میں یہ درس متروک تھے، اور یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اس صدی اور اس صدی کے پہلے اصلاح کا ایسا رواج تھا کہ کاتب حضرات بارہ بارہ درسوں کے قریب قصداً گرادیتے تھے، سواب دیکھئے کہ جب ان کتابوں کا تواتر لفظی ثابت نہ ہو تو کاتبوں کے ایسے ایسے وہم اور خیالوں نے ان کتابوں میں کہاں تک نوبت پہنچائی ہوگی۔

چھہترہواں شاہد

متی کی انجیل کے چھٹے باب کے اٹھارہویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"اور تیرا باپ جو پردے میں دیکھتا ہے تجھے ظاہر میں پھل دے گا" اس میں یہ لفظ "ظاہر میں" الحاقی ہے۔

آدم کلارک مفسر اس درس کی شرح میں یوں لکھتا ہے کہ:

"یہ الفاظ تو ان نسخوں میں جو بڑے حرفوں میں مرقوم تھے، اور سو سے زائد اور نسخوں میں اور اکثر ترجموں میں نہیں ہیں، اور بہت مرشدوں نے چھوڑ دیے ہیں، اور چونکہ ان کے واسطے اچھی سند نہیں تو گریسباخ اور ڈسٹین اور بنجل نے ان کو متن سے نکال دیا۔

ستترہواں شاہد

متی کی انجیل کے چھٹے باب کے پچیسویں درس میں ہے:

"فکر نہ کرو، ہم کیا کھائیں گے الخ"۔

اس میں یہ جملہ "ہم کیا کھائیں گے" الحاقی ہے۔

آدم کلارک مفسر اس درس کی شرح میں لکھتا کہ:

''دو نسخوں اور اکثر پرانے ترجموں میں نہیں ہے، اور بہت سے قدماء نے چھوڑ دیا ہے، اور گریباخ نے اس پر شبہ کا نشان کر دیا ہے''۔

اٹھترہواں شاہد

مرقس کی انجیل کے دوسرے باب کے سترویں درس میں ہے:

''میں نیک لوگوں کو نہیں بلکہ توبہ کے لئے گناہ گاروں کو بلانے آیا ہوں''۔

اس میں یہ الفاظ ''توبہ کے لئے'' الحاقی ہیں۔

آدم کلارک مفسر اس درس کی شرح میں لکھتا ہے:

''یہ الفاظ کوڈکس اسکندریانوس، اور وائیکانوس اور بیری اور سپریوس اور ریکیوس اور ستائیس نسخوں میں نہیں ہیں، اور سریانی اور فارسی اور کاٹپک اور اتھیوپک اور ارمنی اور کاتک اور لاطینی کے ترجموں نے اور پرانی لاطینی کے چھے نسخوں اور یوتھی نیس اور گستاین نے چھوڑ دیے، اور گریباخ نے ان کو متن سے نکالدیا ہے، اور گرونیس اور مل اور بنجل گریسباخ کا اتباع کرتے ہیں''۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا)

اناسی ہواں شاہد

متی کی انجیل کے نویں باب کے تیرہویں درس میں یہ الفاظ ''توبہ کرانے کے لائق'' الحاقی ہیں، اور گریباخ نے ان کو متن سے نکالدیا ہے۔

آدم کلارک مفسر اس درس کی شرح میں لکھتا ہے:

''یہ الفاظ کودکس وائیکانوس اور کوڈکس بیزی اور سولہ نسخوں میں اور ترجمہ سریانی کے سب خطی اور مطبوعہ نسخوں میں اور ترجمہ فارسی اور اتھیوپک اور ارمنی

اور کاتلک اور انیگوسلسن میں اور پرانے لاطینی کے سب نسخوں میں تین نسخوں کے سوا اور لاطینی میں اور کلیمنس روم اور ارجن اور بیزل اور جیوم اور اگستاین اور بربناہ میں متروک میں اور مل اور بنجل نے اس ترک کو اچھا کہا ہے، اور گریباخ نے متن سے نکال دیا ہے"۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا)

اسّی واں شاہد

متی کی انجیل کے بیسویں باب کے ۲۲ و ۲۳ درس میں یہ جملہ "اور وہ غوطہ جو میں کھانے پر ہوں کیا تم کھا سکو گے" الحاقی ہے، اور گریباخ نے اپنے دونوں طبع میں چھوڑ دیا ہے۔

آدم کلارک مفسر بائیسویں درس کے شرح کے ذیل میں لکھتا ہے کہ:

"اسی طرح یہ جملہ درس ۲۳ میں کوڈکس واٹیکانوس ویزی درگیوس اور دو اور میں اور ۲۳ درس کا جملہ سات اور میں اور ترجمہ کاٹپک اور سہی ڈگ اور اتھیوپک اور ترجمہ فارسی مستر ہوی لاک اور لاطینی اور سکستی میں اور پرانی لاطینی کے سب نسخوں میں دو نسخوں کے سوا نہیں ہے، اور گروٹیس اور بنجل خیال کرتے ہیں کہ چھوڑ دئے جاویں، اور گریباخ اپنے دونوں طبع میں چھوڑ دیا ہے، اور ارجن اور اپے فامینس اور ہیرے اور جیردم اور امبروس اور جون کوس نے بھی چھوڑ دیا ہے، اور ان قواعد کے موافق بھی جو محققین نے جھوٹی اور سچی عبارت کے پہچاننے کے واسطے مقرر کئے ہیں یہ جملہ نہیں معلوم ہوتا کہ متن کا جزء ہو"۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا)

اکاسیواں شاہد

لوقا کی انجیل کے نویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"۵۵۔تب اس نے پھر کے ان پر ملامت کر کے کہا کہ تمہارا کس طرح کا دل ہے تم نہیں جانتے ہو۔

۵۶۔ابن آدم لوگوں کی جان مارنے نہیں بلکہ بچانے آیا ہے پھر وے دوسرے گاؤں کو گئے"۔

ان درسوں میں یہ جملہ "ابن آدم لوگوں کی جان مارنے کو نہیں بلکہ بچانے کو آیا ہے" الحاقی ہے، کلارک مفسر اپنی تفسیر میں ان درسوں کی شرح میں یوں لکھتا ہے کہ:

"گریسباخ نے اس جملہ کو متن سے نکال دیا، اور غالب یہ ہے کہ نہایت پرانے نسخوں میں ان درسوں کو یوں پڑھا ہے، "تب اس نے پھر کے ان پر ملامت کر کے کہا کہ تمہارا کس طرح کا دل ہے تم نہیں جانتے اور وے دوسرے گانوں گئے"۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا)

بیاسیواں شاہد

رٹن جو انجیل کا بہت بڑا حامی ہے اپنی کتاب میں جس کا اے، وی، ڈنس جنی ولس اوف دی کاسپل نام ہے، اور بوسٹن شہر میں ۱۸۳۷ء کے اندر چھپی ہے، تحقیق کر کے صفحہ ۵۳ میں لکھتا ہے کہ:

"متی کی انجیل کے اول کے دونوں باب الحاقی ہیں"۔

پھر صفحہ ۵۹ میں لکھتا ہے کہ:

"یہ دونوں باب اپنی خاصیت ذاتی سے جھوٹی انجیلوں کے ساتھ مثل انجیل طفولیت وغیرہ کے مناسبت رکھتے ہیں"۔

پھر صفحہ ۶۱ میں تحقیق کر کے لکھتا ہے کہ:

"ادلۂ مذکورہ سے ثابت ہوا کہ اول کے دونوں باب متی کی تصنیف نہیں"۔

اور اس کے بعض اور اقوال کی نقل پہلی جلد کے اندر دوسرے سوال کے جواب میں پادریوں کے تیسرے شبہ کے جواب میں پہلے اور دوسرے اور تیسرے اختلاف کے بیان میں گذری۔

تراسیواں شاہد

وہی محقق نورٹن صفحہ ۶۳ میں تحقیق کے بعد یہودا الیش کریوتی کے سارے قصہ کو جو متی کی انجیل کے ساتویں باب میں تیسرے درس سے دسویں درس تک مذکور ہے یقیناً غلط اور بادی النظر کے موافق الحاقی بتلاتا ہے، اور اس کا بیان پہلی جلد کے اندر اسی تیسرے شبہ کے جواب میں ۱۱۹ اختلاف کے بیان میں گذرا۔

چوراسیواں شاہد

متی کی انجیل کے ستائیسویں باب کا ۵۲ و ۵۳ درس الحاقی ہے، اور محقق نورٹن اس کی دلیلیں ذکر کر کے کہتا ہے کہ "یہ جھوٹی حکایت ہے، اور غالب یہ ہے کہ یروشالم کی بربادی کے بعد عبری یہودیوں میں ایسی حکایتیں رائج تھیں کسی نے عبری انجیل کے حاشیہ پر اس حکایت کو لکھ دیا ہوگا، کاتب نے اس حاشیہ کو متن میں داخل کر لیا، اور وہی نسخہ مترجم یونانی کے ہاتھ پڑا، اور اس نے اسی کے موافق ترجمہ کر لیا"۔

(یہاں تک نورٹن کا کلام تھا) اور اس امر کے مناسب کا بیان پہلی جلد کے اندر اسی تیسرے شبہ کے بیان میں اٹھتیسویں اختلاف کے بیان میں گذرا۔

پچاسیواں شاہد

انجیل مرقس کے سولہویں باب کے بارہ درس نویں درس سے بیسویں درس تک جو آخری درس ہے الحاقی ہیں۔

محقق نورٹن اس انجیل کے بیان میں ۷۰ صفحہ کے اندر لکھتا ہے کہ:

''اس انجیل میں ایک ہی عبارت تحقیق کے قابل ہے، جو سولہویں باب کے نویں درس سے آخر باب تک ہے، اور تعجب ہے کہ گریباخ نے اپنے متن میں ان درسوں پر شبہ کا نشان نہیں بنایا، لیکن اپنی شرح میں الحاقی ہونے پر دلیلیں لایا ہے، اور ان دلیلوں کو ذکر کرکے لکھتا ہے کہ ''ان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عبارت مشتبہ ہے خصوصاً جبکہ ہم کاتبوں کی اس جبلی عادت کا خیال کریں کہ ان کو عبارت کے داخل کر لینے میں خارج کرنے سے رغبت بہت تھی''۔

(یہاں تک نورٹن کی عبارت ہے)

چھیاسیواں شاہد

محقق نورٹن لوقا کی انجیل کے بیان میں ۷۹ صفحہ کے اندر لکھتا ہے کہ:

''اس انجیل کے اندر ایک عبارت ہے کہ اس کے مشتبہ ہونے کی قوی دلیل ہے، اور وہ عبارت وہ ہے جو اس انجیل کے بائیسویں باب کے ۴۳ و ۴۴ درس میں ہے''۔

پھر دلیل کے ذکر کے بعد کہتا ہے کہ:

''ہمیں یوں خیال کرنا چاہئے کہ یہ عبارت کسی نسخہ کے حاشیہ میں ہوگی کاتب نے اسے متن میں داخل کرلیا''۔

ستاسیواں شاہد

یوحنا کی انجیل کے پانچویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

''۳۔ ان اساروں (برآمدوں) میں بیماروں اور اندھوں اور لنگڑوں کی ایک بڑی جماعت پڑی تھی جو پانی کے ہلنے کی راہ تکتی تھی۔

۴۔ کیونکہ ایک فرشتہ بعض وقت اس حوض میں اتر کے پانی ہلاتا تھا اور

پانی کے ہلنے کے بعد جوکوئی پہلے اس میں اترتا اس بیماری سے جس میں وہ گرفتار تھا چنگا ہو جاتا۔

۵۔ اور وہاں ایک شخص تھا الخ''۔

ان درسوں میں الحاق ہے، محقق نورٹن صفحہ ۸۴ میں کہتا ہے کہ:

''اتنی عبارت ''جو پانی کے ہلنے کی راہ تکتے تھے، کیونکہ ایک فرشتہ بعض وقت اس حوض میں اتر کر پانی ہلاتا تھا، اور پانی کے ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے اس میں اترتا، اس بیماری سے جس میں وہ گرفتار رہتا تھا چنگا ہو جاتا'' غالباً الحاقی ہے''۔

پھر اس کی دلیل ذکر کر کے کہتا ہے کہ:

''اس دلیل سے سمجھا جاتا ہے کہ کسی نسخہ کے مالک یا کاتب نے اس عبارت کو حاشیہ پر لکھا ہوگا، اس کے بعد حاشیہ سے متن میں آ گئی''۔

اٹھاسیواں شاہد

محقق نورٹن یوحنا کی انجیل کے اکیسویں باب کے چوبیسویں و پچیسویں درسوں کی بابت صفحہ ۸۸ میں دلیل کو نقل کر کے کہتا ہے کہ:

''غالب یہ ہے کہ یہ حاشیہ ہے جو متن میں داخل ہو گیا ہے''۔

کہتا ہوں میں کہ اس محقق کا اقرار زانیہ عورت کے قصہ کے بابت جو انجیل یوحنا کے ساتویں و آٹھویں بابوں میں ہے، پچھترویں شاہد میں گذرا، سو اس محقق کے نزدیک جو انجیل کا بہت ہی بڑا حامی ہے، آٹھ مقامات ایسے ایسے الحاقی ہیں کہ ان میں بعض باب کے باب اور بعض درس کے درس الحاقی ہیں۔

نواسیواں شاہد

آدم کلارک اپنی تفسیر کے دیباچہ میں اولاً اقرار کرتا ہے، اور ثانیاً کتاب

استثناء کے پہلے باب کی شرح میں پہلی جلد کے اندر یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء صفحہ ۷۴۹):

''اس باب کے اول کے پانچوں درس باقی کتاب کا مقدمہ ہیں، اور موسیٰ کے کلام سے معلوم نہیں ہوتے غالباً یوشع یا عزرا نے الحاق کر دیے ہیں''۔

(یہاں تک اس مفسر کا کلام تھا) سو اس نے اقرار کیا کہ:

''موسیٰ کے کلام سے نہیں''۔

اور یہ عذر اس کا کہ ''غالباً یوشع الخ'' سماعت کے قابل نہیں جیسا کہ بارہا گذرا۔

نوے ہواں شاہد

ڈاکٹر بریٹ کے اس رسالے میں جو والٹسن کی تیسرے جلد میں ہے یوں مرقوم ہے کہ:

''یہودیوں نے دانیال کی اس پیشینگوئی میں جو ان کی کتاب کے نویں باب میں ہے ایک رہا و دے کر ایسا بگاڑ ڈالا ہے کہ اب حضرت عیسیٰؑ پر نہیں جم سکتی''۔

اس کے موافق یہودیوں کی یہ تحریف دانیال کی کتاب میں یقینی ہے۔

تیسری قسم کے شواہد

(کمی کر کے تحریف کے شواہد)

پہلا شاہد

کتاب خروج کے بارہویں باب کے چالیسویں درس میں عبری نسخے سے لفظ ''آبا واجداد زمین کنعان'' کا گر گیا ہے، اور ان کے مفسروں نے لاچار ہو کر اس جگہ عبری کو غلط اور محرف بتلایا ہے، اور اس کا بیان تیسری ہدایت کے اندر پانچویں اختلاف کے بیان میں اجمالاً اور پہلی جلد کے اندر تفصیلاً گذرا ہے۔

دوسرا شاہد

کتاب پیدائش کے چوتھے باب کے آٹھویں درس میں یہ فقرہ ''آؤ میدان کو چلیں'' عبری کے نسخے سے گر گیا ہے، اور ڈاکٹر کنی کاٹ اور ہارن اور آدم کلارک کی تحقیق کے موافق اسے عبری کے نسخے میں بڑھنا چاہئے، اور بیان اس کا چھٹے اختلاف کے بیان میں گذرا۔

تیسرا شاہد

کتاب پیدائش کے ساتویں باب کے سترویں درس میں لفظ ''رات'' کا گر گیا ہے، اور ان کے مفسر اقرار کرتے ہیں کہ اسے عبری میں بڑھانا چاہئے، اور بیان اس کا

تیسری ہدایت کے اندر ساتویں اختلاف میں گذرا۔

چوتھا شاہد

کتاب پیدائش کے پینتیسویں باب کے بائیسویں درس میں عبری نسخے کے اندر یہ فقرہ ''وہ بڑا تھا اس کی نگاہ میں'' عبری کے نسخے سے گر گیا ہے، اور یہودی لوگ اس کا اقرار کرتے ہیں، جیسا کہ تیسری ہدایت کے اندر نویں اختلاف کے بیان میں گذرا۔

پانچواں شاہد

کتاب پیدائش کے ۴۴ باب کے ۵ درس میں عبری کے نسخے سے یہ فقرہ ''تم نے میرا پیالہ کس لئے چرایا'' گر گیا ہے، اور اس کا بیان دسویں اختلاف کے بیان میں گذرا۔

چھٹا شاہد

کتاب خروج کے دوسرے باب کے بائیسویں درس میں عبری کے نسخے سے اتنی عبارت ''اور اس نے ایک دوسرا جنا جس کا نام الیعازار پر رکھا، کیونکہ اس نے کہا کہ میرے باپ کا خدا میرا مددگار ہے، اور اس نے مجھے فرعون کی تلوار سے بچایا'' گر گئی ہے جیسا کہ تیسری ہدایت کے اندر بارہویں اختلاف کے بیان میں گذرا۔

ساتواں شاہد

کتاب خروج کے ٦ باب ۲۰ درس میں عبری کے نسخے سے یہ لفظ ''اور مریم ان کی بہن'' گر گیا ہے جیسا کہ تیسری ہدایت کے اندر تیرہویں اختلاف کے بیان میں گذرا۔

آٹھواں شاہد

کتاب شمار کے دسویں باب کے ٦ درس سے عبری نسخے میں اتنی عبارت ''اور جب تم تیسری آواز پھونکو تو مغربی خیموں کا کوچ ہووے، اور جب تم چوتھی آواز

پھونکو تو شمالی خیموں کا کوچ ہووے" گر گئی ہے جیسا کہ تیسری ہدایت کے اندر چودھویں اختلاف کے بیان میں گذرا۔

نواں شاہد

بشب ہارسلی کے تحقیق کے موافق کتاب القضات کے سولہویں باب میں تیرہویں درس کے آخر اور چودھویں درس کے اول سے اتنی عبارت "اور اس نے اسے کہا کہ اگر تو میرے سات لٹیں تانے کے ساتھ بنے اور میخ سے دیوار سے لگا دے تو ایسا کمزور ہو جاوے گا جیسے اور آدمی اور اس نے اسے سلایا، اور اس کے سات لٹیں تانے کے ساتھ بن کے میخ سے اسے باندھا" گر گئی ہے جیسا کہ تیسری ہدایت کے اندر ۲۶ اختلاف کے بیان میں گذرا۔

دسواں شاہد

کتاب اشعیا کے چوسٹھویں باب کے پانچویں درس میں تحریف ہے۔

آدم کلارک مفسر اس درس کی شرح میں لکھتا ہے:

"میں سمجھتا ہوں کہ اس جگہ نسخے نے کاتب کی غلطی سے نقصان کھایا ہے، اور تحریف بہت مدت کی ہے، کیونکہ پرانے مترجم بھی متاخرین کی طرح اس کے معنی اچھے نہیں بتا سکے"۔

(یہاں تک آدم کلارک کا کلام تھا)

گیارہواں شاہد

کتاب اشعیا کے چالیسویں باب کے پانچویں درس میں عبری نسخے سے عیسائی مذہب کے مفسرین کے اقرار کے موافق یہ الفاظ "نجات ہمارے خدا کی" گر گئے ہیں اور بیان اسکا تیسری ہدایت کے اندر چونویں اختلاف میں گذرا۔

بارہواں شاہد

لوقا کی انجیل کے اکیسویں باب کے درس ۳۳و۳۴ کے درمیان ایک پورا فقرہ گر گیا ہے۔

ہارن صاحب چوتھی جلد کے صفحہ ۴۷۸ میں لکھتا ہے:

''لوقاء کے اکیسویں باب کے درس ۳۳و۳۴ کے درمیان میں ایک پورا جملہ گر گیا ہے، اس کو متی کے ۲۴ باب کے ۳۶ درس یا مرقس کے ۱۳ باب کے ۳۲ درس سے بڑھانا چاہیے، تاکہ لوقا اور انجیل نویسوں کے موافق ہو جاوے''۔

پھر حاشیہ میں لکھتا ہے کہ:

''لوقا کے متن کے اس بڑے نقصان سے تمام محققین اور مفسرین نے چشم پوشی کی تھی، یہاں تک کہ ڈاکٹر ہیلز نے اس پر توجہ کی''۔

(یہاں تک ہارن کا کلام تھا)

دیکھو اس مفسر کے اقرار کے موافق ایک سارا جملہ اڑ گیا ہے، جسے بڑھانا چاہیے، اور وہ فقرہ متی کے ۲۴ باب کے ۳۶ درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

''لیکن اس دن اور اس گھڑی کو فقط میرے باپ کے سوا آسمان کے فرشتوں تک کوئی نہیں بتا سکتا ہے''۔

تیرہواں شاہد

کتاب اعمال کے سولہویں باب کے ساتویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

''پر روح نے انہیں جانے نہ دیا''۔

گریباخ اور شولز کہتے ہیں کہ:

''صحیح یوں ہے:

''پر روح عیسیٰ نے انہیں جانے نہ دیا''

یعنی لفظ ''عیسیٰ'' کا اس جگہ گر گیا ہے''۔

اوران کی تحقیق کے موافق مترجم عربی ۱۶۷۱ء و ۱۸۲۱ء والے نے اس لفظ کو داخل بھی کرلیا ہے، اور یوں ترجمہ کیا ہے:

"فلم یترکھم روح یسوع"۔

چودہواں شاہد

یوحنا کی انجیل کے ساتویں باب کے ۵۳ درس سے آٹھویں باب کے گیارہویں درس تک ایک زانیہ عورت کے قصہ کے بیان میں یہودیوں کا یہ قول حضرت عیسیٰ کے سامنے مذکور ہے:

''یہ عورت عین حالت زنا میں پکڑی گئی ہے، اور ہم کو موسیٰ نے توریت میں حکم دیا ہے کہ اسے سنگسار کریں۔ پھر تو کیا کہتا ہے''۔

اور حضرت عیسیٰ نے اس امر میں ان کی تکذیب نہیں کی، سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توریت میں زانیہ کے واسطے رجم کا حکم تھا، اور وہ حکم حضرت عیسیٰ کے وقت تک پایا جاتا تھا، پر اب وہ حکم توریت میں نہیں ملتا، سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کے بعد یہ تحریف کی ہوگی، اور اسے گرادیا ہوگا، اور بعض عیسائی جو تکلف کرکے کچھ نکالتے ہیں وہ چونکہ التفات کے قابل نہیں اس لئے ذکر نہیں کرتا، بہرحال ان عیسائیوں پر جو اس عورت کے قصہ کو جعلی نہیں بتلاتے توریت میں ایک یہ بھی تحریف بالنقصان ثابت ہوتی ہے، اور جو جعلی بتلاتے ہیں ان کے نزدیک ایک بڑا مسئلہ زانیہ پر حد جاری نہ کرنے کا جاتا ہے، اور جو انصاف سے اس پانچویں ہدایت پر نظر کریگا اس پر یہ بات مخفی نہیں رہے گی کہ تحریف کی سب قسمیں عہد عتیق اور جدید کی کتابوں میں متحقق ہیں اور پادریوں کا عدم تحریف کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

وللہ الحمد علی ذلک۔